جگنوؤں سے بھر لیا دامن

غزالہ جلیل راؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جگنوؤں سے بھر لیا دامن

جگنوؤں سے بھر لیا دامن

غزالہ جلیل راؤ



DUA PUBLICATIONS



DUA PUBLICATIONS

ناشر: زاہد شیخ

"اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما"

ہماری کتابیں، معیاری کتابیں، پیاری کتابیں

نام کتاب	ـــــ	جگنوؤں سے بھر لیا دامن
مصنفہ	ـــــ	غزالہ جلیل راؤ
اشاعت	ـــــ	2016ء
کمپوزنگ	ـــــ	التمش مبین
ڈیزائن	ـــــ	محمد احسن گل
مارکیٹنگ	ـــــ	عقیل باقر
مطبع	ـــــ	وقاص جاوید پرنٹرز، لاہور
قیمت	ـــــ	-/450 روپے

دُعا پبلی کیشنز

الحمد مارکیٹ اُردو بازار لاہور-فون: 042-37233585

E-mail: duapublications@yahoo.com

خوبصورت اور معیاری کتب چھپوانے کیلئے رابطہ کریں۔ زاہد شیخ : 0300-9476417

انتساب

محبّت

کے نام

جو دلوں کو اپنی روشنی سے منور رکھتی ہے

اور انتظار کو کبھی مرنے نہیں دیتی

''محبت، محبت اور محبت''

جگنوؤں سے بھر لیا دامن

غزالہ جلیل راؤ

پھر رہا ہے جہاں لیے جگنو
اب یہاں کس طرح جیئے جگنو
میں نے مانگی تھی روشنی کی بھیک
اس نے ہاتھوں پہ رکھ دیئے جگنو
یہ ضروری نہیں کہ سب دیکھیں
اپنے ہونٹوں کو ہے سیئے جگنو
تیری دنیا میں کر دیئے ہم نے
تو نے روشن کہاں کیے جگنو
کتنے مخمور ہوگئے ہیں غزل
شام ہوتے ہی بن پیئے جگنو

"پیغام"

محبتوں سے گندھے رشتوں کی کہانی ......ٹوٹتے بگڑتے اور بنتے رشتے۔

یہ ایک ایسی کہانی ہے جو قارئین کو سوچنے پر مجبور کردے گی۔ معاشرے کے ہر گھر اور والدین کے تلخ حقائق کو پیش کیا گیا ہے۔

وہ والدین جو اپنے احسان کے بدلے اپنے بچوں کو قربانی کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ اپنی غرض، جھوٹی اناؤں کی خاطر ان کی خوشیوں کے قاتل ان کو پیدا کرنے کا خراج وصول کرتے ہیں۔

ان والدین کے لیے ایک پیغام ہے جو اپنی خواہشوں کے لیے اپنے بچوں کو صلیب پر لٹکا دیتے ہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ زندگی ان کی مرضی کے مطابق گزاریں۔ لیکن اولاد کے دل ٹوٹنے کا خیال نہیں آتا۔ انہیں مایوسیوں میں دھکیل دیتے ہیں۔

مگر جب انسان ہر طرف سے مایوس ہوجائے تو اندھیاری رات میں جگنو چمکتا ہے۔ ایک امید کی کرن اسے جینے کا حوصلہ دیتی ہے۔ ایک بھروسہ ایک یقین اسے گرنے نہیں دیتا۔ وہ اپنا سہارا دیتا ہے اور جب وہ سہارا دیتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے بے سہارا نہیں کرسکتی......اور وہ ہے رب کریم۔ جو اپنی ذات میں یکتا ہے جو اس کی طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو وہ ان کی طرف دس قدم بڑھتا ہے۔ وہ پلک جھپکنے سے پہلے تقدیریں بدل دیتا ہے یہی بات اس جذبے کی ہے جو اس سے قریب کر دیتا ہے۔

جب جذبے اور لگن سچی ہو تو ساری دشواریاں سارے راستے وہ آسان کردیتا ہے۔ اس سے مانگ کر تو دیکھو وہ جذبہ تو لاؤ، وہ الفاظ تو بولو کہ وہ تم پر فدا ہوجائے۔

ان والدین کے نام میرا ایک پیغام ہے۔ خدارا اپنے بچوں کو اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔ باہم رضامندی سے فیصلہ کریں۔

ضروری نہیں والدین ہی سب فیصلے اچھے کریں غلطی ان سے بھی ہوتی ہے۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اگر غلطی نہ کرے تو فرشتہ نہ کہلائے!

ایک کوشش کی ہے اس میں کتنا کامیاب ہوئی ہوں یہ تو آپ کی رائے سے ہی معلوم ہوگا۔

میں زاہد صاحب کی دل سے مشکور ہوں کہ اس ناول کو آپ کے لیے پیش کیا۔

دعاگو

غزالہ جلیل راؤ

اوکاڑہ

30-08-2015

ghazalajalilrao@gmail.com

شدید ترین سردی کی لہر تھی کہ جان نکلی جا رہی تھی۔

دسمبر کا مہینہ تھا۔ تین چار روز پہلے ہی تو پہاڑی علاقوں میں برف باری ہوئی تھی جس کی وجہ سے دوسرے علاقوں میں بھی سردی کی شدید لہر پھیل گئی تھی۔

سردی تو ہر سال ہی ہوا کرتی تھی مگر اس سال تو سردی نے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ دیئے تھے۔ ان دنوں کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔

دھند کے سفید بادلوں کی چادر تنی ہوئی تھی۔ جب ان دھند کے بگولوں سے دھوپ جھانک کر مسکرانے لگتی تو موسم صاف ہوجاتا۔ آسمان سے دھند کے بادل چھٹ جاتے۔ دھوپ نکل آتی تو کچھ وقت کے لیے سردی کی شدت میں کمی آ جاتی۔ لیکن اس بار تو ایسا لگتا تھا کہ دھوپ دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی ہیں۔

اتنی شدید سردی کہ الامان والحفیظ۔ سردی کی شدت سے خون رگوں میں منجمد ہورہا تھا۔

ہاتھ پاؤں کی انگلیاں گرم جرابوں اور دستانوں میں بھی یوں لگ رہا تھا جیسے کٹ جائیں گی۔

اوس کی بوندیں بارش کی طرح ٹپ ٹپ گرنے لگیں۔ ان کی آہٹ سرگوشی کی طرح زمین پر گرتی اور سانسوں کی رفتار میں ایک سرگم پیدا ہوجاتا۔ سات سروں کا شور...... بارش کی بوندیں ٹپ......ٹپ......ٹپ......ٹپ......

بارش ایک نہیں کئی طرح کی ہوتی ہے۔

ایک بارش آسمان سے برستی ہے۔

ایک بارش آنکھوں سے۔

اور ایک سردیوں کی بارش۔

سرما کی بارش۔

جو درختوں کے پتوں سے قطرہ قطرہ ٹپکتی ہے۔

دسمبر کی ہوا کے نم جھونکے، دھند کے غبار اس کے گالوں کو بوسہ دیتے ہوئے فضا میں بکھر گئے ......اور آسمان پر سفید چادر تن گئی۔ اور بادلوں سے گرتے قطرے موتیوں کی مالا بن گئے۔

ہوا کا ہلکا ہلکا شور، ایک مدھم سی آہٹ جیسے ہلکی سی چھینک لی ہو۔ ننھے ننھے قطرے اس کے چہرے پر چمکنے لگے۔ گلاب کے پھول پر شبنم کے قطرے۔

سوگوار حسن، دمکتے موتیوں کے قطرے، قدرت کا حسین نظارہ۔ آنکھوں سے بارش کا رشتہ بہت گہرا ہے۔

جو خوشی ہو یا غمی دونوں صورتوں میں بہنے لگتی ہیں۔

جذبوں کی دل سے سرگوشی ہے۔

اوس کی درختوں پودوں پھولوں سے شرارت ہے۔

''اور ......اور......''

کلائیوں میں پڑی چھنکتی چوڑی ہے۔

پیروں میں گنگناتی پائل ہے۔

دو محبت کرنے والوں کا خوب صورت جذبہ ہے۔

کسی الھڑ دوشیزہ کی دھڑکنوں کی راگنی ہے۔

محبوب کے پیار کی پہلی نظر ہے۔

اور صحن میں بکھری مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو ہے۔

جنگل میں ناچتی مورنی کا تن۔

لبوں سے نکلتی ابرحمت کی دعا ہے۔

ہاں بارش ایسی ہی ہوتی ہے، آسمان سے برسے، آنکھوں یا درختوں سے۔ ہر ایک کا رنگ انداز اور رنگ مختلف ہوتا ہے۔

جب دل میں سوئے سرد جذبوں سے ہلچل مچتی ہے ۔ جب جذبوں کی شدت سے چاہت کی پہلی پو پھوٹتی ہے۔ انوکھی اور ان چھوئی خوشبو دھڑکنوں سے ٹپکتی رم جھم ......جب دل چاہے لبوں سے پی لی جائے۔

دسمبر کی گنگناتی شریر ہواؤں سے شرارت کرتے پتے اور ان کے وجود سے پیدا ہونے والی کھنک۔

کاش وہ قوس وقزح کا ایک ٹکڑا ہوتی تو ساری دل کی دھرتی کو اپنے وجود سے رنگ دیتی۔

اس نے دونوں ہاتھ کھڑکی چوکھٹ سے باہر نکالے اور آنکھیں بند کرکے سوا گوار سی ہنسی۔ لبوں کو چھوگئی۔ ہوا کا ایک تیز جھونکا آ کر گزر گیا اور دھند کے قطرے اس کے وجود کو بھگو گئے اور پپوٹوں پر ٹھہری شبنم، بدن میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

بس ایک پل تھا۔

ایک ساعت۔

اس کے جذبات، احساسات نے یک لخت ہی کروٹ لی تھی۔ اسے لگا دھند کا یہ غبار برف کا پہاڑ بن گئے ہوں۔ اگر اس نے ان کو چھونے کی کوشش کی تو مجسمہ بن جائے گی۔

وہ کھڑکی سے ہٹ کر باہر صحن میں نکل آئی۔ اس نے کشمیری شال کو اچھی طرح اپنے وجود کے گرد لپیٹ لیا۔

موسم بہت خوب صورت تھا۔ سردی کی شدید لہر نے دھرتی کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی کن من شام ہی سے جاری تھی جس نے موسم کی خوب صورتی کے ساتھ سردی کی شدت میں بھی اضافہ کردیا تھا۔ دھند کے بگولے چہرے سے ٹکراتے موسم کی شرارت پر دل

میں سویا درد کروٹیں لینے لگا۔

دھند کی سفید چادر کا غبار سارے منظر پر چھایا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔

سردی اپنے عروج پر تھی اور سردی کی شدت سے وہ تھر تھر کانپنے لگی۔

نم نم ہوا کے جھونکے آپس میں ٹکرائے تو ہلکے سے شور کے ساتھ دھند کی بوندیں دھرتی پر گرنے لگیں۔

اس پل اسے لگا جیسے ہوائیں رو رہی ہوں اور درختوں کی آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ برسنے لگے۔ اس کے لبوں سے التجا نکلی۔

''میرے زخموں کو مت کریدو۔ مت چھیڑو۔ اے دسمبر کی سنگدل سرد ہواؤ میرے اندر اپنے سرد نشتر مت اتارو۔''

وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔

''میں تم بن بہت تنہا ہوں، ادھوری ہوں۔ میرے جیون کے پیالے میں تم ہی تو بچے ہو صرف تم۔ زندگی تم بن کیسے گزر رہی ہے معد کبھی آ کر دیکھو، آؤ ایک بار......''

''زندگی نام ہے حادثات کا، واقعات کا۔ حالات، تقدیر ہمیں کس موڑ پر لے جاتی ہے ہم گمان بھی نہیں کرتے۔ لیکن ان سب کے ساتھ ہمیں جینا پڑتا ہے۔''

اس کے قریب معد کی سرگوشی ابھری تھی۔ اس نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹائے اور آنکھیں کھول کر اپنے اردگرد دیکھا، وہ کہیں نہیں تھا کہیں بھی نہیں۔

آنکھیں شدت سے برسنے لگیں۔

اس کے ساتھ ساتھ آسمان، بادلوں، درختوں، پودوں کی آنکھیں بھی رو رہی تھیں۔

دھند کے سفید سفید غبار دھوئیں کی طرح اڑتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے ایک نظر آسمان پر ڈالی۔ مگر سفید آنچل چاروں اور پھیلا ہوا تھا۔

اسے لگا اس کے خواب دھواں بن کر اڑ رہے ہیں۔ ان کی کڑواہٹ آنکھوں میں بھرنے

لگی تو مرچیں سی بھر گئیں۔

اس کی آنکھوں کی طرح اوس کے آنسو بھی دھرتی کو بھگو رہے تھے۔ زمین کی پیاس تو بجھ رہی تھی مگر اس کے اندر کی پیاس اس کی محبت آج بھی معد کی چاہتوں کی پیاسی تھی۔

ٹپ......ٹپ......ٹپ۔
قطرہ قطرہ گرتے آنسو
دھند کے ہوں
درختوں کے
یا آنکھوں سے برستے
سب کے احساسات، دکھ ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔

یادیں سب کو ہی بے چین مضطرب اور رلا دیتیں ہیں اور اندر جمی برف پگھلنے لگتی ہے۔ یادیں آنکھوں کا چشمہ بن جاتی ہیں۔ کھو دینے کا احساس احساسات کو یوں اپنی مٹھی میں لے کر دباتا کہ لبوں سے چیخیں نکلنے لگتی ہیں اور آہ و بکا وجود چھلنی چھلنی کر دیتی ہے۔

ہوائیں دروازے کھڑکیوں کے پٹ سے سر پٹکنے لگیں تو ان کے لبوں سے سسکیاں نکلنے لگیں جو سارا ماحول سوگوار کر رہی تھیں اور درودیوار سے لپٹ کر رونے لگیں۔

وہ بے بسی سے اس سارے نظارے کو دیکھنے لگی، معد کی یادیں تڑپانے لگیں اور وہ خود پر اختیار کھونے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے، کہاں جائے......جو وہ معد کو بھول جائے۔ ان لمحات میں وہ سردی کی شدت سے بے پرواہ ہوگئی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی کمرے میں چلی آئی۔



آتش دان میں آگ دہک رہی تھی۔ کوئلے چٹخنے لگتے تو ان سے چنگاریاں نکلنے لگتیں۔ ان کی روشنی سے کمرے میں پھیلی تاریکی میں جگنو سے چمکتے اور بجھ جاتے۔ وہ آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اندھیرے میں چٹختی آگ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے ذہن پر دستک ہونے

لگی۔ ٹک ٹک ٹک۔

تیز قدموں سے چلتے ہوئے ڈائری نکال کر دیکھی۔ سیکنڈ فلور پر پروفیسر زوہیب کی کلاس تھی۔ ڈائری بند کرتے ہوئے سامنے نظر گئی تو پروفیسر صاحب کوریڈور سے کلاس روم کی طرف جاتے نظر آئے۔ وہ بھاگ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ کچھ عجلت اور کچھ بوکھلاہٹ کہ سیکنڈ کے بجائے تھرڈ فلور پر پہنچ گئی۔ احساس ہوتے ہی فوراً پلٹی اور پھر دو سیڑھیوں پر ہی پیر جما سکی تھی کہ سامنے سے اس سے زیادہ عجلت کا مظاہرہ کرتا ہوا جانے کون تھا جس سے وہ ٹکرائی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہی لڑھکتی ہوئی سیکنڈ فلور پر آ رہی تھی۔

''آئی ایم سوری، آئی ایم ویری رئیلی سوری۔'' وہ کہے جا رہا تھا جبکہ وہ اپنی ہڈی پسلیوں کو چھو کر ان کے صحیح سلامت ہونے کا یقین کرنے میں لگی ہوئی تھی اور جب یہ یقین ہوگیا کہ معمولی خراشوں کے علاوہ باقی سب ٹھیک ہے تو اس کی طرف دیکھے اور متوجہ ہوئے بغیر اپنے کلاس روم کی طرف چل پڑی اور کلاس روم میں داخل ہوتے ہوئے اسے پہلے اپنی پیٹھ میں چبھن کا احساس ہوا۔ پھر نامعلوم سی لہر پورے وجود میں سرایت کرتے ہوئے اسے بے چین کر گئی۔ یقیناً یہ ان نظروں کا کمال تھا جو اس کا تعاقب کرتے چلی آ رہی تھیں۔

''حد ہے مائرہ رضا۔'' اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی۔

''یعنی وہ تو مسلسل معذرت کر رہا تھا اور میں۔ کیا سوچتا ہوگا۔ کس قدر بدتمیز اور بداخلاق ہوں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ اس کا حال احوال نہ پوچھتی کم از کم سوری تو کہہ دیتی۔''

''اینی پرابلم۔''

اسے پہلو پہ پہلو بدلتے دیکھ کر پاس بیٹھی لڑکی نے پوچھا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلا دیا۔

''میں ردا ہوں۔ آج ہی کلاس اٹینڈ کی ہے۔ اور تم ......؟'' اس نے اپنا تعارف

کرواتے ہوئے اس کا نام پوچھا۔

''میں مائرہ ہوں.....اور یہاں لاہور میں رہتی ہوں۔ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد۔''

اس کی زبان چل پڑی اور رکی اس وقت جب پروفیسر زوہیب صاحب نے ان دونوں کو مخاطب کرکے کھڑے ہونے کے لیے کہا۔ پھر کلاس روم سے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سعادت مندی سے سر جھکا کر ردا کے ساتھ کلاس سے باہر نکل آئی۔

آئی ایم سوری ۔ میری وجہ سے......'' ردا نے کہا تو وہ فوراً بولی۔

''تمہاری نہیں میری وجہ سے۔ خیر یہ چھوڑو۔ یہ بتاؤ اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔ میرا مطلب ہے اگر کہیں اور جانے کا خیال نہیں ہے تو پلیز میرے ساتھ کینٹین چلو۔ مجھے بڑی سخت بھوک لگی ہے۔''

ردا کندھے اچکا کر اس کے ساتھ چل پڑی۔ پھر برگر کے ساتھ کوک پیتے ہوئے اس کی ردا کے ساتھ اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی......

ردا اگلی کلاس لینے چل پڑی جبکہ مائرہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔وہ اٹھ کر کینٹین کے سامنے لان کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ اچھی لڑکی ہے۔ اس کے ساتھ وقت اچھا گزرے گا۔''

وہ اپنی سوچوں میں کھوئی تھی کہ اپنے پیچھے قدموں کی مدھم چاپ محسوس کرکے وہ چونکی اور فوراً پلٹ کر دیکھنے لگی۔ اپنے ہی کسی خیال میں مگن کوئی تیز قدموں سے چلتا ہوا قریب آیا تو اسے دیکھ کر ٹھٹھک کر رکا اور فوراً ہی اس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

''ہیلو۔''

دل نشیں مسکراہٹ جس نے ٹھوڑی کے درمیان ڈمپل کو نمایاں کردیا تھا۔

''آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی تھی؟''

اس نے پوچھا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔''

''میں نے بہت کوشش کی تھی سنبھلنے کی لیکن میرا پیر سیڑھیوں پر جم نہ سکا۔''

وہ اسے خاموش دیکھ کر یوں صفائی پیش کرنے لگا جیسے ساری غلطی اسی کی ہو۔

''آئی ایم سوری اگین۔''

''او نو'' اسے کہنا پڑا۔

''غلطی صرف آپ کی نہیں میری بھی تھی۔ ویسے مجھے زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو میں یہاں نہ بیٹھی ہوتی۔''

وہ بالکل غیرارادی طور پر اسے دیکھنے لگا......اس کی آنکھوں کی چمک ......نہ جانے کیا تھا ان آنکھوں میں ......

آنکھیں تھیں یا ساگر۔ نیلے پانیوں کو جیسے ایک دائرے میں مقید کر کے اس نے اپنی پتلیوں کے اندر چھپا لیا ہو۔

''آپ لاپرواہ طبیعت کی مالک ہیں۔'' اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''آپ نے کیسے جانا؟''

''آپ کے انداز سے۔'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''جس طرح آپ مجھے اگنور کرتی ہوئی کلاس روم میں چلی گئی تھیں۔ اس سے میں سمجھ گیا تھا کہ آپ دوسرے کی تکلیف کا احساس نہیں کرتیں۔''

''آئی ایم سوری، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''نوسوری۔ مجھے بالکل برا نہیں لگا تھا۔'' قدرے توقف کے بعد وہ کہنے لگا۔ شاید زندگی میں پہلی بار مجھے اگنور کرنا اچھا لگا۔

نیلے پانیوں میں جوار بھاٹا اٹھنے لگا......آگہی کے سارے موسم جیسے مدتوں سے اس کے تعاقب میں تھے۔ ایک پل میں یوں اس کا گھیراؤ کیا کہ اس پوری زمین پر وہ تنہا کھڑا نظر آتا۔

''مائرہ! مائرہ!''

وہ اپنے آپ کو پکارتی رہ گئی اور خود اسے اپنا پتا نہیں مل رہا تھا۔

اس ناخوشگوار واقعہ کے بعد وہ کلاس میں نہیں گیا اور نہ ہی اسٹوڈنٹس صحیح گائیڈ کر رہے

تھے۔ وہ لان میں بیٹھ گیا اور جب اسے دیکھا تو اس کی طرف چلا آیا اس اسکیوز کر کے وہ سیدھا فلیٹ پر آ گیا۔ اب اس کا موڈ نہیں تھا کلاس تلاش کرنے کا۔

وہ اس کی یونیورسٹی فیلوتھی، کلاس فیلو بھی اور بھی بہت کچھ۔

مائزہ رضا۔ لیکن معد نے اس کا نام جانیہ رکھ دیا۔ اب وہ جانیہ کے نام سے ہی جانی پہچانی جانے لگی۔ اسے بھی جانیہ نام بہت پسند آیا تھا اور اسے اچھا لگتا کہ معد اسے جانیہ کے نام سے پکارے۔

معد کی اس سے دوسری ملاقات کلاس روم میں ہوئی۔ وہ ملتان سے پنجاب یونیورسٹی میں ایم بی اے کرنے کے لیے آ رہا تھا۔ کلاسز شروع ہوئے تین دن ہو چکے تھے مگر وہ لیٹ پہنچا ۔ اس روز بھی سر کلاس لے رہے تھے جب وہ وہاں پہنچا۔

وہ کلاس میں سب سے آگے بیٹھی تھی۔ کاٹن کے سادہ فیروزی سوٹ میں۔ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھے لیکچر میں مگن تھی۔ سر اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس کی نگاہ بھی اس پر پڑی۔ تب ہی کلاس کے نوجوانوں نے بھی گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ اسے یکدم خیال آیا یہ تو وہی لڑکا تھا جس سے وہ ٹکرائی تھی۔

''مے آئی کم ان۔''

اس نے اندر داخل ہوکر دیکھا۔ سر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''یس سر میں معد کمال رانا نیوکمر۔ چند روز قبل میرا ایڈمشن ہوا ہے۔ میرٹ کی بنیاد پر۔''

''اوہ آئی سی۔ تو آپ ہیں ایک ہونہار طالب علم معد کمال رانا فرام ملتان ڈویژن۔''

''جی سر۔''

''بیٹھیے۔''

اس نے چونک کر معد کو دیکھا آنکھوں میں عجیب سی چمک آئی۔ وہ سر جھکائے پیچھے کی طرف چلا گیا۔

سر اس سے کچھ سوال کرنے لگے۔ پھر لیکچر شروع کر دیا۔ اس نے دیکھا لڑکے اشارے

کنائیوں میں اس کا ذکر کر رہے تھے۔ کئی ایک نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ مسکرائے۔ لیکن وہ سر کی آواز پر ہی غور کرتا رہا۔ سر چلے گئے۔ کلاس خالی ہوگئی۔ اس نے بھی اپنی نوٹ بک بند کی۔ قلم جیب میں ڈالا جانے لگا۔

اسے تو ان کمروں، کوریڈوروں، برآمدوں سے کوئی شناسائی نہ تھی۔ یونیورسٹی عمارتوں کا ایک جنگل تھی۔ وہ اس میں کھو کر رہ گیا۔

آپ کا ارادہ یہیں رکنے کا ہے۔''

''جی......جی ہاں......جی نہیں۔'' وہ بونگا ہی لگنے لگا خود کو جی ہاں، جی نہیں کرتے کرتے۔

تو پھر باہر چلئے۔'' وہ اٹھ گیا۔

اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ طویل برآمدہ طے کرکے وہ سیڑھیاں اتر گئی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

''آپ کا یوں میرے پیچھے چلنے کا مطلب۔ اپنی راہ لیجئے مسٹر۔ مجھے تو فزکس کی مسز ثمینہ انور سے ملنے جانا ہے۔''

وہ شرمندہ ہوگیا۔

''سوری میرے رویئے نے آپ کو تکلیف دی ہے۔''

وہ بلاارادہ مخالف سمت مڑ گیا۔

''سنیئے۔''

اس نے مڑ کر دیکھا اور رک گیا۔

''اس نگری کے لوگ بڑے نٹ کھٹ اور ظالم ہیں، نئے آنے والوں کے لیے عذاب بن جاتے ہیں۔ آپ کو اگلا پیریڈ اٹینڈ کرنا ہو تو سامنے چلے جایئے۔ میں تو آج پیریڈ گول کرنے کے موڈ میں ہوں۔''

اس نے سر کھجایا۔ سچ تو یہ تھا۔ اسے پنجاب یونیورسٹی کے طریقہ کار، کلاسز، فارغ

اوقات وغیرہ سے شناسائی نہ تھی۔ اسی لیے وہ اس لڑکی کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا۔ نجانے کیوں اس کی ہوشیاری اور چالاکی کہیں جا سوئی۔

اور اس لڑکی کے بتائے ہوئے خالی کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ پانچ منٹ، دس منٹ، پندرہ منٹ، وہاں تو کوئی بھی نہ آیا نہ پڑھنے والے نہ پڑھانے والے۔

یہاں تک کہ پورے پینتیس منٹ گزر گئے۔ اس نے اٹھ کر آفس ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ جہاں موجود اپنے کالج کے سابق ایک پروفیسر کے بارے میں اس کے کالج کے پرنسپل نے اسے بتایا تھا۔

وہ ادھر ادھر دیکھتا ان کا آفس تلاش کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔

''معد کمال۔''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ ایک کمرے سے باہر نکل رہے تھے۔

''سر السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام۔ تم معد کمال ہی ہو نا۔ ملتان کالج کے ہونہار طالب علم۔ ابھی ابھی احمد جمال صاحب نے فون کر کے تمہارے بارے میں پوچھا ہے مگر تم تو کلاس میں تھے نہیں۔ کب آئے ہو؟''

''سر میں تو کلاس میں ہی تھا۔''

''میں ابھی ابھی پڑھا کے آ رہا ہوں۔ مجھے تو نظر نہیں آئے۔''

''سر میں تو اس کمرے میں تھا۔ اکیلا بیٹھا رہا۔''

''اس کمرے میں مگر وہاں کیوں؟'' تمہاری کلاس کا کمرہ تو یہ ہے۔''

اس نے اندر کی طرف دیکھا۔ پوری کلاس اسے دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

یہ کالج نہیں ہے بچے۔ یونیورسٹی ہے۔ ......کلاسز نہیں ہوتیں۔ تم نے کالج والا سلسلہ سمجھ لیا۔'' وہ ہنس دیئے۔

وہ شرمندہ سا ہو گیا۔ سامنے کی سیٹ پر وہ اب بھی معصوم سی بنی بیٹھی تھی۔ ٹھوڑی پر ہاتھ

ٹکائے۔ بے خبر اور انجان۔

اس کا چہرہ احساس توہین پر سرخ ہوگیا۔ وہ خود کو کوسنے لگا کہ اس کے ہاتھوں کیوں بے وقوف بن گیا۔ کاش اپنی عقل سے کام لیتا مگر وہ اس کی عقل گھاس چرنے چلی گئی تھی۔

''خیر آج تو جو ہوا سو ہوا۔ آیندہ کوئی کلاس میں نہ کرنا۔ اور جو کچھ میں پڑھا چکا ہوں اس کے بارے میں کچھ پوچھنا ہو تو بے دھڑک پوچھ لینا اور ہاں رہائش یہاں ہے تمہاری ہوسٹل میں یا......''

''سر ہوسٹل میں ابھی جگہ نہیں ملی۔ ایک فلیٹ لیا ہے۔''

............میں ٹرائی کرتا ہوں مل جائے گی جگہ جلد ہی۔''

پہلا دن اس کا اسی طرح گزر گیا۔

اگلے دن وہ کینٹین کے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھنے لگا کسی نے اسے پکارا۔

''مسٹر معد کمال رانا۔'' اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ اس کی کلاس، معد کے سامنے کھڑی تھی۔

''مجھے مائرہ رضا کہتے ہیں۔''

غصے کی ایک لہر نے پل بھر کو اس کے اندر سر ابھارا لیکن دوسرے پل اس نے خود پر قابو پا لیا۔

''میں اپنے رویئے پر سخت نادم ہوں۔''

''کس رویئے پر؟''

''دراصل وہ پوری کلاس کی شرارت تھی۔ آپ کے باہر جاتے ہی سب کلاس روم میں آ گئے تھے۔ ان لوگوں نے مجھے آگے کر دیا۔ آپ کا وقت ضائع ہوجانے پر معذرت خواہ ہوں۔''

''خواہ مخواہ ہی۔ اتنے مذاق کا تو آپ سب کو حق تھا۔ قصور تو میرا ہے جو آپ کی باتوں میں آ گیا۔''

''آئی ایم سوری معد کمال رانا صاحب۔''

معد نے ایکدم اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''تو کیا آپ نے معاف کردیا؟''

''میں نے کہا نا کہ سب چلتا ہے یہ آپ کا حق تھا۔ سوری کی ضرورت نہیں۔ میں نے ایک پل کے لیے اس واقعہ کے متعلق نہیں سوچا۔ جو گزر گیا۔ سو گزر گیا۔''

''آپ ابھی تک خفا ہیں؟''

''کیا رشتہ، کیا تعلق ہے میرا اور آپ کا، کس ناتے حق سے خفا ہوں گا۔ یہ اتنی بڑی بات بھی نہیں کہ سوری کیا جائے۔''

معد کی بات نے واقعی ہی اسے شرمندہ کردیا۔ جو اس نے کہا تھا سچ کہا تھا۔ پھر وہ اسے مزید کچھ کہے واپس ہوگئی اور وہ آگے بڑھ گیا۔لیکن آنے والے دنوں میں ان کا رشتہ اتنا مضبوط گہرا بن گیا کہ کسی حوالے کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ ایک دوسرے کی دھڑکنوں میں دھڑکنے لگے اور ایک دوسرے کی رگوں میں خون بن کر گردش کرنے لگے۔

وہ وقت پر تیار ہوگیا۔ اس نے آئینے میں خود کو دیکھا۔ کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔ اس نے ایک طائرانہ نگاہ خود پر ڈالی اور یونیورسٹی کے لیے نکل آیا۔

یونیورسٹی کا حسن، طلباوطالبات کی گرمجوشی ہنسی مذاق، قہقہے ہر شے اپنی جگہ موجود تھی۔ وہ وقت پر پہنچ گیا تھا۔ اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔

''لوگ بہت سمجھ دار ہوگئے ہیں۔ ایک ہی دن میں۔''

جانے کس نے اسے فقرہ کسا۔

'ہیہ جگہ ہی ایسی ہے جان من۔'' دوسرے نے ہانک لگائی۔

''ہاں بھیس بدلتے دیر لگتی ہے۔''

پہلے نے پھر الفاظ کو جما جما کر بات کہی۔ اسی وقت وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

''آیئے مس مائرہ رضا۔کیسی ہیں آپ؟'' وہ مائرہ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''ٹھیک ہوں آپ سنائیے۔''

''ہم تو ٹھیک ہیں مگر لوگ کچھ زیادہ ہی ٹھیک لگ رہے ہیں۔''

''لوگ......''وہ حیران ہوگئی۔

پھر اسی لڑکے کی نگاہ کے تعاقب میں اس کی نظر معد پر پڑی۔

''مسٹر کامران، لوگ ٹھیک ہوں یا غلط آپ کو اس سے مطلب۔ مائنڈ یور اون بزنس۔''

اس نے اس کی طرف دیکھا ہی نہیں۔ وہ ایسے لوگوں کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا اور ان لوگوں کو ہینڈل کرنے کا بہترین طریقہ تھا خاموشی کی مار ماری جائے۔ لوگ پل میں کتنے روپ بدل لیتے ہیں اس کی اسے خبر تھی۔ کل یہ لڑکی ان سب کے ساتھ مل کر اس کا تمسخر اڑا رہی تھی۔ آج اس کی خیرخواہ بننے لگی تھی۔ اسے ان الفاظ سے کراہت سی محسوس ہوئی۔ اس نے گویا کسی کی بات پر غور ہی نہیں کیا، انجان بنا اپنی نوٹ بک کے اوراق کی ورق گردانی کرتا رہا۔

''مس مائرہ رضا آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ اتنی جذباتی کیوں ہورہی ہیں۔ بات تو صرف مذاق کی تھی۔ ایسے مذاق تو چلتے رہتے ہیں۔آواز پھر اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے۔ آپ لوگ حد سے گزر جاتے ہیں۔ لوگ زیادہ ٹھیک کیسے نظر آئے آپ کو؟ میں سب سن رہی تھی۔ آخر ایسی کیا بات دیکھی آپ نے حماقت تو آپ کے چہرے پر برستی ہے۔ اپنے باپ کی حرام کی کمائی سے اعلیٰ ترین لباس اپنے جسم پر سجا کر آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آپ انسان بن گئے ہیں۔

''محترمہ آپ کیا سمجھتی ہیں خود کو......؟''

کامران نے غصے سے کہا۔

''کم از کم تم سے بہتر ہوں۔''

''اگر اپنے گریبان میں جھانک لو تو کبھی یہ نہ کہو مگر......''

اتنے میں سر اندر داخل ہوئے تو سب خاموش ہوگئے۔

''مس مائرہ رضا آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں خیریت؟''

''بس یونہی سر، ابھی کلاس میں داخل ہوئی تھی۔''

زیادہ تر لڑکے اور لڑکیاں کلاس سے باہر تھے۔ سر کو دیکھ کر انہوں نے کلاس کا رخ کیا۔

وہ تمام لوگوں سے انجان بنا دن بھر لیکچرز اور نوٹس میں ہی گم رہا۔ آف پیریڈ میں وہ باہر نکلے تو اس نے مائرہ کو پکارا۔

''مس مائرہ........؟؟''

''جی''اس نے معد کی طرف دیکھا۔

''آپ میری وجہ سے سب سے کیوں الجھ پڑیں جبکہ کل آپ بھی ان سب کے ساتھ پیش پیش تھیں اور آج، بہرحال آیندہ خیال رکھئے گا ان لڑکوں کے منہ میری فیور میں نہ لگئے گا۔ میری وجہ سے آپ کو کوئی کچھ کہے میں پسند نہیں کرتا ۔ اور یونیورسٹی ہے یہاں سب چلتا ہے۔ ہم کسی کو روک سکتے ہیں نا کوئی ہمیں۔ وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا لیکن اس کی آواز نے معد کے بڑھتے قدموں کو روک دیا۔

''آپ کے دل سے میل نہیں گیا جبکہ دل سے سوری کیا اور شرمندہ ہوں۔ شاید آپ نے معاف نہیں کیا۔ اس روز میری غلطی تھی مگر آج میں سچائی سے کہہ رہی ہوں جو نظر آرہا ہے۔ وہ ہی سچ ہے۔''

''تو پھر وہ کیا تھا......؟''

''واقعی ہی غلط اور مذاق تھا۔ کیا اتنا سنگین مذاق تھا کہ آپ نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ جبکہ سوری کرچکی ہوں اور پھر بھی سوری کرتی ہوں۔''

''اٹس اوکے۔''

''کیا ہم کہیں بیٹھ کر آرام سے بات نہیں کرسکتے؟''

اس نے معد کے چہرے کو دیکھا۔ اب وہ کیا بولے گا۔

کیا ضروری ہے کہ ہم اس بات کو لے کر بحث و مباحثہ کریں۔ بات ختم ہوگئی پھر بار بار

دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

''تو اس بات کے علاوہ کوئی بات نہیں ہوسکتی؟''اس نے معد کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔

''ایسی کون سی بات ہے جو ہم بیٹھ کر کریں گے؟''

''اس بات کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہوتی ہیں مثلاً یونیورسٹی ہوسٹل اور بہت کچھ۔''
اس نے اتنی معصومیت سے کہا۔ معد کے لبوں کو مسکراہٹ چھو گئی مگر دوسرے لمحے ہی غائب۔

''جی چلیئے۔''

وہ سامنے لان کی طرف بڑھا اور بینچ کے ایک کنارے پر بیٹھ گیا اور دوسرے کنارے وہ۔ چند لمحے تک وہ خاموش بیٹھے رہے۔ ایک دوسرے کے بولنے کے منتظر مگر پہل کرنے کو کوئی تیار نہ تھا شاید۔

''جی کہیے......''آخر معد بولا۔

''پہلی تو یہ کہ اس روز.....''

''پلیز مس مائرہ۔ لیو دس ٹاپک پلیز۔''

''اوکے۔''

''آپ نے پنجاب یونیورسٹی کا انتخاب کیوں کیا؟''

''میری خواہش تھی۔''

''پوچھ سکتی ہوں آپ کتنے بہن بھائی ہیں؟''

''پوچھ چکی ہیں۔''

''کب........؟''

''ابھی سوال کیا ہے آپ نے؟''

''تو پھر نہیں بتائیں گے۔''

''غیر ضروری سوال ہے۔''

''آپ کی ہوبیز.....؟''وہ کب ہار ماننے والوں میں سے تھی۔

''انٹرویو لینا چاہتی ہیں؟''

''آپ اتنے مشکل پسند کیوں ہیں؟''

''آپ مشکل بنا رہی ہیں۔ میری پرسنل لائف.....میں بھلا کیوں ڈسکس کروں؟''

''اٹس او کے سوری۔''

''اور کچھ..........؟''

معد نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے پوچھا اس کا چہرہ ایکدم ہی اتر گیا تھا۔

''جی نہیں شکریہ.....''

''ہم کلاس فیلو ہیں۔ اور اچھے ہی رہیں گے۔ باقی ساری باتیں اہم نہیں ہیں۔ میں کبھی پسند نہیں کرتا کہ گھر کے بارے میں باہر ڈسکس کرتا پھروں۔''

اس نے ایک نظر معد کو دیکھا اور اپنی فائل، بکس اور شولڈر بیگ اٹھاتے ہوئے بولی۔

''تھینکس آ لوٹ۔ اگر کچھ برا لگا تو سوری۔''بس اپنے دل سے ساری غلط فہمی نکال دیجئے۔

اور اس کی بات کا جواب دیئے بنا آگے بڑھ گئی اور وہ اس کی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کو مائرہ کا یہ انداز بہت اچھا لگا تھا اور گزرتے وقت کے ساتھ آنے والے دنوں میں بہت اچھے دوست اور بہت کچھ بن گئے تھے.....



اس نے بہت کوشش کی لیکن نیند کسی طرح مہربان ہو کے نہ دی۔ پہلے کروٹ پہ کروٹ بدلتی رہی۔ جب بدن دُکھنے لگا تو تکیے کے سہارے بیٹھ گئی اور پچھلے دو گھنٹے سے وہ اسی طرح بیٹھی تھی۔ ذہن خالی بھی نہیں تھا۔ اور کسی طرح سوچ پر گرفت مضبوط بھی نہیں ہو رہی تھی۔

بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ آخر اس طرح کیوں بیٹھی ہے۔

ایک پل میں سیڑھیوں سے گرنے کا تصور تو فوراً ہی دوسرے پل اس کا معذرتی لہجہ آئی ایم سوری۔

دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ ہیلو کہنا اور اگلے ہی پل نیلگوں آنکھوں میں اٹھتا جوار بھاٹا۔

کوئی ایک تصور مسلسل قائم نہیں رہ پاتا پھر ......پھر میں کیا چاہتی ہوں۔

''شاید زندگی میں پہلی بار مجھے اگنور ہونا اچھا لگا۔''

خاموشیاں سرگوشیوں کا روپ دھار گئیں۔

''معد کمال۔''

بہت دیر بعد اس کے ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی۔

''کیا تم میری آنکھوں سے نیند چرانے کے سزاوار ہو۔''

''اوہ نو! یہ کیسے ممکن ہے بھلا۔''

اس نے چکرائے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ پاپا کی نجانے کب کی کہی بات اسے یاد آئی۔

''ہر بات کے ہونے کا وقت مقرر ہے اور کبھی کوئی بھی بات اپنے مقررہ وقت سے پہلے یا بعد میں ممکن نہیں۔''

''یہ صحیح ہے۔''وہ اعتراف کرتے ہوئے سوچنے لگی۔

''زندگی میں ایسا کوئی موڑ آنے کے لیے بے شک وقت مقرر ہو لیکن یہ سب کسی بھی طرح مناسب نہیں.....''

''میں کیوں اس کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔''اس کے اندر سے آواز آئی۔

''میں کیا کروں۔''

اس نے بے بسی سے سر پٹخا۔ میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ میرے اندر ایسی ہلچل کبھی نہیں مچی تھی۔ اس کی گہری اور شفاف آنکھوں میں مجھے اپنا وجود ڈوبتا ہوا لگتا ہے۔

لاکھ راستہ بدلہ۔

لاکھ دامن جھٹکا۔

لاکھ نظر چرائیں۔

لیکن ہر راستے پر وہ موجود تھا۔

اور جب وہ موجود نہیں ہوتا تھا تو اس کی نظروں کی تپش تھی۔ جواب بھی مجھے اپنے آس پاس محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اچانک نمی اتر آئی۔ اور کناروں تک آنے کو تھی کہ وہ اپنے آپ سے لڑ بیٹھی۔

''حد ہے مائرہ رضا۔ پہلے ہی مقام پر رونے لگیں۔ بغیر شور مچائے۔ بغیر کوئی حربہ استعمال کیے۔ چہ چہ بڑے افسوس کی بات ہے۔کم از کم اپنا دفاع تو کرو۔ بعد میں نہ بزدلوں کی طرح ہتھیار ڈالتے ہوئے آنسو بھی بہا لینا۔''

''میں بزدل نہیں ہوں۔''

اس کا دل چاہا اتنی زور سے چیخے کہ اس کی آواز درودیوار سے نکل کر پورے شہر میں گونجنے لگے۔ لیکن اس نے بہت خاموشی سے تکیہ سیدھا کیا اور لیٹتے ہوئے دل ہی دل میں کہنے لگی۔

''میں نے کبھی اتنی جلدی اور آسانی سے ہتھیار نہیں ڈالے۔ اب بھی نہیں ڈالوں گی۔''

رات کے آخری پہر میں وہ سوئی تھی۔ جب ہی صبح آنکھ نہیں کھلی۔ کسی نے بھی اسے اٹھانے کی زحمت نہیں کی......البتہ جب ممی کسی سیمینار میں شرکت کے لیے جانے لگیں تو اس کے کمرے میں آئیں اسے بے خبر سوتا دیکھ کر اس کا کندھا ہلا کر پوچھنے لگیں۔

''مائرہ بیٹا آج تمہارا اٹھنے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟''

اس نے ذرا سی آنکھوں کھولیں اور کوئی جواب دیئے بغیر کروٹ بدل لی۔ ممی شاید اپنا فرض پورا کر چکی تھیں۔ اس لیے اسے اٹھانے کی مزید کوئی کوشش کیے بغیر چلی گئیں......''

جب اس کی آنکھ کھلی تو پہلی نظر گھڑی پر گئی تو حیران رہ گئی۔

ایک سے زیادہ ہو رہے تھے۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو ملازمہ نے اسے دیکھا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں بی بی۔''

ملازمہ اس کی سرخی مائل آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تشویش سے پوچھنے لگی۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ملازمہ اسے دیکھتی ہوئی کچن میں چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد جوس کا گلاس لیے حاضر ہوئی۔

''آپ جوس پی کر ٹیبلیٹ لے لیں۔ طبیعت کافی بہتر ہو جائے گی۔''

اس نے ٹرے اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''کچھ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔'' اس نے جوس کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

اس نے گلاس خالی کر کے میز پر رکھ دیا تو ملازمہ ٹرے اٹھائے خاموشی سے کچن میں چلی گئی۔

کچھ دیر تو وہ وہیں بیٹھی رہی۔ پھر کمرے میں آ گئی۔ کچھ دیر سوچتی رہی کہ اب کیا کرے لیکن کوئی کام کرنے کا موڈ نہیں ہوا۔ انتہائی بوریت محسوس کرتے ہوئے دوبارہ لیٹ گئی لیکن کسی پل سکون محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اس کمرے میں گھٹن محسوس کر کے وہ اٹھی۔ تیار ہو کر گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل آئی۔



''آج بہت گرمی ہے۔'' وہ ردا کے ساتھ کھلی فضا میں چلتے ہوئے کہنے لگی۔

''ہاں واقعی ہی برا حال ہے۔'' حالانکہ ابھی۔

ردا نے بھی اس کی بات کی زائد کی۔

''گرمی تو آنی ہی نہیں چاہیے۔''

''کیوں ؟ کیا موسموں پر تمہاری اجارہ داری ہے۔''

مائرہ ہنسی۔

''ایسا تو نہیں ہے۔ بس یوں ہی ۔'' اس نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔ اس کی یہی خوبی تو تھی فوراً اپنی غلطی مان لیتی تھی۔ پھر وہ وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''تم جب بہاولپور جاؤ گی تو یہاں کے بارے میں کیسی باتیں کرو گی؟''

''یہ تو وقت پر منحصر ہے۔ اچھا گزر گیا تو اچھی باتیں کروں گی۔''

وہ صاف گوئی سے بولی۔

''خدا کرے تمہارا وقت اچھا گزرے تاکہ تم اچھی یادیں لے کر جاؤ۔''

''کل یونیورسٹی کیوں نہیں آئی تھی؟''

ردا نے یوں پوچھا جیسے اچانک یاد آیا ہو۔ اور وہ ہنس پڑی۔

''یہ بات تو تمہیں میرے آتے ہی پوچھنی چاہیے تھی۔''

''میں یہی پوچھنا چاہتی تھی اور میرا خیال تھا تمہاری طبیعت خراب ہوگئی ہوگی۔ لیکن تمہیں فریش دیکھ کر جہاں اطمینان ہوا وہاں پوچھنا بھی بھول گئی۔

''چلو اب تم نے پوچھا ہے تو بتا دیتی ہوں کہ موڈ نہیں بنا تھا۔''

''اوہ اچھا۔''

پھر وہ یوں ہی ادھر ادھر ہی کی باتیں کرنے لگیں۔

''ہیلو ہاؤ آر یو......؟''

وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

اپنی پشت پر شناسا سی آواز ابھری۔ تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کا دل آنکھوں کے مدوجذر میں ڈوبنے لگا۔

''فائن تھینک یو۔''

دونوں یک زبان بولیں۔ اور مائرہ فوراً اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔ ردا اس کے اٹھنے کا ارادہ سمجھتے ہوئے خود بھی اس کی تقلید کرنے لگی۔

وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں اور وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

''بس یہی رویہ مناسب ہے......مجھے اس سے دور رہنا چاہیے۔ کلاس میں تو آمنا سامنا ضروری ہے۔''

اس نے سوچا اور خود کو داد دی۔



وہ اس کے تصور سے خود کو چھڑاتے ہوئے لیٹ گئی۔ لیکن اس کے تصور کا حصار اس کے گرد تنگ ہونے لگا تو وہ بے بس سی ہوگئی۔ وہ دعائیں پڑھتے ہوئے سو گئی اور نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

صبح اس کی آنکھ جلدی کھل گئی۔ ابھی اجالا پھیلا بھی نہیں تھا۔ اس نے سوچا کچھ دیر اور سو لے لیکن پھر وہ سونے کا ارادہ ترک کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اللہ کے پاک نام سے ابتدا کروں اور اس سے اپنے دل کی کیفیت کا سکون مانگوں۔''

وہ دل ہی دل میں سوچتی ہوئی اٹھ گئی۔ وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہوگئی۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اپنی غفلت پر بے اختیار ندامتوں کے موتی ہتھیلیوں پر گرنے لگے تھے۔

''اے اللہ! تو نے ہمیشہ مجھے میری بساط سے بڑھ کر نوازا اور میں کتنی بری ہوں کہ کبھی سجدہ شکر بجا لائی۔ میری کوتاہی، اس غفلت کو معاف فرما۔ میرے معبود اور میرے دل کو اپنے نور اپنی یاد سے منور فرما اور مجھے اس راستے پر ہمیشہ ثابت قدم رکھ بے شک تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔''

ہاتھ منہ پر پھیر کر اٹھی اور جاء نماز رکھ کر لان میں آ گئی۔ آسمان سے نکلتا سورج اپنی کرنوں سے کائنات کو منور کر رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح ابھی ابھی اس کا دل ایک الوہی کرن سے منور ہوا تھا۔ اس کے ہونٹ آپ ہی آپ مسکرانے لگے۔ پھر وہ کچن میں گئی اور جوس کا گلاس لیے کمرے میں آ گئی۔ اب اس کے پاس کافی وقت تھا۔ کچھ وقت اسٹڈی میں گزرا۔

سارا مقصد اس کا معد کے سحر سے خود کو بچانا تھا۔

جلدی اٹھنے کے کتنے فائدے ہیں۔ اطمینان سے سب کام ہوگئے۔ اس نے سوچا اور یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے لگی۔

آج شروع ہی میں اس کی لگاتار تین کلاسیں تھیں۔ اس لیے ایک بجے تک تو کسی بات کا ہوش ہی نہیں رہا۔ اس کے بعد ایک گھنٹے کا وقفہ ملا۔ تو وہ اور ردا ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ریفرشمنٹ کے لیے کینٹین کی طرف چل پڑیں۔ ردا کا پیریڈ فری تھا اور وہ باہر کھڑی مائرہ کا انتظار کررہی تھی۔ دونوں نے کھانے کی چیزیں لیں اور ساتھ میں لوک لے کر کونے والی ٹیبل پر جا بیٹھیں۔

''بہت سخت بھوک لگی ہے۔''

''ردا بیٹھتے ہی شروع ہوگئی۔ جبکہ اس نے کھانے سے پہلے یوں ہی ہال پر سرسری نظر ڈالی اور پھر دروازے سے داخل ہوتے معد پر لمحہ بھر کو اس کی نظریں ٹھہر گئیں۔ پھر فوراً سر جھٹک کر اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔

''مجھے یقین تھا آپ یہیں ملیں گی۔ اس لیے میں سیدھا یہیں چلا آیا۔'' وہ ان کی ٹیبل کے پاس رک کر اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اور وہ فوری طور پر کوئی جواب نہ دے سکی۔ قدرے نروس ہوکر ردا کو دیکھنے لگی۔

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔'' وہ اس کے نظریں چرانے کے باوجود وہیں بیٹھنے کی بات کرنے لگا۔

اسے لگا وہ مائرہ کا گریز سمجھ گیا ہے کہ وہ اس سے فرار حاصل کررہی ہے۔ اس لیے وہ جان بوجھ کر اس کو تنگ کررہا ہے۔

''شیور۔''

اس کے بجائے ردا نے کہا اور وہ فوراً بیٹھ گیا تو اس نے اپنی کوک بہت آہستگی سے اس کی طرف بڑھا دی۔

''نو تھینک یو۔''

اس نے کوک دوبارہ اس کے سامنے رکھ دی پھر کہنے لگا۔

''میں صرف تمہارے خیال سے آیا تھا۔''

''میرے خدا۔''

اس کے حلق میں برگر اٹک گیا۔ جیسے نیچے اتارے کے لیے لوک کا سہارا لیا تو ایکدم آنکھوں اور ناک میں پانی اتر آیا۔ پتا نہیں ٹشو کہاں چلا گیا تھا۔ جلدی میں دوپٹے کے پلو سے ناک اور آنکھیں صاف کرنے لگی۔وہ بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ سیدھی بیٹھی تو اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوکے۔ میں چلتا ہوں۔ شام میں آپ کا انتظار کروں گا۔''

اس نے بہت خاموشی سے اسے جاتے دیکھا۔

''کیا چکر ہے؟''

ردا کے پوچھنے پر وہ چونکی۔

''پتا نہیں۔''وہ بے خیالی میں بولی۔

''کیا مطلب؟ وہ تو یوں بات کر رہا تھا جیسے بہت گہرے تعلقات ہوں اور تم کہہ رہی ہو پتا نہیں۔''

''میں واقعی زیادہ نہیں جانتی وہ کیا چاہتا ہے۔ بس پہلے دن کچھ مذاق کے علاوہ تھوڑی سائیڈ لے لی تھی بلکہ یوں کہوں کہ حق کی بات کی تھی! بس یہ کہ کلاس فیلو ہے میرا۔ اس کے علاوہ وہ تو کچھ نہیں۔''

ردا بہاولپور سے مائیگریٹ ہوکر آئی تھی۔اس لیے وہ ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی کہ پہلے دن کیا واقعہ ہوا تھا۔

''ویسے خاصا ڈیسنٹ بندہ ہے۔''

ردا کے لہجے میں شوخی ضرور تھی لیکن انداز چھیڑنے والا نہیں تھا جب ہی وہ اعتراف

کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''وہ تم سے دوستی نہیں کرنا چاہتے.....؟''

''پتا نہیں۔''

''کیوں......؟''

ردا نے پوچھا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

''بس ہم کلاس فیلو ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو۔''

وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑی۔ پھر گھڑی دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ارے ابھی تو کچھ وقت ہے۔''ردا اسے اٹھتے دیکھ کر کہنے لگی۔

''ہاں لیکن اب سر زاہد کی کلاس ہے جو ایک لمحے کی تاخیر پسند نہیں کرتے اس سے بہتر ہے کہ ہم پہلے کلاس میں چلے جائیں۔''

''ٹھیک کہتی ہو۔''ردا بچی ہوئی کوک کو ایک گھونٹ میں حلق سے اتار کر کھڑی ہوگئی۔

دونوں کلاس کی طرف چلی آئیں۔



وہ شام کو جان بوجھ کر اس سے ملنے نہ گئی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی طرف سے اس کی حوصلہ شکنی ہی کرتی رہے گی تاکہ وہ اسے مخاطب کرنا ہی چھوڑ دے۔ بے وقوف تھی وہ جو اس کی حوصلہ شکنی کا سوچ رہی تھی۔ پہلے اپنے آپ کو سمجھاتی جو اپنی ذات میں مقید ہوکر ایک پل کے لیے سکون سے نہیں بیٹھ سکی تھی۔ مسلسل اس کا خیال۔

اس کی نیلگوں آنکھوں میں انتظار کے دیپ جل رہے ہوں گے۔

وہ راہ تک رہا ہوگا۔

اور وہ مایوس ہوگیا ہوگا۔

''میں کیا کروں۔''

بے بسی سی بے بسی۔ گھڑی کی طرف دیکھا تو سات سے زیادہ ہو رہے تھے۔ اٹھ کر وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑی ہوگئی۔

اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آنکھوں سے نمکین پانی کا سیلاب امڈ آیا۔ ہونٹوں کی کپکپاہٹ اس کی کیفیت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ اس نے اپنے اندر تمام تر ہمتیں مجتمع کرتے ہوئے دعا کے لیے لبوں کو حرکت دی۔

''اے کائنات کے مالک تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔

میں تیری نافرمان بندی ہوں۔ مجھے تو دعا مانگنے کا ٹھیک سے سلیقہ بھی نہیں آتا.....میں نہیں جانتی مجھے کیا ہوگیا ہے ......میں جتنا اس سے بھاگ رہی ہوں وہ اتنا ہی میرے دل و دماغ اور ذہن پر چھا رہا ہے ......میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتی ہوں۔ میں اپنی چاہت تیری چاہت میں دیتی ہوں ......میرے لیے راہ آسان کر اور مجھے اس رستے پر چلا جس میں میری بھلائی ہو۔ یااللہ مجھے اپنا سہارا دے۔ رحم فرما مجھ پر......میں تیری کمزور سی بندی ہوں۔ میں نہیں جانتی کیا اچھا ہے اور کیا برا ......میرے لیے آسانیاں پیدا کر۔ اے رب کائنات۔

اس کی آنکھیں برس رہی تھیں اور خاموش لبوں کی حرکت اپنے خدا سے اپنے لیے اچھائی اور بھلائی کی دعا مانگ رہی تھی۔ اس نے اپنا فیصلہ اپنی چاہت مالک کی مرضی پر چھوڑ دی۔ تھی۔

''اے خدا مجھے صبر عطا فرما تو اپنے بندوں کو اس کی ہمت سے زیادہ نہیں آزماتا۔ تو اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا......''

اس نے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے ہوئے گریبان میں پھونک ماری اور دوپٹے کے پلو سے چہرہ پونچھا۔

اس کے بعد وہ بے دم سی ہوکر بیڈ پر گر گئی اور آنکھیں بند کرکے لیٹ گئی اور پھر آنکھوں پر بازو رکھ لی۔

اسے اپنے اندر عجیب سا اطمینان اترا ہوا محسوس ہوا اور رگ و پے میں سکون کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس پل اس نے خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا۔

پھر وہ دعائیں پڑھتی پڑھتی نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔



کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ وہ ہارنے لگی۔ ایک ہی جگہ پر پڑھتے ہوئے مسلسل اس کی نظروں سے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں تھا۔ وہ اس سے چھپ نہیں سکتی تھی۔ اور کبھی کلاس کے بعد چھپنے کی کوشش کرتی وہ اسے ڈھونڈتا ہوا چلا آتا۔ اور کبھی شکوہ بھی نہیں کیا کہ اس سے کتراتی کیوں ہے۔ بارہا اس کے انوائیٹ کرنے پر آئی کیوں نہیں۔ جب سامنا ہوتا وہ سوچتی ابھی کہے گا۔ میں کل تمہارا انتظار کرتا رہا۔لیکن وہ گزرے کل کی کوئی بات نہیں دہراتا تھا۔ ہمیشہ آنے والی کل کی بات کرتا۔ اسے دیکھتے ہی کہتا۔

اسے کہتا۔

''آپ کل آؤ گی ناں۔''

وہ حیران ہوتی۔ پشیمان بھی اور بالآخر ناں کرتے کرتے ایک دن ہاں کر بیٹھی اور جس روز ہاں کی اس روز آخری کوشش کے طور پر کچھ دنوں کے لیے یونیورسٹی نہیں گئی۔ گوکہ اسکا دل ان پابندیوں سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ پھر بھی وہ دل پر جبر کرکے یونیورسٹی نہیں گئی۔

ممی پاپا نے پوچھا یونیورسٹی کیوں نہیں جارہی تو کہہ دیا موڈ نہیں۔

کچھ دن گھر میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے ممی پاپا ویسے بھی بے جا پابندیوں کے خلاف تھے۔ ان کا کہنا تھا جب بچے جوان اور سمجھدار ہوجائیں تو اپنا اچھا برا وہ خود جانتے ہیں۔ اور انہیں مائرہ پر پورا اعتبار تھا کہ وہ کچھ غلط نہیں کرے گی۔ کیونکہ اس کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا اسکینڈل نہیں آیا تھا وہ خود بھی ریزرو رہنے والی لڑکی تھی۔ نہ زیادہ دوستیاں تھیں اور نہ ہی والدین کے ساتھ کسی تقریب میں شرکت کرتی۔

وہ اپنے گھر میں رہ کر خوش رہتی تھی۔ موڈی طبیعت کی مالک تھی اور موڈ کے مطابق ہی

چلتی تھی۔ ایک اچھی عادت اس کی یہ تھی وہ کبھی دوسروں کو اپنی مرضی کے مطابق نہ چلاتی۔



پورے پندرہ دن بعد جب وہ یونیورسٹی آئی تو پہلے ہی مقام پر پتا نہیں وہ اس کے انتظار میں کھڑا تھا یا یونہی بے سبب۔ بہرحال اس پر نظر پڑتے ہی دل و ذہن کے دریچوں پر دھیرے دھیرے دستک ہونے لگی۔

ترے خیالوں سے دامن بچا کے دیکھا ہے
دل و نظر کو بہت آزما کے دیکھا ہے
نشاط جاں کی قسم، تو نہیں تو کچھ بھی نہیں
بہت دنوں تجھے ہم نے بھلا کے دیکھا ہے

وہ ہمیشہ ہنسی خوشی ہتھیار ڈالنے کی عادی تھی۔ لیکن پہلے مقام پر کبھی نہیں۔ جب تک سمجھتی کہ ہونی کو انہونی یا انہونی کو ہونی کرسکتی ہے تب تک اپنے دفاع کے لیے ہر حربہ استعمال کرتی تھی۔ اپنی آخری کوشش کے بعد جب یقین ہوجاتا کہ وہ حالات کو اپنے حق میں نہیں لاسکتی یا اس کے مقدر میں ایسا کچھ لکھا ہے تب وہ ہتھیار ڈالتے ہی اپنے اندر ایک نیا عزم پیدا کرلیتی تھی۔ اب بھی یعنی زندگی کے موڑ پر بھی وہ گزشتہ ایک ماہ سے کوشش کررہی تھی اپنا دفاع کرنے کی لیکن اوپر والے کو پتا نہیں کیا منظور تھا کہ نہ تو معد اس کے رویے سے مایوس ہوکر راستے سے ہٹا تھا اور نہ وہ اپنے دل کو سمجھا سکی تھی۔ اور اس کی اب تک زندگی میں یہ پہلا موقع تھا۔ وہ ہتھیار ڈالتے ہوئے رو رہی تھی۔ اس کے آنسو موتیوں کی صورت پلکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر میز کی شفاف سطح پر چمک رہے تھے۔ وہ کچھ دیر تک اسے روتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی ہتھیلی اس جگہ پر جہاں اس کے آنسو گر رہے تھے رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں تم سے رونے کا سبب نہیں پوچھوں گا لیکن پلیز اس طرح مت روؤ۔ مجھے بے حد دکھ ہورہا ہے۔''

اور وہ شکست خوردہ تھی۔ تلخ ہوگئی۔ اس سے لڑ بیٹھی۔

''کیوں......کیوں سبب نہیں پوچھو گے؟''

''اس لیے کہ......''

وہ سمجھ نہیں پایا کہ کیا کہے۔

''چپ کیوں ہوگئے۔ بولو مجھے بتاؤ۔ کیا تم سب کے ساتھ ایسے ہو۔ یا صرف میرے ساتھ ایسا رویہ روا رکھا ہے تم نے۔اول روز میں تمہیں نظرانداز کرتی ہوئی گئی۔ تم نے پوچھا نہیں اس کے بعد میرا گریز پھر بارہا تم سے ہامی بھرنے کے باوجود میں نے تمہیں انتظار کی اذیت کے سوا اور کچھ نہیں دیا۔ لیکن تم نے کبھی سبب نہیں پوچھا۔ کیوں......؟''

وہ اور شدت سے رونے لگی۔

''تمہارے ہاتھوں میں کیسی آس کی ڈوری ہے جو اس تمام عرصے میں پھسلی نہیں۔ ٹوٹی نہیں۔''

''یہ ڈور تو میری سانسوں کے ساتھ بندھی ہے۔ ٹوٹ جاتی تو باقی کیا بچتا۔''

اس کے آزردہ لہجے پر وہ بھیگی پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

تو وہ کہنے لگا۔

''تمہیں شاید نہیں، میں نے تمہیں کہا تھا کہ مجھے تمہارے ہاتھوں اگنور ہونا اچھا لگا۔ اسی طرح تمہارا گریز اور تمہارا بخشا ہوا انتظار بھی اچھا لگتا تھا اور جو بات اچھی لگی اس کا سبب نہیں پوچھتے بس آنکھوں کے رستے دل میں اتار لیتے ہیں۔''

اس کا مطلب ہے تمہیں میرا رونا بھی اچھا لگ رہا ہے۔ وہ روتے لہجے میں بولی۔

''نہیں۔''

وہ اس کی اپنائیت بھری خفگی پر ہلکے سے مسکرایا۔

''میں تمہارے رونے کا سبب جان گیا ہوں پھر پوچھنے کا کیا سوال۔''

''کیا جان گئے ہو؟''

''یہی کہ تم اپنے آپ سے لڑتے لڑتے ہار گئی ہو اور صرف تم ہی نہیں مائرہ میں بھی

اپنے آپ سے بہت لڑا ہوں۔ بہت سمجھایا اپنے آپ کو۔ لیکن یہ جو پاگل دل ہے ناں یہ کچھ بھی سننے کو تیار نہیں ہوا۔ بارہا سوچا۔ واپس چلا جاؤں۔ شاید تم سے دور رہ کر تمہارے خیال سے دامن بچا سکوں۔ لیکن......''

وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔ پھر اس کی بے حد خاموش آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو تمہارے لیے باعث دکھ، تکلیف یا خود اپنے لیے باعث ندامت یا ملامت ہو۔ بس اتنی آرزو ہے جتنا عرصہ ہم ساتھ ہیں میری زندگی کے خاموش صحرا میں اپنی مسکراہٹوں کے پھول کھلا دو تاکہ میری بقیہ زندگی ان پھولوں کی آبیاری میں باآسانی کٹ سکے۔''

''یہ سب میرے اختیار میں بھی کب ہے۔''

''میں سبب نہیں پوچھوں گا۔''

وہ مسکرایا اور اس کی شاکی نظروں سے دیکھنے پر کہنے لگا۔

''اس لیے کہ میں جانتا ہوں۔''

''کیا جانتے ہو؟''

''یہی کہ تم مشرقی لڑکی ہو اور مشرقی بیٹیاں اپنے فیصلے خود نہیں کرتیں بلکہ والدین کرتے ہیں۔ بے شک انہیں آزادی حاصل ہوتی ہے لیکن ان کی زندگی کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنی لگائی ہوئی حد پابندیاں کبھی نہیں توڑتے۔''

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا اور اگر یہی بات اس کے والدین بھی کہتے تو وہ اعتراف کرتے ہوئے خوش ہوتی لیکن ان کی طرف سے کبھی کسی ایسی بات پر روک ٹوک ہی نہیں تھی یا پھر کہ وہ خود اس طبیعت کی مالک نہ تھی۔ اس کی زندگی ان سب فضول باتوں سے الگ تھلگ رہی تھی۔ مگر اب......وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے سامنے مجبور کیوں ہوگئی تھی۔ وہ بہت بے بس تھی اس کے سامنے۔ اس کے باوجود وہ اس کے سامنے اپنا دفاع کرتے ہوئے بولی۔

''میں آج تک کسی ایسے راستے پر نہیں چلی کہ میرے ممی پاپا کو مجھ سے شکایت ہو......نہ

ہی کبھی اپنے راستے سے بھٹکی ہوں۔''

''چلو تم نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔'' وہ اس کی بات مان گیا تو وہ کہنے لگا۔

''جب آپ میرے بارے میں سب جانتے ہیں تو پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو......''

''میں نے کہا ناں.....میں آپ سے کچھ نہیں چاہتا۔ اتنا یقین کر لو۔ معد کمال ایک بے ضرر سا بندہ ہے۔ اس خوف سے اس سے گریز مت کرو کہ وہ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے گا، کبھی نہیں۔ اور پلیز اب مزید مجھے اگنور مت کرو اور نہ ہی مجھے انتظار گاہ پر کھڑا کر کے خود غائب ہو جاؤ۔ میں جانتا ہوں ایسا کر کے تم خود بھی سکون سے نہیں رہتیں۔''

وہ ایک دم ہی آپ سے تم پر اتر آیا۔ لمحوں میں تکلف کی دیواریں گرا دیں۔ اس کا لہجہ بہت ہی بھرپور تھا۔ شدتوں سے چور۔

''آپ کو کیسے پتا؟''

اعتراف بھی تھا اور اچھنبا بھی۔

''بس میں جانتا ہوں۔ جھوٹ ہے تو کہو؟''

''آپ ہر بات کیسے جان لیتے ہیں؟''

''سب کے بارے میں تو نہیں تمہارے بارے میں دعویٰ کر سکتا ہوں۔''

اس سے پہلے کہ وہ اس کی کیفیات کے بارے میں مزید انکشاف کرتا وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اب چلیں بہت دیر ہو گئی ہے۔''

''ڈرتی ہو؟''

وہ اس پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔

''کس سے......؟''

''مجھ سے کہ کہیں میں تم میں دراڑیں نہ ڈال دوں۔ تم جو ندی کے اس طرف کھڑی ہو۔ تمہارا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف نہ کھینچ لوں۔''

''نہیں۔''

وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔

''ابھی تم نے خوداعتراف کیا ہے کہ ہم مشرقی لڑکیاں اپنے والدین کے فیصلے پر سر جھکاتی ہیں۔ پھر آپ نے مجھے ایسا کیوں سمجھ لیا۔ اور رہی ہاتھ پکڑ کر کھینچنے کی بات تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں ۔ اگر میں گریز کروں بھی تو آپ خود کھنچے چلے آؤ گے۔''

''آئی ایم سوری۔تمہیں شاید میری بات بری لگی۔''

''نہیں۔''

وہ اپنے ایک دم جذباتی ہو جانے پر دل ہی دل میں ندامت محسوس کرتے ہوئے بولی۔

''اچھا چلوتمہیں اعتراض نہ ہو تو میرے ساتھ میرے کمرے میں چلو۔ میں تمہیں بہت اچھی سی چائے پلاؤں گا۔''

''جب تمہارے ساتھ یہاں تک آ گئی ہوں تو تمہارے کمرے میں جانے پر کیا اعتراض کروں گی۔''

''گڈ۔''وہ اس کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔

دونوں یونیورسٹی سے نکلے تو مری مری سی دھوپ میں گرمی کی وہ شدت نہیں تھی فلیٹ، زیادہ دور نہیں تھا اور پھر اب تو وہ ساتھ تھی جس کے ساتھ وہ بقیہ تمام عمر کی مسافت کی خواہش رکھتا تھا اور جانتا تھا شاید ممکن نہ ہو۔ اس لیے تھوڑی مسافت ہی غنیمت لگی۔ ایک سرشاری کے عالم میں راستہ طے کیا اور جب اس کے ساتھ اپنے کمرے میں داخل ہوا خاصا شرمندہ ہوگیا۔ کمرے کی حالت انتہائی خراب تھی۔

''پلیز ایک منٹ۔''

اس نے کہا اور جلدی جلدی پھیلی ہوئی چیزیں سمیٹنے لگا۔ وہ کھڑی دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ یہ خیال ہی نہیں آیا کہ اس کی مدد ہی کردے۔ چیزیں سمیٹ کر وہ چائے بنانے کچن کی طرف چلا گیا۔ تو وہ کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

اسی وقت وہ چائے لے کر آ گیا۔تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''میری بدسلیقگی کا جائزہ لے رہی تھیں تم؟''

''ہاں،نہیں۔نہیں۔''وہ سرنفی میں ہلانے لگی۔

''گھر عورت کے دم سے ہوتا ہے۔''اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''ہوسٹل میں جگہ نہیں ملی تھی تو فی الحال یہاں شفٹ ہوگیا۔امید ہے جلد ہی ہوسٹل میں شفٹ ہو جاؤں گا۔تو کم از کم کمرے کی صفائی کی ٹینشن تو نہیں رہے گی۔''

''ہوں۔''اس نے لبوں کو بھینچتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال یہ ہے کہ میں چائے اچھی بناتا ہوں۔اب پتا نہیں تمہیں کیسی لگتی ہے؟''

وہ کپ اسے تھما کر سامنے کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ پھر جیسے ہی اس نے پہلا گھونٹ پیا پوچھنے لگا۔

''کیسی ہے......؟''

وہ ہنس پڑی۔

''چائے واقعی ہی اچھی ہے۔''

''تھینکس گاڈ، ورنہ مجھے ہمیشہ افسوس رہتا کہ میں تمہیں اچھی سی چائے بھی نہ پلا سکا۔''

وہ قصداً کچھ نہیں بولی۔ اس کی بات سنی ان سنی کرکے چائے پینے لگی۔ پھر آخری گھونٹ پینے کے بعد ہی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور کہنے لگی۔

''ایک بات پوچھوں......؟''

''تم ہر بات بلاجھجک پوچھ سکتی ہو۔''

وہ اسے مان دے رہا تھا۔ پھر بھی وہ فوراً کچھ نہیں کہہ سکی۔ پہلے ہاتھ میں پکڑا خالی کپ سائیڈ میں ٹیبل پر رکھا۔

''میں یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ آپ ملتان سے پڑھنے یہاں آئے ہو۔ اس کی کیا وجہ

ہے؟''

وہ ہلکے سے مسکرایا۔

''کاش ہم بہت پہلے کہیں ملے ہوتے تو اس وقت میں کہتا تمہاری خاطر، البتہ اب جو بھی مجھ سے پوچھے گا میں یہی کہوں گا کہ مجھے تمہاری کشش یہاں کھینچ لائی ہے۔''

''آپ خوب صورتی سے میری بات ٹال رہے ہیں؟''

''افوہ۔'' وہ خجل سا ہوکر سوچتا ہوا بولا۔

''تمہاری بات کے جواب میں کہنے کو کچھ نہیں ہے۔ بس یہ کہ میری خواہش یہاں کھینچ لائی۔''

''اگر ایسی کوئی بات ہے جو آپ بتانا نہیں چاہتے۔ تو پلیز۔ اس بات کو یہیں دفن کردو۔'' وہ اسے سوچتے دیکھ کر بولی۔

''یہ بات نہیں ہے جانیہ......!!!!''

''جانیہ......''

اس نے زیرلب دہرایا۔

''اچھا نام ہے نا، پسند آیا......؟''

''ہوں مگر......؟''

''میں تمہارے تصور سے باتیں کرتا تھا ناں تو تمہیں بہت منفرد سا نام دینا چاہتا تھا اور پھر جانیہ......کتنا اچھا ہے ناں......جان سے جانیہ......''

وہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔ کہا کچھ نہیں۔

''اب تو جو بات بھی ہوگی صرف تم سے ہی ہوگی......تم ہی میری دوست، محبوب اور ہم راز ہوگی۔ پھر پردہ داری کیوں......؟''

اس بار بھی صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں اس کے پاس۔ پھر جیسے ہی گھڑی پر نظر پڑی ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میرے خدا اتنی دیر ہوگئی۔''

''تمہیں کون سا دور جانا ہے۔''

''پھر بھی اتنی دیر تک یونیورسٹی اور گھر سے غائب رہنا اچھی بات نہیں ہے۔'' وہ فکرمندی سے بولی۔

''چلو میں تمہیں چھوڑ آؤں۔'' وہ اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوگیا۔

''نہیں۔آپ بس دروازے سے دیکھیں میں چلی جاؤں گی۔''

''او کے۔''وہ دروازے میں آ کھڑا ہوا اور جب گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے مڑ کر اس نے ہاتھ ہلایا تو وہ ایک غیراختیاری حرکت کرتے ہوئے فوراً سنبھل گیا اور وہ سمجھ کر جلدی سے آگے بڑھ گئی۔

اس نے خود سے عہد کیا تھا آج کے بعد وہ یوں اس کے فلیٹ پر نہیں آئے گی لیکن وہ کب تک اپنے ارادوں میں مضبوط رہتی یہ تو وقت پر منحصر تھا۔

جذبے اختیار میں کب ہوتے ہیں۔ یہ تو بے بس کردیتے ہیں اور وہ بھی تو بے بسی کی حدوں کو چھو رہی تھی۔



زندگی میں جب خوشگوار لمحے در آئیں تو پتا نہیں وقت کو پر کیوں لگ جاتے ہیں۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو جاتی فائنل ایئر کے بعد وہ الگ ہوجائیں گے اور وہ ......

اس سے سوچیں دم توڑ دیتیں تو وہ سر جھٹک کر خود کو کسی اور دھیان میں مصروف کرلیتی۔

ان دنوں اس کے اندر سارے موسم ایک جیسے تھے۔ یا ایک ہی موسم آ کر ٹھہر گیا تھا۔

رنگوں اور خوشبوؤں کا موسم۔

جس نے اس کے چہرے کی شادابی میں مزید اضافہ کردیا تھا۔

کلیاں چٹکتی فضائیں مہکتی سب بہت اچھا لگتا اور اس کا دل چاہتا وہ ان کے سنگ سنگ سفر کرے۔

اور جب اس نے اپنی یہ کیفیت ردا کو بتائی تو اس نے شریر سے لہجے میں پوچھا۔

''یہ موسم تمہارے دل کا موسم ہے مائرہ اور سچ سچ بتاؤ تمہارے دل کی کلیوں کو چٹکانے والا کون ہے؟''

''ابھی کوئی نہیں ہے جو بھی ہوا سب سے پہلے تمہیں بتاؤں گی وعدہ۔''

وہ صاف طور پر بات ٹال گئی۔ اور ردا اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک دیکھ کر خاموش رہ گئی۔

ویسے بھی اس کی عادت نہیں تھی کسی کے معاملے میں دخل اندازی کرنے کی۔

وہ ایک ماہ بعد بہاولپور سے واپس آئی تھی۔ اس کی والدہ شدید بیمار تھیں۔ اس لیے معد اور مائرہ کے جذبے اس سے پوشیدہ تھے۔ اس وقت تو وہ ٹال گئی لیکن آنے والے دنوں میں راز نہ رکھ سکی۔

اس کے چہرے پر قوس وقزح کے رنگ بکھیرے ہوتے اور وہ ادھ کھلے گلاب کی طرح انتہائی حسین اور دلکش نظر آتی ۔ یہ سارا کمال ان جذبوں کا تھا جو اس کے اندر بسیرا کر کے بیٹھ گئے تھے۔ اس کی دھڑکنوں کو منتشر رکھتے اور انوکھے احساس جاگزیں ہوتے۔

ردا نے ہنس کر کہا۔

''میں نہ کہتی تھی کچھ دال میں کالا ہے لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ ساری دال ہی کالی ہے۔ لیکن خوشی اس بات کی ہے کہ معد کمال رانا اچھا لڑکا ہے۔ بہت نائس۔ تمہارے ساتھ بہت فٹ رہے گا۔ بلکہ زبردست کپل ہوگا۔ تم دونوں کا۔ میری دعا ہے تم ہمیشہ یوں ہی ہنستی مسکراتی محبتوں کے پنگھوڑے میں جھولتی رہو۔ آمین۔''

''شکریہ ردا۔'' اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں محبت ، جذبوں کی شدت تھی۔

ردا اس کو دیکھتی رہ گئی۔ محبت انسان کو کتنا بدل دیتی ہے۔ اس کا احساس اسے مائرہ حسن رضا کو دیکھ کر ہوا تھا۔



آج وہ یونیورسٹی لیٹ آئی تھی۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ بس معد کی وجہ سے آئی تھی۔ اسے دیکھے بغیر اسے چین نہیں پڑتا تھا۔ ایک پل کی دوری عذاب بن کر گزرتی تھی۔

وہ اسے تلاش کرتی ہوئی مطلوب جگہ پر پہنچی تو وہ سامنے لان میں بیٹھا جانے کس سوچ میں گم تھا۔ اسے دیکھ کر چونک سا پڑا۔

''ہیلو' جانیہ بڑی خوشدلی سے بولی اور اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

''کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں۔ خیریت اتنی گہری سوچوں میں گم بیٹھے ہو۔''

''بس یوں ہی سوچ رہا تھا۔ تمہارا نمبر کیوں آف جا رہا تھا۔''

''تم نے کال کی تھی؟''

''ہاں مگر آف تھا۔''

''خیریت؟''

اگر تم مزید کچھ دیر نہ آتیں تو میں نکل جاتا۔ صرف تمہاری وجہ سے بیٹھا تھا۔

''کہیں جانا ہے؟''

''ہاں۔''

''کہاں۔''

''میرا ایک بہت قریبی دوست آ رہا ہے۔ اسے پک کرنے ایئرپورٹ جا رہا ہوں۔''

''کس کے ساتھ اور کیسے......؟''

''ٹیکسی سے، اکیلا......''

''میں ساتھ چلتی ہوں گاڑی بھی ہے ڈونٹ وری۔''

وہ اسے خاموش دیکھ کر عجیب کشمکش میں تھی وہ کیا کہتا ہے۔ لیکن وہ تو جیسے بولنا ہی بھول گیا تھا۔

''کیا ہوا......؟''

''کچھ نہیں''اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر......؟''

''نہیں تم رہنے دو۔ میں چلا جاؤں گا۔''

''کوئی اعتراض ہے میرے ساتھ جانے میں۔''

''تمہیں زحمت ہوگی۔''

''تم ساتھ ہونا تو کچھ نہیں ہوگا بلکہ اچھا لگے گا تمہارے ساتھ سفر کرنا۔''

اس نے چند لمحوں کو سوچا۔ اور پھر بولا۔

''چلو۔''

''کب نکلنا ہے۔''

''ابھی، فلائٹ کا ٹائم قریب ہے۔ اور ایئر پورٹ کافی دور ہے۔ اور یہاں کے راستوں سے بھی ناواقف ہو۔''

اور سچ مچ وہ یہاں کی سڑکوں سے ناواقف تھا راستے تو جانیہ کو بھی اچھی طرح معلوم نہیں تھے۔مگر اس کا خیال تھا وہ پہنچ جائے گی لیکن وہ اکثر راستے بھول جایا کرتی تھی۔

اور یہ ہی ہوا۔ پوچھ پوچھ کر وہ لوگ ایئر پورٹ پہنچ گئے۔مگر راستے میں اچھا خاصا وقت ضائع ہوا تھا۔ فلائیٹ آ چکی تھی لوگ اپنا سامان لے کر باہر آ چکے تھے۔

''معد۔''

عمار نے اس کے سامنے آ کر پکارا۔ جبکہ وہ رخ دوسری طرف کیے اسے تلاش کر رہا تھا۔

وہ معد کے گلے لگ گیا اور دونوں کتنی دیر بغل گیر رہے۔

تب معد نے اسے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''یا کوئی اور بھی ہے ساتھ۔''

''کون......؟''

وہ ایک دم چونکا اور اس کی نظروں میں ایک خوب صورت سی لڑکی آ گئی۔ وہ ایک دم

مسکرائی۔

''اوہ سوسویٹ۔ بھابی۔ یار تم نے بتایا بھی نہیں واٹ اے سرپرائز۔''

وہ نان اسٹاپ بولتا گیا۔ معد حیرانی سے اس کی صورت تکے جارہا تھا۔ جبکہ جانیہ اس کی باتوں پر شرما گئی۔

''یار اتنا تیز مت دوڑ رک جاؤ۔ میری کلاس فیلو ہے۔ تمہیں پک کرنے آئی ہے۔ میرے ساتھ۔ میں اس شہر میں اجنبی اور راستوں سے ناواقف۔''

''اوہ، سوسوری۔'' اس نے جانیہ سے سوری کی۔

''کوئی بات نہیں بھائی۔'' اس نے مسکرا کر اس کی خجالت مٹائی۔

''خیر اب چلیں۔''

''سوری یار میں تمہیں انفارم نہیں کرسکا۔ ماموں کسی دوست کو ڈراپ کرنے ایئرپورٹ آئے تھے اور اچانک مجھ سے ملاقات ہوگئی تو مجھے ساتھ چلنے کے لیے اصرار کیا۔ جبکہ میں نے بتایا بھی میں ملتان جاؤں گا سیدھا لیکن وہ ناراض ہوکر بولے جب میں یہاں ہوں تو غیروں کی طرح یوں کیوں جاؤ گے۔ بس یار رشتوں کو نبھانا پڑتا ہے۔ ان سے ملاقات نہ ہوتی تو سیدھا نکل جاتا مگر اب ۔

''ڈونٹ وری یار۔ ملاقات تو ہوگئی۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ ویسے بھی پانچ سال سے دیدار نصیب نہیں ہوا تھا۔''

وہ اس کے گلے ملتے ہوئے بولا۔

''کچھ دیر رک جاؤ بلکہ میرے ساتھ ماموں کے گھر چلو ڈیفنس۔''

''نہیں یار، جانیہ کے گھر پہنچنا ہے۔دیر ہوجائے گی پھر سہی۔''

''اگر میں کل لیٹ گیا تو مل کر جاؤں گا تمہیں۔ ورنہ ملتان ہی ملاقات ہوگی۔''

''اوکے جیسے ممکن ہوا۔'' معد نے کہا۔

''بس اب چند گھڑیوں کی ملاقات میں محترمہ سے بھی کوئی بات نہیں ہوسکی ورنہ تفصیلی

گفتگو ضرور کرتے۔''

''کوئی بات نہیں۔ جانتی ہوں کتنا مختصر وقت ملا آپ کو۔ اگر رکیں تو بتایئے گا پھر ضرور ملاقات ہوگی۔''

''جی ضرور تھینک یو۔''

دونوں مسکرا پڑے تو جانیہ معد کے ساتھ گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تو معد نے پوچھا۔

''راستے یاد ہیں؟''

''کچھ کچھ۔''

''پھر کیسے پہنچیں گے؟''

''تم بھی تو ساتھ ہو۔ کچھ تمہیں یاد ہوں گے۔ پہنچ ہی جائیں گے۔''

''جانیہ میں راستوں سے ناواقف ہوں اور اندھیرا بھی پھیل رہا ہے۔''

''ایئرپورٹ تو وہ لوگ پوچھ کر منزل تک پہنچ گئے لیکن واپسی میں وہ بھٹک کر رہ گئی۔''

کئی بار گاڑی روک کر لوگوں سے راستہ پوچھا بھی مگر کسی اور رستے پر نکل آئے۔ بہت اندھیرا پھیلتا دیکھ کر وہ سچ مچ گھبرا گئی۔

''اب گھر کس طرح پہنچیں گے۔''

اس نے ساتھ بیٹھے معد سے پوچھا۔

جانیہ کا چہرہ فق ہو رہا تھا اور معد سے شرمندہ بھی۔ اس نے رفتار دھیمی کر کے مخاطب کیا۔

''میں نے تمہیں بہت پریشان کیا۔''

''ایسی کوئی بات نہیں۔''معد نے ہنس کر کہا۔

''ویسے لوگوں کو گمراہ کرنا خوب جانتی ہو تم۔ گاڑی روک دیجئے۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر آ رہا ہوں۔ کسی طرح منزل پر پہنچ ہی جائیں گے۔''

''جانیہ فوراً اس کی بات مان گئی اور سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ معد فرنٹ سیٹ

پر آگیا۔''

وہ دعائیں پڑھ رہی تھی کہ گھر خیریت سے پہنچ جائے۔

معد کسی نہ کسی طرح پوچھ کر گاڑی اس سڑک پر لے آیا جو ان کے گھر جاتی تھی۔ اب آسانی سے جانیہ نے اسے گھر کا راستہ بتا دیا۔

''میں تمہیں پہلے فلیٹ پر ڈراپ کرتی ہوں پھر گھر جاؤں گی۔''

''پھر بھٹک جاؤ گی تو میں ساتھ نہیں ہوں گا۔''

''یہ راستہ ازبر ہے مجھے۔ بس وہاں بھی تھوڑی گڑبڑ ہوگئی ورنہ.....''

اس نے شرمندگی سے کہا۔

''میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ تم نادم ہو جاؤ۔ جیسٹ اے جوک جانیہ۔''

''خیر چھوڑو گاڑی فلیٹ کی طرف ٹرن کرلو۔''

''نہیں بہت دیر ہوجائے گی تم گھر پہنچو۔ میں چلا جاؤں گا۔''

''تمہیں دیر ہوجائے گی اور پرابلم بھی۔''

''نو پرابلم۔ میری خیر ہے۔ تمہیں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ پہلے تمہاری ضد کی وجہ سے ایئرپورٹ تک لفٹ لی اب نہیں۔''

''لیکن یہ تو......''

''پلیز۔ وہی کرو جو کہہ رہا ہوں۔''

اس نے گاڑی سائیڈ پر روکتے ہوئے کہا اور گاڑی سے اتر آیا۔ سامنے سے آتی ٹیکسی کو ہاتھ دیا اور اسے ڈرائیونگ سیٹ پر آنے کو کہا۔

وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھی۔

''دھیان سے گھر جانا اور پہنچتے ہی انفارم کر دینا۔''

اس نے جانیہ کو تاکید کی اور خود ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا۔

''خدا حافظ۔ وہ بھی گاڑی آگے بڑھا لے گئی۔''

وہ جیسے ہی گھر پہنچی اس نے شکر کا کلمہ پڑھا۔ممی پاپا گھر نہیں تھے۔کسی تقریب میں گئے ہوئے تھے۔

اس نے فوراً معد کو اطلاع دی چینج کر کے کھانا کھایا اور لیٹ گئی۔اور خیالوں میں معد چلا آیا۔اس کو کچھ میسجز کیے اور سو گئی۔



پاپا اپنے بزنس میں مصروف رہتے اور گھر پر بھی ہوتے تو کاروباری فون کالز انہیں مصروف رکھتیں۔ممی کی اپنی روٹین تھی۔کلب، تقریبات، چند دن ملک میں اور کچھ وقت ملک سے باہر گزارتیں۔ممی اور پاپا کی کمپنی اس کے لیے نہ ہونے کے برابر تھی۔ایسے میں معد کا ساتھ اس کے لیے بہت اچھا ثابت ہوا تھا......وہ اس کی کمپنی میں خوش رہتی۔وہ تھا بھی تو بہت اچھا۔اتنا اچھا کہ اسے دنیا میں اس کے ساتھ کا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا تھا۔اس کی باتیں ہی ایسی تھیں کہ وہ گھنٹوں ان کے حصار میں رہتی۔جب دل کرتا وہ گھومنے پھرنے نکل جاتے یا ریسٹورنٹ۔آج بھی ان کے دو پیریڈ فری تھے۔وہ دونوں ریسٹورنٹ آ گئے۔وہ اپنی مخصوص میز پر بیٹھے گپیں لگا رہے تھے کہ وہ فوراً بولی۔

''معد مجھے کیا گفٹ دو گے......؟''

''کیا مطلب گفٹ......کیسا......؟''

''بھول گئے ناں......؟''اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

''تم بتا دو جانیہ......'' وہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔

''معد تم یوں چکر نہیں دے سکتے مجھے ......''وہ اس کو گھورتے ہوئے بولی۔

''بھول گئے، ستمبر کو میری سالگرہ ہے......''

''اوہ......جان وہ کیسے بھول سکتا ہوں......لیکن اس کے لیے گفٹ ضروری نہیں۔اگر گفٹ سے اچھی چیز مل جائے......''

''وہ کیا......؟'' اس کا سارا وجود سوال بن گیا۔

''پھولوں کے ساتھ ڈھیروں دعائیں......''

''نو، نو، سوری۔ معد تم صرف دعاؤں سے کام نہیں چلا سکتے۔''وہ اس کی بات سن کر بولی۔

''کیا مطلب......؟''وہ سمجھ کر بھی انجان بنا۔

''مانگی ہوئی چیز گفٹ نہیں ہوتی۔''وہ مسکرایا۔

''ایسی باتیں کر کے تم میرا دل برا نہیں کر سکتے۔ میں ہر حال میں تم سے گفٹ لوں گی۔''

''اچھا بھئی گفٹ بھی دے دوں گا۔ پہلے یہ بتاؤ اب آگے تمہارا کیا ارادہ ہے......؟''

''میں نے سوچا ہی نہیں۔ وہ بنا سمجھے بے ساختہ بول گئی۔''اور وہ اس کی اس حرکت سے لطف اٹھاتے ہوئے بولا۔

''سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ سیدھے سیدھے کولڈ ڈرنک پیو اور پھر چلتے ہیں......''

''نہیں بھئی......صرف کولڈ ڈرنک اور پھر آئس کریم......؟''

''تم بہت تنگ کرتے ہو معد۔''اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

نہ جانے اس کے گفٹ نہ دینے پر یا پھر بھول جانے پر۔

''ارے، یہ کوئی بات ہے رونے والی جو تم رو رہی ہو۔''

معد نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا اور پیار سے اس کی طرف دیکھا۔

''یہ ......یہ آنسو......''

''خوشی کے ہیں......''وہ بولا۔ ''یہی کہنا چاہتی تھی نا تم......؟''وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''تم ،تم......میرے ہاتھوں ضائع ہو جاؤ گے معد......''

وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

''لو حاضر ہوں۔''اس نے سر اس کے سامنے خم کر دیا۔

اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی۔

''کچھ بتاؤ تو......یہ سیلاب کا دریا مزید کیوں چڑھ گیا ہے؟''

''یہ ہی باتیں تو زیر کردیتی ہیں مجھے......تم مجھے اتنا کیوں ستاتے ہو۔ جگنو......بولو کیوں جگنو......؟'' بے ساختہ اس کے لبوں سے جگنو کا نام ادا ہوا......

''جگنو......'' سیٹی کی صورت اس کے لب وا ہوئے۔

''یعنی اپنی جانیہ کا جگنو......بہت اچھا نام ہے ......تمہارے ذہن میں ایک دم سے یہ نام کیسے آیا جانیہ......''

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''میری زندگی کو روشن رکھنے والا جگنو......تم ہمیشہ میری زندگی میں یوں ہی چمکتے دمکتے رہنا جگنو......''

''اوکے......جان جگنو......اور کوئی حکم......؟''

''ابھی حکم دینے کی پوزیشن میں نہیں......میں التجا کرسکتی ہوں۔''

''نہیں جانیہ تمہیں اجازت ہے......'' یہ حق حاصل ہے تمہیں......آئندہ یہ غیروں والی باتیں مت کرنا۔''

''جی۔'' دانتوں کو کاٹتے ہوئے آنسوؤں بھری آنکھوں سے اس نے سر اثبات میں ہلایا......

''اس لمحے تم بالکل ایسی لگ رہی ہو جیسے گلاب کے پھول پر شبنم کے قطرے مسکرا رہے ہوں جانیہ۔''

وہ اس کی تعریف پر شرماتے ہوئے مسکرادی۔

''اچھا اب یہ بتاؤ کیا پسند کروگی......خاص کر اپنی پسندیدہ ڈش بتاؤ......''

''جو تم کھلاؤ گے کھا لوں گی......''

''مطلب کچھ خاص نہیں......''

''عام چیز بھی خاص ہوجائے گی جگنو کھلائے گا......''

''تو پھر آلو کا پراٹھا.....؟''

''جو تم مناسب سمجھو.....''

ساتھ میں رائتہ.....اور بگھار والی ماش کی دل اور ساتھ میں لسی اور ایک چیز اور ......مکھن......؟''

''نہیں مکھن نہیں کھاتی میں.....''

''کیوں.....؟''

''عجیب سمل آتی ہے.....''اس نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

''اور کیا .....کیا پسند نہیں ہے جانیہ کو.....''

''سب کچھ کھا لیتی ہوں۔ جو تمہیں پسند ہے۔''

''مجھے تو دیسی گھی بھی بہت پسند ہے مگر تم.....؟''

''نہیں اس کے لیے ضد نہیں کرنا معد پلیز۔''

''جگو کہو ناں۔ بہت اچھا لگ رہا ہے یہ کہنا.....''

''یہ نک نیم ہے اور جب مجھے بہت پیارا آ گیا نا تب ہی کہوں گی تمہارے پریشر میں نہیں۔''

وہ منہ پھلا کر دوسری جانب دیکھنے لگی۔

''غبارہ کتنا اچھا لگ رہا ہے نا.....''

وہ بھی سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

''کہاں.....''وہ خفگی بھلا کر بولی۔

اس کے پھولے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا.....''اگر اس سے ہوا.....''

''اگر ایک لفظ بھی آگے کہا تو تمہارا سر توڑ دوں گی۔''وہ فوراً بولی۔

''مستقبل بہت خطرناک نظر آ رہا ہے۔''

''کبھی ضائع کرنے کا کہتی ہو کبھی سر توڑتی ہو اور نجانے کیا کیا ہوگا.....''

وہ افسوس کرتے ہوئے بولا۔

''سوری......جگنو۔'' اس کے ساتھ ہی وہ کھکھلا دی۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہی کھلکھلا دیا تو ماحول پر چھائی خفگی کے بادل چھٹ گئے اور وہ بہت خوش اور پرجوش نظر آرہے تھے۔



''معدتم بہت سنگدل ہو۔''

چندلمحوں بعد اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

یہ اس کی زندگی کا سب سے خوش گوار اور جاندار قہقہہ تھا۔ زندگی سے بھرپور مسکراتا کھلکھلاتا قہقہہ۔

محبت کا ایک نازک سا جھونکا۔ اسکے قریب سے گزر گیا تو اس نے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے سوچا۔

یہ لڑکی کتنی انوکھی سی ہے۔

''یہ دامن اپنی محبت سمیت تمہارے لیے وا ہے۔''

دو تین روز بڑی بے تابی سے گزرے۔ جانیہ کے لبوں سے نکلے ایک ننھے سے جملے نے گویا معد کی کائنات بدل دی تھی۔

''تمہاری محبت کا خزانہ اتنا بڑا ہے کہ میں کسی اور محبت کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتی۔''

اس نے اتنے پیار سے کہا کہ وہ فدا ہوکر رہ گیا۔

اسے بھی شاید پہلی نظر میں یہ جانیہ اچھی لگی تھی یا وہ لاشعوری طور پر جانیہ سے متاثر تھا کہ ایک جملے پر ہی پھسل گیا۔

وہ اب پہلا سا کھردرا اور بے رنگ معد نہ رہا تھا۔

محبتیں واقعی ہی کائنات کی سب سے الوہی اور خوش رنگ جذبوں کی گندھی لڑیاں ہیں کہ جب دل میں نرم و نازک جذبات جگہ بنالیں تو مضبوط سے مضبوط آدمی بھی موم ہوجاتا

ہے۔

ہزاروں افواج کی فتوحات بھی محبت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ محبتیں بنجر سے بنجر زمین کو تر اور بے رنگ کائنات میں پھول کھلا دیتی ہیں۔ یہ جن جن سمتوں سے گزرتی ہیں وہاں بہاریں پہرہ دیتی ہیں اور پرندے گیت گاتے ہیں۔

معد جتنی دیر یونیورسٹی میں رہتا وہ اس کی نظروں کا مرکز بنی رہتی۔ ذرا بھی ادھر ادھر ہوجاتی یا یونیورسٹی لیٹ پہنچتی تو وہ بے چین رہتا۔ جب تک اسے دیکھ نہ لیتا۔

وہ جاننا چاہتا تھا کیا واقعی جانیہ اسے مس کرتی ہے۔ وہ دلچسپ لڑکی جو اپنے آگے بولنے کا کسی کو موقع نہیں دیتی لیکن پھر بھی اچھی لگتی ہے۔

وہ ہنستا ہوا پلکیں موند لیتا۔

ردا کے والد کی ڈیتھ ہوگئی تھی۔ وہ ان کی ڈیتھ پر گئی تھی۔ اور پھر واپس نہیں آئی۔

مائرہ نے فون کر کے تعزیت کی تھی اور اس کے آنے کا بھی پوچھا تھا لیکن اُس نے کہہ دیا اس کا دل پڑھائی سے اچاٹ ہوگیا ہے اور فی الحال وہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکے گی۔ اور یوں بیچ میں تعلیم ادھوری چھوڑ گئی اور پھر کبھی لاہور کا رخ نہیں کیا۔

مائرہ کو ایک اچھی دوست کے بچھڑنے کا دکھ تھا تو ساتھ میں اس کے ساتھ گزرے حادثے کا بھی احساس۔

پہلے پہل اسکا رابطہ رہا پھر رفتہ رفتہ کمی آتی گئی اور پھر بالکل ہی ختم ہوگیا۔

سچ یہ ہے لوگ پیچھے رہ جانے والوں سے کم ہی رابطے رکھتے ہیں۔ اپنی زندگی میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ زندگی کی دوڑ میں کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں دیتا۔

وہ تو ویسے بھی معد کے ساتھ بہت خوش و مطمئن تھی۔



''جانیہ.......!!!''

''جی......''

''میں ایک بات تم سے شیئر کرنا چاہ رہا ہوں۔مگر ہمت نہیں ہوتی اور تم پتہ نہیں کیا سمجھو گی......؟''

''میں وہ ہی سمجھوں گی جو تم کہو گے۔بولو......''

''ایک لڑکی ہے......کچھ مہینے پہلے وہ اچانک مجھے اچھی لگنے لگی۔اور اب عالم یہ ہے کہ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

''کیا......کیا کہہ رہے ہو تم......''

وہ پوری آنکھیں کھول کر بولی۔

''پہلے توجہ سے میری بات سن لو۔ پھر درمیان میں بولنا۔''

''اوکے۔ اب تم بغیر کسی کوما اور فل اسٹاپ کے شروع ہو جاؤ......''

اس نے اپنے منتشر ذہن اور دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا معد کا گلا دبا دے۔لیکن اب اپنے وعدے کے مطابق اس نے معد کی پوری بات سننی تھی۔

وہ بالکل نہیں سمجھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ حیران ہو کر بولا۔

''کیا مطلب......؟''

''میں اس لڑکی کے بارے میں تفصیل جاننا چاہتی ہوں۔''

وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ وہ اسے بے وقوف بنا رہا ہے یا پھر سچ میں حقیقت سے پردہ اٹھا رہا ہے۔ وہ کشمکش کا شکار تھی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ اچانک مجھے اتنی اچھی، اپنی سی کیوں لگنے لگی ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو میں بقیہ زندگی کو اس کے بغیر ادھورا تصور کرتا ہوں۔'' تھوڑے وقفے کے بعد وہ کہنے لگا۔

''مگر وہ ہے کون......؟''

''تمہیں کہا تھا نا خاموشی سے سنو۔''

''سوری۔''

اس نے جس انداز میں کہا تھا۔ معد کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا مگر کہا نہیں۔ اسی طرح سنجیدہ لہجے میں بولا۔

''واقعی ہی ہر بات کے ہونے کا وقت مقرر ہے اور کوئی بھی بات مقررہ وقت سے پہلے یا بعد میں ممکن نہیں۔ اب یہی دیکھ لو۔ہم دونوں ساتھ پڑھ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ انڈرسٹینڈنگ بھی ہے۔ ایک دوسرے کے ہم خیال بھی ہیں لیکن وہ جذبے دل میں پیدا نہیں ہوئے لیکن اس کے ساتھ ......میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی وہ لڑکی مجھے اتنی عزیز ہو جائے گی۔''

اس کی آنکھوں میں جذبوں کی سچائیاں مچلتی دیکھ کر وہ کہنے لگی۔

''تم واقعی ہی اس لڑکی کے لیے سنجیدہ ہو۔''

''تم کیا سمجھتی ہو کہ میں نے مشغلے کے طور پر......''

''نہیں، نہیں۔'' وہ فوراً بول پڑی۔

''میں کچھ نہیں سمجھی تھی۔ تم یہ بتاؤ اب کیا ارادہ ہے؟''

''ارادہ تو بڑا نیک ہے لیکن اس کے لیے دو تین سال انتظار کرنا پڑے گا۔''

''دو تین سال کیوں......؟ فائنل ایئر مکمل ہوتے ہی تم شادی کر لینا۔''

کہنے کو تو کہہ دیا اس نے لیکن اس کا دل کسی نے مٹھی میں بند کر لیا تھا۔

''وہ تو ہے۔مگر جاب بھی تو ضروری ہے۔ اور پھر اسٹبلش بھی ہونا ضروری ہے۔''

''اسٹبلش تو ہو ہی جاؤ گے......جاب ملتے ہی شادی کر لینا اور شادی سے پہلے رشتہ جانا ضروری ہے۔ اس لیے فوری اپنے گھر بات کرلو۔''

''دیکھو تم پھر فاؤل کر رہی ہو۔'' وہ اسے گھورتے ہوا بولا۔

''کیوں آخر بات تو بڑوں نے ہی طے کرنی ہے ناں تو پھر کیوں نہ ابھی سے سلسلہ

شروع کر دیا جائے۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگی۔

''دیکھو نا معد یوں ہی تو نہیں شادی ہوجائے گی اس کے لیے کتنے مراحل سے گزرنا پڑے گا پہلے مرحلے پر تم اس سے بات کرو گے دوسرے مرحلے پر اپنی فیملی کو اپنی پسند سے آگاہ کرو گے۔ پھر وہ لوگ آپس میں مشورہ کریں گے اور پھر اس کے بعد۔''

''خدا کے لیے خاموش ہوجاؤ۔''

''اتنے طویل مراحل طے کرنے میں تو میری عمر گزر جائے گی۔''

''اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ ابھی......''

''بس اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔ میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تم بس اتنا یاد رکھو دوبارہ اتنی تمہید مت باندھنا۔''

''تمہاری مرضی ہے۔ میں تو تمہارا بھلا سوچ رہی تھی۔''

وہ رخ پھیر کر بولی۔

''مجھے پتا ہے تم میرا کتنا بھلا سوچتی ہو۔''

''معد اب میرے خلوص پر شبہ تو مت کرو۔''

''کون کافر تم پر شبہ کر رہا ہے۔''

''اچھا کیا نام ہے اس لڑکی کا؟''

''سن سکو گی اس کا نام......؟''

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''کیوں نام ہے ایٹم بم... کہ سن نہیں سکوں گی۔''

''یہ کم ہے۔ خودکش حملہ بھی ہوسکتا ہے۔''

''اچھا نام منفرد نام ہے۔ خودکش حملہ۔ تم بچ کے رہنا۔'' اس کے لبوں پر دل فریب سی مسکراہٹ تھی۔

''کیوں جاننا چاہتی ہو اس کا نام......؟''

''بتانے میں کوئی حرج ہے کیا.....''

''ہے بھی اور نہیں بھی۔''

''تو پھر......؟''

''ایسا نہیں ہو کہ تم بلیک میل کرنے لگو اور مجھے تمہارے ہاتھوں بلیک میل ہونے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ ابھی تو ذرا سا اسکے بارے میں جانا ہے۔ تو کرید میں لگی ہو۔ جب تفصیل جان لو گی تو پتا نہیں کیا کرو گی۔''

وہ اپنے مزاج کے خلاف آج زیادہ ہی چہک رہا تھا۔ وہ خود حیران تھی اسے ہوا کیا ہے۔ لیکن جو بھی ہوا تھا اسے وہ خوش ہنستا ہوا اچھا لگ رہا تھا۔ اس کے دل میں خواہش ابھری تھی کاش وہ اس کے جذبوں کو محسوس کر لیتا تو آج کسی اور لڑکی کے جال میں نہ پھنستا۔

''تمہاری اس سے شادی کرا دوں گی۔'' وہ برجستہ بولی۔

''تم ظالم سماج اس کی راہ میں رکاوٹ تو بن سکتی ہو لیکن......''

''معد تم مجھے ایسا سمجھتے ہو۔''

''ہاہاہا۔'' وہ ہنسنے لگا۔

''تم نے خود ہی ایسا سمجھنے پر مجبور کیا ہے ورنہ میں تمہیں......''

وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے کھڑی ہوگئی۔

''کیا ہوا کھڑی کیوں ہوگئیں؟''

''واپس چلو......''

''چلتے ہیں پہلے کچھ کھا تو لو۔''

''میرا دل نہیں چاہ رہا۔''

''مائی ڈیئر سویٹ پلیز۔''

اس نے فوراً اس کی خفگی محسوس کرلی۔

''کم آن فیری مذاق کر رہا تھا اور تم برا مان گئی ہو۔''

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



''تم تو جیسے میرا مذاق انجوائے کرتے ہو۔''

''اچھا چلو بیٹھ جاؤ۔''

وہ جتنی جلدی روٹھتی تھی اتنی ہی جلدی مان بھی جاتی تھی۔ اس کے مصالحانہ انداز پر بیٹھ گئی۔

اور وہ فوراً شروع ہوگیا۔

''جانتی ہو اس لڑکی کا نام......؟''

وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

''اس کا نام مائرہ ......عرف جانیہ ہے۔ مائی لو۔ مائی لائف۔''

''تو پھر وہ......''

''کوئی نہیں تمہیں تنگ کررہا تھا۔ مزے لے رہا تھا لیکن تم بھی اپنے نام کی ایک ہو۔ تاثرات سے ذرا محسوس نہیں ہونے دیا......لیکن میں جانتا ہوں دل میں گالیاں دے رہی تھی مجھے اور اسے۔''

''وہ ہونٹوں کی تراش میں مسکراہٹ دبائے اسے دیکھ رہا تھا۔''

''سچ بتاؤ......یہی بات تھی نا......؟''

''ہاں تھی......مجھے پتا تو چل جاتا میں......میں اس کا گلا دبا دیتی۔اور اس وقت تو میرا دل چاہ رہا ہے تمہارا گلا دبا دوں۔''

''پھر آرام سے پھانسی چڑھ جاتا۔''

وہ دھیرے سے ہنس دی۔

''سوری معد......بہت غلط بول گئی۔''

''اُس اوکے۔''

''ویسے کوئی نہیں ہے ناں؟''

''کیوں شک ہے مجھ پر......؟''

''سچ بتاؤ پلیز معد۔''

''ایک شرط پر۔'' وہ اس کا اشتیاق دیکھتے ہوئے اکڑ گیا۔

''جلدی کہو......''

''یقین کرو گی......؟''

''ہاں۔''

''سچ وہ میری جانیہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔''وہ ایکدم سنجیدہ ہوگیا۔

''ہم دونوں یک جان دو قالب ہیں۔لیکن اس سے زیادہ ہم اچھے دوست بھی ہیں۔ یہ جو ہم بے دھڑک ایک دوسرے سے اپنے اپنے دل کی بات کہہ دیتے ہیں تو صرف اسی دوستی کی بنا پر......اور اپنی محبت کے مان پر......اور یہ رشتہ ایسا نہیں ہے کہ ہم پابند ہوجائیں۔ نہ تمہیں یہ پابندی قبول ہے اور نہ ہی مجھے۔''

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

''باتوں سے پیٹ بھرنے کا ارادہ ہے یا کچھ کھلاؤ گے بھی......؟''

''اس نے آئس کریم کا آرڈر دیا۔''

''یہ سراسر بلیک میلنگ ہے۔''وہ چلائی۔

''اس سے زیادہ افورڈ نہیں کرسکتا......'' اس نے معصومیت سے کہا۔

''یہ بہانے بازی کسی اور سے کرنا مجھ سے نہیں......؟''

''کہا نا کہ میں......''

''معد! تم سچ مچ کسی دن میرے ہاتھ سے ضائع ہوجاؤ گے۔''

''کرلو تم بھی اپنا شوق پورا......'' وہ سر اس کے سامنے خم کرتے ہوئے بولا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

''یہی ادائیں تو ہیں تمہاری جس نے دیوانہ بنایا ہے مجھے۔''

''اور مجھے بھی جانیہ۔''

دونوں ایک دم ہنس پڑے۔ اور پھر وہ کھانا کھا کر لوٹے۔ آج کا دن ان کے دل کی ڈائری میں ایک اور حسین یادگار کے طور پر تحریر ہو گیا.....وہ بہت خوش تھے۔ بے حد خوش و مطمئن۔



''جانیہ پلیز دو منٹ کے لیے میری بات سن لو۔''

معد کمال اس کے اردگرد بکھرے نوٹس دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا پین ڈائری پر رکھ دیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''کتنی دیر سے کہہ رہے ہو میری بات سن لو۔ مگر کہتے نہیں ہو کہ کیا بات ہے۔''

''تم سنوں گی تو سناؤں گا نا۔ پتہ نہیں کس بات پر اتنا موڈ بنا ہوا ہے۔''

وہ بھی منہ پھلا کر بولا۔ اور اس کے سامنے بکھرے کاغذوں کو اکٹھا کر کے سائیڈ پر رکھ دیا۔

''بات میں نے کانوں سے سننی ہے۔ تو کہہ دیتے۔ ضروری نہیں کہ کام بھی چھوڑ دوں۔'' اس نے بھی خفگی سے معد کو دیکھا۔

''ساری توجہ تمہاری نوٹس بنانے پر ہے.....خاک سنوں گی میری بات۔''

''ہا......ہا......ہاہا......'' وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

''دانت کس خوشی میں نکال رہی ہو۔''

''تمہاری بات پر معد......''

''کیوں میں نے کوئی نئی چیز ایجاد کر دی ہے؟'' وہ بھنوئیں اچکا کر گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''تم خود بہت بڑی چیز ہو معد.....'' اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''کیوں عجوبہ ہوں میں.....کیا نظر آتا ہوں میں.....؟''

''بخدا میں نے ایسا کچھ نہیں کہا.....خود کہہ رہے ہو سب کچھ......میں تصدیق کرسکتی ہوں کہ تمہاری بات کی۔''

''جانیہ.....''وہ ایک دم ہی بولا تو وہ اس کو دیکھتی رہ گئی۔ اس کا پیار بھرا انداز ......اس کا لہجہ ......محبتوں کی شدتیں......اور آنکھوں میں چھلکتا پیار۔

وہ ایک دم اس کے سامنے بھربھری مٹی کی طرح ڈھے گئی......

''پھر جواب کیوں نہیں دے رہی ہو۔ مسلسل کتاب میں سر دیئے بیٹھی ہو۔''

''کچھ بولتے تو جواب دیتی ناں......خیر اب بتاؤ......چھوڑو ساری باتیں......''

''ٹھیک ہے ۔ لیکن آئندہ اس بات کا خیال رکھنا......میری بات پوری توجہ سے سنا کرو اور جواب بھی دیا کرو۔''

''اچھا اچھا معد کمال صاحب۔ فرمایئے میں سن رہی ہوں اور اگر محض مجھے ڈسٹرب کرنا مقصود ہے تو......''

اتنے پیار سے اس کا پورا نام لے کر بات کرنا اس کی خفگی کا اظہار ہوا کرتا تھا۔

''نہیں جانیہ۔''

اس کی خفگی کا یہ انداز وہ اچھی طرح سمجھتا تھا اور اس وقت تو وہ اسے کسی طرح بھی خفا نہیں کرسکتا تھا جب ہی فوراً بول پڑا۔

''قسم سے......میرا مقصد تمہیں ڈسٹرب کرنا ہرگز نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں تم بہت پڑھاکو بچی ہو۔ لیکن میں کیا کروں تمہارے علاوہ میں کسی سے اتنا بے تکلف بھی تو نہیں۔ ایک تم ہی تو ہو۔''

''یہ ہم دونوں کی مجبوری ہے کہ ایک دوسرے کے سوا ہم اپنی بات کسی اور سے نہیں کہہ سکتے۔''

اس نے تسلیم کیا تو وہ خوش ہوگیا۔

''تم سمجھتی ہو نا یہ بات تو پلیز میری بات مان کیوں نہیں لیتی ہو۔ سنتی کیوں نہیں ہو۔''

''کس سلسلے میں......؟''

''تم جانتی ہو......''

''اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو......؟''

''تمہیں ماننی ہوگی......اور مجھے امید ہے جانیہ کبھی میری بات نہیں ٹال سکتی......اور بات درست ہو تو میں کبھی تمہیں کسی کام سے نہیں روک سکتا بلکہ میں خود تمہارا ساتھ دوں......''

''مطلب......؟''

''میں نے ڈرامے اور میوزیکل پروگرام سے تمہارا نام کٹوا دیا ہے۔ جانتی ہو کیوں......؟''

''بتا دو۔''اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''یونیورسٹی کا وہ سب سے بڑا بدمعاش ہے جو ہیرو کے رول میں تمہارے ساتھ ایکٹ کرے گا اور مجھے یہ سب پسند نہیں۔''

معد کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھا ہوا تھا اور چہرے پر گہری سنجیدگی۔اس کے تاثرات سے انتہائی ناگواری چھلک رہی تھی۔

''لیکن میں نے تم سے پوچھ کر اپنا نام لکھوایا تھا معد......تمہاری اجازت سے۔تم جانتے ہو کہ تم سے پوچھے بنا میں کوئی کام نہیں کرتی۔''

''تم جانتی ہو کہ اس وقت میں یہاں نہیں تھا۔ گھر گیا ہوا تھا۔ اور نہ ہی مجھے یہ علم تھا کہ ہیرو کون ہے......''

''ٹھیک ہے اور کچھ......''

اس نے بنا کسی بحث کے ہتھیار ڈال دیئے کیونکہ معد کو بحث یا تکرار پسند نہیں تھی۔ وہ بھی کبھی اس کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کرتی خاموشی سے اس کی بات پر سر جھکا دیتی اور بھی ایسا ہی تھا۔ جو بات ماننے والی ہوتی تھی تو مان لیتا اور جو نہیں ماننے والی ہوتی تو خاموش رہتا جس کا مطلب ہوتا کہ وہ راضی نہیں ہے۔

''سنو! میں تمہیں بہت چاہتا ہوں بہت زیادہ۔''

''سچ کہہ رہے ہو تم۔'' وہ پوری آنکھیں کھول کر بولی۔

''کیوں تمہیں یقین نہیں ہے۔''

''تمہیں دل دے چکے صنم۔ پھر بے یقینی کیسی معد۔'' اس کے انداز میں معد کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

''اچھا اب مجھے چکر مت دو۔ وہ بات بتاؤ جو کہنے والے تھے مگر پھر گول کر گئے۔''

''جو بات تھی وہ بتا دی نا۔''

''نہیں اس کے علاوہ بھی کچھ اور ''اسپیشل'' بات تھی جو تم کہنے والے تھے۔''

''وہ جانیہ......''

وہ گڑبڑا کر سر کھجانے لگا۔

''دیکھو معد تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ جو بھی بات ہے سچ سچ بتا دو ورنہ......''

''بتاؤں گا۔ تمہیں نہیں بتاؤں گا تو اور کسے بتاؤں گا۔''

''جلدی بتاؤ۔'' اس نے بے صبری کا مظاہرہ کیا۔

''ابھی نہیں۔''

''کیوں......؟'' وہ پھر چیخی۔

''ابھی تمہیں نوٹس بنانے ہیں اور میری طویل داستان سننے میں.....تمہارا خاصا وقت برباد ہو جائے گا۔''

''اور تم کیا سمجھتے ہو اب میں سکون سے نوٹس بنا سکوں گی۔ کبھی نہیں جب تک تم مجھے اصل بات نہیں بتاؤ گے۔ میرا کسی بات میں دل نہیں لگے گا۔''

''میں تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہا ہوں۔''

''میرا بھلا چاہتے ہو تو جلدی سے بتا ڈالو اور ضروری نہیں ہے کہ پوری تفصیل بتانے بیٹھ

جاؤ۔ مختصر الفاظ میں بتا دو۔ بقیہ پھر کسی دن سن لوں گی۔''

''تم نہیں مانو گی۔'' وہ ہتھیار ڈالتے ہوئے بولا۔

''نہیں۔''

''جانیہ بچ جاؤ میرے ہاتھوں سے ورنہ......''

''میرا گلا دبا دو گے......''

''نہیں......ابھی تم پہ یہ حق تو نہیں......ورنہ اپنے سینے سے لگا لوں گا۔''

''معد تم بھی نا......''

''کیا......؟'' وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔

''حد کرتے ہو۔''

''تم ہو ہی ایسی چیز کہ سب حدیں توڑنے کو دل کرتا ہے۔''

جب وہ جانیہ کے ساتھ ہوتا تھا تو لگتا ہی نہ تھا کہ وہ اتنا سنجیدہ اور خاموش طبع ہے......اس وقت تو وہ کوئی اور ہی معد دکھائی دیتا۔

''پاگل ہو تم۔'' وہ جھنجلا گیا۔

''پاگل بھی تم نے ہی کیا ہے......''

''حد یہ ہے کہ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں اور تمہارے بنا رہ نہیں سکتا۔''

''اور......''

وہ آنکھوں میں شرارت بھر کر مسکرائی۔

''اور یہ کہ میں تمہیں بہت مس کرتا ہوں۔''

اس کی آواز اس کا لہجہ کس قدر محبتوں سے چور تھا۔ جذبوں کی شدتیں آواز اور لہجے میں سمٹ آئی تھیں......

''معد تم پھر سے اپنے وعدے سے مکر گئے ہو۔''

''بتا دوں گا اتنی جلدی کیا ہے......''

''ٹھیک ہے پھر یہاں سے تشریف لے جائیے ۔ صرف تمہاری وجہ سے ہی اس گوشے میں آ کر بیٹھی تھی کہ آج تم سے بچ کر کچھ کام کرلوں۔''

''ارے......'' وہ ہنس پڑا۔

''معد تم ہنستے ہوئے بہت اچھے لگتے ہو۔ کبھی کبھی ہنس لیا کرو۔ اچھا لگا مجھے۔''

ورنہ تو یوں محسوس ہوتا ہے تمہاری ہنسی پر ٹیکس عائد کردیا گیا ہے۔

''کیا ہوا......؟''

وہ پھر سے اسی طرح سنجیدہ چہرے کے ساتھ بولا۔

''کچھ نہیں۔ جانتی ہوں اب تم کچھ نہیں بتاؤ گے۔ بس اب مزید میرا وقت برباد کرنے کی کوشش نہ کرو۔''

''میں نہیں جانے والا......''

اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے بیٹھو رہو میں اٹھ کر چلی جاتی ہوں۔''

اس نے چیزیں سمیٹیں تو معد نے اس کی کلائی تھام لی۔

''بیٹھ جاؤ۔''

اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ اٹھنے کا ارادہ ترک کردیا۔

''یہ ہوئی ناں اچھی بات مائی ڈیئر پرنس۔''

''حکم کرو۔''

وہ منہ پھلا کر رخ پھیر کر بولی۔

پوچھ آنکھوں سے کرتی ہیں کتنا انتظار تیرا
بن کے دھڑکن دل میں بسا ہے پیار تیرا
اپنی پلکوں کی پناہوں میں سجا لو مجھ کو
مار ڈالے نہ قسم سے یہ پیار تیرا

میرا محبوب کھلا ہے آج پھولوں کی طرح
کروں شکریہ میں کیسے اے بہار تیرا
رخ مہتاب سے ذرا زلف ہٹا کر دیکھو
ٹھہرا ہے آج وقت بھی کرنے دیدار تیرا
یونہی سایہ بن کے زندگی بھر سنگ چلنا
مجھے ساری دنیا سے زیادہ ہے اعتبار تیرا

اچھا کینٹین چلتے ہیں اب۔

وہ معد کو نرم پڑتے دیکھ کر فوراً کینٹین چلنے کی فرمائش کر دیتی۔

''ہاں چلو۔ آئس کریم کھلا لاؤں۔''

''نہیں جوس۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''نہیں چوک بار۔'' اس نے غصہ دلانے کی غرض سے کہا۔

''معد......''

اس نے پیار سے کہا تو وہ فوراً مان گیا۔

جیسے تمہاری مرضی جانیہ۔

وہ پیر بھرے لہجے میں جانیہ کہتا تو اس کے اردگرد بہاریں رقص کرنے لگتیں۔ وہ سرشار سی ہو کر معد کو دیکھنے لگتی۔

وہ اسے خوش ہوتا دیکھ کر خوش ہو جاتا۔

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہو جاتی اور چاہتی تھی کہ وہ بھی اسی طرح خوش ہو لیکن وہ ذرا مختلف مزاج کا سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا۔ مگر جانیہ کے ساتھ اس کا رویہ بہت حد تک نرم پیار کرنے والا ہوتا۔ وہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا کہ جانیہ کو اس کی ذات سے کوئی دکھ نہ پہنچے۔ وہ اسے خوشیاں دینا چاہتا اور خوش دیکھنا چاہتا تھا اور اپنی سی پوری کوشش کرتا۔

''تم الٹی سیدھی چیزیں نا کھایا کرو۔ جس سے تمہارا ہاضمہ خراب ہو۔ صاف ستھری ہاضمے

دار چیزیں کھایا کرو۔''

وہ اسے سمجھاتا تو وہ آگے سے جواب دیتی۔

''ورنہ میں مر جاؤں گی۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتی۔

''میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔''

''کیوں میری زندگی کا چارج اب تم نے سنبھال لیا ہے کیا؟''

''ہاں بالکل اب تمہاری نبض میرے ہاتھ میں اور میری زندگی تمہارے ہاتھ میں۔ تم مرو گی تو میں بھی مر جاؤں گا اور اگر۔''

''اور اب بس۔ اتنی بھیانک باتیں مت کرو۔'' اس نے معد کو گھورا۔

اسی نوک جھونک اور پیار محبت میں وقت گزرنے کا پتا بھی نہ چلا۔

فائنل ایگزام قریب آ رہے تھے اور اس کے بعد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جانا تھا سب نے۔

اس موڑ کے بارے میں تو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

ایک دن معد کو جانیہ نے بے حد سنجیدہ اور دکھی لہجے میں کہا۔

''یہ تو خیال بھی نہ آیا کہ زندگی میں یہ موڑ بھی آئے گا۔''

''تم واقعی ہی سنجیدہ ہو جانیہ۔''

''اس وقت مذاق چل سکتا ہے؟''

''نہیں۔ تو مذاق کون کافر کر رہا ہے۔ میں تو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ واقعی تمہاری محبتوں کی انتہا ہے جانیہ جو تم اتنی سنجیدہ ہو رہی ہو۔''

''واقعی ہی میں نے سوچا نہ تھا کہ اس جگہ کو خیر باد کہنا ہوگا۔'' اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''سوچا تو میں نے بھی نہیں تھا جانیہ بس تمہاری محبتوں کے جھولے میں جھولتے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا اور اب دل میں خنجر پیوست ہو رہے ہیں۔''

''جانیہ نے ایک گہری نظر سے اسے دیکھا اور سر جھکا لیا۔ اس کی اپنی حالت غیر ہو رہی تھی اور وہ آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی۔''

''جانیہ تم اس قدر کیوں پریشان ہو رہی ہو۔ عارضی جدائی ہے ہمیں کون سا ہمیشہ کے لیے جدا ہونا پڑ رہا ہے۔ بہت جلد ہم ایک ہو جائیں گے۔ سب دوریاں ختم ہو جائیں گی۔''

''اگر ایسا نہ ہوا تو......اپنا وعدہ وفا نہ کیا تو پھر دیکھنا......''

''کیا کرو گی جانیہ......'' معد نے دلچسپی سے کہا۔

''میں اپنا بوریا بستر اٹھا کے تمہارے گھر آ جاؤں گی اور اس بات پر تمہیں سب کے آگے جوابدہ ہونا پڑے گا۔''

''جانیہ ایسا نہیں ہوگا خود کو ہلکان مت کرو۔ تسلی رکھو۔ یقین کرو میرا۔''

''لیکن معد......؟''

''ہاں کہو......''

''اگر یہ جدائیاں بہت طویل ہو گئیں تو کیا ہوگا......؟''

''نو۔ ناٹ ایٹ آل۔ ایسا ناممکن ہے جانیہ۔''

اس نے بھیگی پلکوں سے معد کی طرف دیکھا۔

''فرض کرو ایسا ہو جاتا ہے۔''

''کیسے ہوگا۔'' وہ لبوں کو بھینچتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

''نہیں ہوگا بابا ایسا نہیں ہوگا۔'' معد نے اس کے سرد ہاتھ کو تھپکا۔ اس کے وجود کے اندر ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

''یہ سب نیت کی بات ہے جانیہ۔ نیت نیک رکھو تو تقدیر کبھی دھوکہ نہیں دیتی۔ جب تک ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے خلوص موجود ہے ہم ایسا نہ چاہیں گے۔ جدائی کا کوئی لمحہ بھی ہمیں دکھ نہیں دے گا۔''

''ہاں بہت مان ہے مجھے بھی اپنی محبتوں پر۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر کوئی مجھے ساری دنیا فتح

کرنے کو بھی کہے تو میں محبتوں کے بل پر دنیا فتح کرسکتی ہوں۔''

معد کے لبوں پر پیار بھری مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوگئی۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں معد۔ میں نے سچے دل سے محبت کی ہے اور اس محبت کی خاطر میں دنیا سے ٹکرا سکتی ہوں۔''

''بڑے خوفناک ارادے ہیں یہ تو۔''

''ہاں اگر ظالم سماج ہماری راہ میں آیا نا تو تم دیکھنا میں اس سماج کو روندتی ہوئی اپنی محبتوں کو پالوں گی۔''

''اوہ۔''معد اس کے اٹل لہجے پر کانپ کر رہ گیا۔

نہ معد نے کوئی وعدہ کیا نہ جانیہ نے قسمیں کھائیں۔

جانیہ جسے معد کی محبت نے ضدی طبیعت کا مالک بنا دیا تھا۔ اپنی محبتوں پر اسے بے حد مان تھا۔

ادھر معد کو اپنی پسند، اپنی محبت اپنے آپ سے بھی پیاری تھی۔ وہ اس کی زندگی اس کی روح بن گئی تھی۔ ایک پل اس سے رابطے میں نہ رہتا تو جان پر بن آتی۔ یونیورسٹی کے بعد وہ موبائل پر کال اور میسج پر رابطے میں رہتے؟

محبتوں کے سمندروں کے پانی بہتے رہے
اور دلوں کو بھگوتے رہے، سرشار کرتے رہے
محبت اس طرح جیسے گلابی تتلیوں کے سر
محبت زندگی کی حسین ناز کا جھومر
محبت آرزو کی سیپ کا انمول سا گوہر
محبت آس کی دھوپ میں امید کی چادر
محبت ہے تیرے گیسو تیری پلکیں تیری آنکھیں
محبت ہے تیری آنکھیں

محبت ہے تیری دھڑکن

محبت ہیں تیری سانسیں

محبت تیری خاموشی

تمہاری بات جیسی ہے

محبت کو اگر سمجھو

تو اپنی ذات جیسی ہے

محبت کو اگر دیکھو

تو بالکل آپ جیسی ہے



آج وہ اسے جھیل پر لے کر آیا تھا۔ وہ کافی دیر وہاں بیٹھے رہے اور پھر ایک ایسی پہاڑی کی طرف چل پڑے جو ذرا اونچائی پر واقع تھی۔ اور سیڑھیوں کے بجائے چکر کھاتی ہوئی بجری کی روش تھی جس پر اترنا آسان اور چڑھنا مشکل تھا۔ چند قدم کے بعد ہی اسے احساس ہوا تو اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگا۔ اور جس طرح اس نے بہت عام سے انداز میں تھاما تھا۔ وہ انجان بن گئی۔ ہال میں پہنچنے تک اس کی سانس پھول چکی تھی۔

''تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔''

نہ تحکم نہ اصرار، جانے کیا تھا کہ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ تب وہ کچھ دیر رکنے کے بعد کہنے لگا۔

''شاید تمہیں یاد ہو میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ کوئی ایسی بات نہیں کروں گا۔ جو تمہارے لیے باعث دکھ، ندامت یا خود اپنے آپ کے لیے باعث ملامت ہو۔ اب تم بتاؤ، اس تمام عرصے میں کیا مجھ سے کبھی نادانستگی میں بھی ایسی کوئی حرکت سرزد ہوئی۔ جس سے تمہیں دکھ ہوا ہو؟''

وہ جواب دینے کے بجائے بغور اسے دیکھ کر یہ جاننے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ کیا کہنا

چاہتا ہے اور اس کی طرف سے جواب نہ پا کر وہ کہنے لگا۔

''لیکن میں اپنے دل کے ہاتھوں بہت مجبور ہوگیا ہوں ......سچ یہ ہے میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ اتنا کہ خود کو بھی بھول گیا ہوں اور مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں اپنی بات پر قائم نہیں رہ سکا اور میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر......''

اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

''ندی کے اس پار سے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہوں۔ میں تمہاری سنگت میں زندگی کا سفر طے کرنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ مائی گاڈ۔'' اس کی آخری بات پر وہ اپنے آپ میں سرشاری سی محسوس کرتی ہوئی سر جھکا گئی اور وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں نے بہت کوشش کی میں جہاں کھڑا ہوں، مجھے وہیں کھڑا رہنے دو۔ میری خواہش تھی کہ تم خود چل کر میرے پاس آ جاؤ۔ لیکن میں ایسا نہیں کرسکا اور میری زندگی کی سب سے بڑی خوشگوار حقیقت یہ ہے کہ میں ٹوٹ کر چاہتا ہوں۔ میری چاہت میں کسی قسم کی کوئی غرض شامل نہیں لیکن تمہارا حصول میری زندگی ہے اور میں نے تو کبھی یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کی کہ بدلے میں تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو۔''

وہ اتنی کمزور نہیں تھی۔ پھر بھی پتہ نہیں کیسے اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ جیسے پلکیں جھپک جھپک کر وہ اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرنے لگی اور گو کہ اس کا سر جھکا ہوا تھا پھر بھی وہ جان گیا۔ ''آئی ایم سوری، میرا مقصد تمہیں دکھ دینا یا رلانا ہرگز نہیں تھا۔ پلیز رونا مت ورنہ میں بہت ندامت محسوس کروں گا۔''

اس نے سوچا وہ اسی طرح بیٹھی رہے گی کیا......؟ اس سے تو بہتر ہے اٹھ کر چلی جائے کیونکہ وہ اس کے اظہار پر اختیار کھو بیٹھی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس کی دل کی آواز معد کے دل میں محشر برپا کردے گی۔

''مجھے نہیں معلوم کہ تم اپنے والدین کو منا سکو گی کہ نہیں۔ یا فیصلہ تمہارا اپنا ہوگا لیکن میں

صرف اتنا جانتا ہوں۔تم بن ادھورا ہوں میں۔''

وہ اپنی تائید میں صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

''میرے جذبے بھی ہر غرض سے پاک ہیں اور میں بھی بہت ٹوٹ کر چاہتی ہوں تمہیں اور میں بھی زندگی کی شاہراہ پر تمہارا ہاتھ پکڑ کر چلنا چاہتی ہوں۔''

وہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پر جاتے جاتے پلٹ کر بولی۔

''اور رہی بات محبت کی...اگر مجھے نہ ملی تو میرے دل میں تمہاری محبت نہیں کسک ہے۔ جو ہمیشہ رہے گی۔''

وہ آپ سے تم پر اتر آئی۔ اور پھر تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔ وہ پکارتا رہ گیا۔

''مائرہ پلیز......گرجاؤ گی اس طرح مت بھاگو......دھیان سے......دیکھو پاؤں نہیں سنبھل رہے تمہارے۔''

وہ چیختا رہ گیا مگر وہ سن کب رہی تھی۔

جتنی مشکل سے وہ سیڑھیاں چڑھی تھی اس سے کہیں زیادہ آسانی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ بنا خوف اور ڈر کے۔

وہ اس کے پیچھے اس خیال سے نہیں گیا کہ وہ اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ نجانے اسے کیا ہوا تھا کہ اٹھ کر چل دی۔ ورنہ ایسی تو کوئی بات نہیں کی تھی اس نے۔

وہ سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گیا۔ اس کا ذہن الجھ گیا تھا۔



اس رات وہ ایک پل کے لیے نہیں سو سکی۔ مسلسل اپنے آپ کو کوستی رہی کہ وہ کیوں اس حد تک بڑھی تھی۔ پھر اس نے اپنا محاسبہ کیا کہ وہ اس کی محبت میں پور پور ڈوب چکی تھی اور بے بس ہو کر اس کے سامنے ہتھیار پھینکے تھے۔

وہ اس کو پانے کی خواہش رکھتی تھی۔ تب اس نے پوری ایمانداری سے اپنے آپ سے اعتراف کیا کہ وہ ایسی خواہش ضرور رکھتی تھی پتہ نہیں کیوں سب کچھ غلط ہو گیا تھا۔

وہ سوئی ہی نہیں تھی ، اس لیے اٹھنے میں دیر سویر کا سوال ہی نہیں تھا۔معمول کے مطابق بستر چھوڑا پھر حسب معمول پہلے نماز پڑھی۔ پھر قرآن پاک کی تلاوت......جب وہ تیار ہورہی تھی اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا کہ آیندہ وہ اس کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کرے گی۔ ویسے بھی یہ آخری سال جارہا تھا۔ کیا ضرورت ہے۔ رنجش پیدا کرنے کی۔ بہتر ہے اچھے دوستوں کی طرح ایک دسرے سے رخصت ہوں۔ اگر وہ نصیب میں ہوا تو مل جائے گا یا پھر اس نے کوشش کی تو۔



جس وقت وہ یونیورسٹی پہنچی، تو وہ اس سے چند قدم آگے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جارہا تھا۔ محض اس خیال سے کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ کل وہ اس سے خفا ہوکر گئی ہے۔ تیز قدموں سے چلتی ہوئی اس کے ساتھ جا ملی۔

''ہیلو۔''

وہ اچانک اسے اپنے برابر دیکھ کر چونکا۔

''ہیلو!'' جواباً وہ کھل کر مسکرائی۔

''میرا خیال تھا تم خفا ہوگی۔''

''کیوں......؟'' وہ انجان بن گئی۔

''کل میں نے تمہیں شاید ہرٹ کیا تھا۔''

''نہیں ، بلکہ مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے جو سمجھا سوچا اسے فوراً کہہ بھی دیا۔ اس کے برعکس اگر تم ایک طویل عرصہ تک میری باتیں جبراً برداشت کرنے کے بعد آخر میں یہ ساری باتیں کہتے تو میں ضرور ہرٹ ہوتی بلکہ مجھے لگتا ہے جیسے اس تمام عرصے میں تم اندر ہی اندر محظوظ ہوتے رہے ہو اور آخر میں ہری جھنڈی دکھا کر میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ بہرحال معدکمال ہم اچھے دوست کی طرح ایک دوسرے سے رخصت ہوں گے۔''

وہ اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ ایک لفظ نہیں کہہ سکا۔

اس نے دیکھا اس کی نیلگوں آنکھوں میں اداسیاں سمٹ آئی تھیں وہ بات سنبھالتی ہوئی بولی۔

''تم کیا سوچ رہے ہو......؟''

''مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میں نے اس تمام عرصے میں نے تم سے ہٹ کر کچھ نہیں سوچا۔''

اس کا دل عجیب انداز سے دھڑکا اور بالکل غیر محسوس طریقے سے اس کی طرح سے رخ موڑ گئی۔



پھر کئی دن وہ یونیورسٹی نہیں آیا۔ ہوسٹل میں بھی نہیں تھا۔ شاید ملتان گیا تھا مگر اسے بتائے بغیر۔ تو اس نے بھی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی.....لیکن پل پل تڑپی اس کے لیے۔

تب اسے احساس ہوا۔ کہنے کو اس نے بے شک کہہ دیا تھا کہ وہ اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے رخصت ہوجائیں گے۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ وہ تو لمحوں کی دوری برداشت نہیں کر پائی تھی۔ تو تمام زندگی اس سے دور رہنا......ناممکن تھا اس کے لیے۔

ہر لمحہ وہ کمزور پڑی مگر اس نے اپنی ساری تو انائیاں اپنے آپ پر ضبط کرنے میں صرف کردیں۔ اس سے رابطہ نہیں کیا۔

تین دن ہوگئے تھے اسے غائب ہوئے۔ وہ سنگی بنچ پر بیٹھی اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

کلاس بنک کی تھی آج اس نے۔

اس وقت اسے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنائی دی تو فوراً گردن موڑ کر دیکھنے لگی۔ اور اسے دیکھ کر بے اختیار پوچھ گئی۔

''کہاں چلے گئے تھے تم؟''

اس کے لہجے میں بے اختیاری کے ساتھ بے قراری بھی تھی جسے محسوس کر کے ہی اس نے گہری سانس لی اور دھیرے سے مسکرایا۔

''پتا ہے میں کتنی پریشان تھی۔''

اپنی طرف سے اس نے احساس دلایا اور وہ اطمینان سے بولا۔

''جانتا ہوں۔''

''جانتے ہو۔ پھر بھی غائب رہے۔ اگر اب بھی نہ آتے تو میں نہیں بولتی۔ تم سے۔''

''کہاں جانا تھا مجھے آنا ہی تھا۔''

وہ پتا نہیں کیوں اتنا مطمئن تھا کہ وہ الجھ گئی.....اسے وہیں چھوڑ کر جانے لگی تو وہ اس کے سامنے آ گیا۔

''میرے ساتھ چلو۔''

وہ ہی بے بس کر دینے والا انداز کہ وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ وہ غالباً ابھی سیدھا اس کے پاس آیا تھا کیونکہ اس کے کپڑے ملگجے ہو رہے تھے۔

وہ اسے لیے اپنے مخصوص ریسٹورنٹ میں آ گئے۔

بیٹھنے کے بعد اس نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا اور پھر گویا ہوا۔

''تو تم خفا ہو مجھ سے؟''

اس نے غالباً اپنے آپ سے کہا تھا اس لیے وہ کچھ نہیں بولی۔ تب وہ اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

''پوچھو گی نہیں تین دن کہا رہا؟''

''میرا خیال ہے تمہیں دیکھتے ہی میں نے پہلا سوال یہی کیا تھا۔''

''ہاں۔''

اس کا انداز پتا نہیں تھکا ہوا تھا یا ہارا ہوا، وہ سمجھ نہیں سکی۔ ہاں کہہ کر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ یا شاید کچھ سوچ رہا تھا۔ کافی دیر بعد بولا۔

''تم نے جب مجھے کہا نا کہ ہم اچھے دوستوں کی طرح رخصت ہوجائیں گے۔ اس وقت مجھے لگا اگر ایسا ہوگیا تو میں کبھی تمہیں نہیں دیکھ سکوں گا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو بہت سمجھایا کہ زندگی میں یہ موڑ تو آنا ہی ہے۔ لیکن مجھ پر عجیب بے بسی اور بے چارگی سوار ہوگئی۔ اور پھر میں خود کو آزمانے کی خاطر گھر چلا گیا کہ شاید اس ماحول سے نکل کر میں اپنے آپ کو بہلا سکوں۔ لیکن کہیں کسی مقام پر بھی میں خود کو نہیں بہلا سکا۔ ہر پل یوں لگتا رہا جیسے دھیرے دھیرے میری روح انتہائی اذیت کے ساتھ میرے جسم کا ساتھ چھوڑ رہی ہو۔

وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوا پھر اس کی بے حد خاموش آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''پہلے میں نے تم سے صرف اپنی شدید محبت کا اعتراف کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ میری چاہت میں کسی قسم کی کوئی غرض شامل نہیں۔ اس وقت میں نے تم سے بچھڑنے کا سوچا تھا لیکن شاید مجھے یقین نہیں تھا کہ زندگی میں کبھی یہ لمحہ آئے گا بھی۔ اور اب تو ایسا ہے مائرہ رضا ان تین دنوں میں مجھ پر یہ ادراک ہوا ہے کہ میں محبت کے ساتھ تمہارے حصول کی خواہش بھی رکھتا ہوں۔

خدا گواہ ہے میں یہ سب نیک نیتی کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ تمہیں اپنی زندگی بنانے کے لیے......میں تمہارے اتنا قریب آچکا ہوں کہ واپسی ناممکن ہے۔ اگر مجھے دھتکاروگی میں تب بھی نہیں جاؤں گا۔''

وہ تو پہلے ہی اسے تسلیم کرچکی تھی۔ مائرہ کی آنکھوں میں سہما سہما سا خوف اتر آیا تھا وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔

''جانیہ......''

اس نے مائرہ کا ہاتھ تھاما۔ معد کے لہجے میں شدتیں تھیں جو اس کے لفظوں میں نظر آتی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں تحیرآمیز اشتیاق تھا جس کے عقب سے محبت جھانک رہی تھی۔

مائرہ کا وجود ساکت ہوگیا۔ اس کا دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا:

''یہی تو ہے جس کے دل نے آرزو کی ہے۔''

نئے سال چھ جنوری 2013ء کا ابرآلود دن تھا۔ درختوں، پیڑوں، پودوں اور پتوں سے اوس بوند بوند ٹپک رہی تھی۔ وہ اس کی محبت کے حصار میں قید اوس کی بوندوں کو زمین میں جذب ہوتے دیکھ رہی تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو بارش برسی تھی اور وہ درخت کے نیچے کھڑی اوس کی بوندوں میں بھیگ رہی تھی، وہ بہت خوش تھی بہت خوش۔

آج معد نے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔

ایک مدھم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھری اور پھر وہ گہری سانس بھرتے ہوئے سر اثبات میں ہلا گئی۔

معد نے اس کا سرد سا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دبایا۔

اس کا دل اتھاہ گہرائیوں میں جا ڈوبا۔ تو اس کی آنکھیں جھلملا گئیں۔

''تم نے مجھے زندگی دی ہے جانیہ ......سچ میں۔ اور ......'' اس نے سوالیہ نظروں سے معد کی طرف دیکھا۔

''آئی لو یو سوسویٹ۔ اور رونا نہیں۔''

تو وہ ایکدم سے کھلکھلا پڑی۔ معد کو محسوس ہوا۔ بہاریں اس کے قریب سرگوشیاں کررہی ہوں۔ سات سروں کا سرگم چھڑ گیا تھا۔ اس کے دل کی دھرتی پر رنگوں، پھولوں، ......اور جگنوؤں کا میلہ سا لگ گیا تھا اور وہ مدہوش ہوا جارہا تھا۔



جانیہ نے اس کے دل کو اپنا مسکن بنا لیا وہ ہر لمحہ ایک دوسرے کے ساتھ پائے جاتے۔

اس کے اعتراف محبت نے معد کی زندگی بدل دی تھی۔ وہ پیار سے اس کی طرف دیکھتا۔ اس کی آنکھوں میں موجود محبت کی چمک اس کے دل کے اس محل کو روشن کر گئی۔ جو کسی ان چھوئے نئے مکان کی طرح بند تھا۔ اس کے دل پر دستک دینے والی پہلی لڑکی جانیہ تھی۔ اس کے دل کے سارے گوشے بھی آپ ہی آپ جانیہ کی ملکیت ہوگئے۔

اپنی ماں کے بعد وہ دوسری عورت تھی جس پر وہ اعتماد کرنے لگا۔ ان کی محبت کو تنہا ملاقاتوں، حسین باتوں کی ضرورت نہ تھی۔ بس یہ پودا آپ ہی آپ بڑھ رہا تھا۔

محبت میں ایک مرحلہ ہوتا ہے آزمائش کا، کوئی آپ کے ہاتھ میں زہر کا پیالہ دیتا ہے کہ اسے پیو اور اپنی محبت کا ثبوت دو۔ وہ آزمائش میں پوری اتری تھی۔ اس کی خاطر جان دے سکتی تھی۔

محبت میں ایک مرحلہ آجاتا ہے اعتماد کا۔ وہ اس پر اعتماد کرنے لگا تھا۔

کہ اگر وہ زہر پلا دے تو وہ پی لے گا۔ لاعلمی میں کہ یہ محبت بھرے ہاتھ زہر نہیں پلا سکتے۔ زندگی دے سکتے ہیں۔

پر اس میں اور معد میں ایک فرق تھا۔

وہ سہل پسند تھی۔ شاید یہ اس کے حالات کا تقاضا تھا کہ اس نے آسائشوں کے درمیان آنکھ کھولی تھی۔

وہ مشکل پسند تھا۔ شاید اس کے حالات کا دیا تحفہ تھا۔ زندگی اسے چیلنج بن کر جو ملی تھی۔

اسی طرح ان کی عادات طبیعت میں بھی فرق تھا۔

وہ ذرا شوخ مزاج مگر سنجیدہ لڑکی تھی۔ شاید یہ اس کے گھر کا ماحول یا اس کی فطرت تھی۔

لیکن وہ سخت طبیعت حد درجہ سنجیدہ تھا۔ ہنستا بھی ایسا تھا کہ ٹیکس نہ ادا کرنا پڑے۔ شاید اس کے گھر کے ماحول کا اثر اس کی فطرت میں روح میں آ گیا تھا۔

مگر اس کے باوجود وہ جانیہ کے ساتھ انتہائی نرم مزاج رکھتا۔ زیادہ سے زیادہ اس کی ہاں میں ہاں ملاتا۔ بس اس کی ایک ہی خواہش ہوتی کہ جانیہ خوش رہے کوئی اس بات نہ ہو جس سے اسے دکھ پہنچے مگر پھر بھی دوسروں کی باتوں اور حالات کا بدلہ اس سے لیتا۔ اس سے خفا ہو جاتا۔ ضد کرتا۔ ڈانٹتا۔

اس بات پر وہ اکثر کئی بار جھگڑے، کئی بار لڑے۔ وہ اپنی پسند کی چیزیں ایسے دلاتی

کبھی وہ یوں ہی اکڑ دکھاتا کہ وہ اس کی پسند کی چیز نہیں لے گا۔تو چلا پڑتی۔

''کیا مصیبت ہے معد۔تم میری ملکیت ہو۔ تو تمہاری ہر شے میری ہے اور کچھ نہیں ایک دوست سمجھ کر ہی میری پسند پر صبر کرلو۔خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے سے فائدہ۔

کس نے کہا ہے تمہیں تم میرے ساتھ لٹکتی پھرو۔

''میرے دل نے۔''

وہ برا مانے بغیر جھٹ پیار سے کہتی۔تو اس کا پیار بھرا انداز معد کے غصے پر ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ثابت ہوتا۔ وہ سارا غصہ بھول جاتا۔ اس پل معد کا دل کرتا وہ دل و جان اس پر نچھاور کردے۔ وہ پیار سے کہتا:

''ہاں تم میری مالک ہو۔ جو چاہے لو جان۔''

وہ ہار مان جاتا۔

''ہاں تو اور کیا۔ تمہیں کیا خبر کون سی شرٹ کا رنگ میچ کرنا ہے۔''

وہ ایک ایک چیز اپنی مرضی سے خریدتی۔ اس لمحے معد کو ٹوٹ کر پیار آتا اس پر۔

جیسے آج سے پہلے وہ ہی تو سب کرتی آئی تھی اس کے لیے۔

لیکن معد کو بہت اچھا لگتا جب وہ اس کا خیال رکھتی۔

ہر چیز پر دھیان دیتی۔ وہ چاہتی تھی معد سب سے مختلف نظر آئے۔ جو لباس وہ پہنے کوئی دوسرا نہ پہنتا ہو۔ جو چیز معد کے پاس ہو وہ کسی اور کے پاس نہ ہو۔

معد کے لیے ایک شرٹ بھی خریدنی ہوتی تو پوری مارکیٹ کھنگال ڈالتی مگر اسے کوئی شرٹ پسند نہ آتی۔

وہ جانیہ کے اس عادت سے چڑتا بھی مگر خاموش رہتا۔ اس پر پیار بھی خوب آتا۔ وہ اپنی جگہ ٹھیک تھی بس معد ان چیزوں کا قائل نہ تھا۔مگر پھر بھی خوب نبھ رہی تھی۔ اگر ایک بولتا تو دوسرا خاموش ہوجاتا۔ اگر دوسرا غصہ کرتا تو پہلا خاموشی سے سنتا۔اور پھر ایک دوسرے کا انتظار کیے بنا دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے فریق کو منا لیتا۔ ان کی لڑائی چند منٹوں سے

زیادہ نہ چلتی۔

انوکھا پیار، نرالے انداز پیار بھی الگ ہی درجے کا کرتے تھے جس میں صرف لاڈ ہی لاڈ ہوتا تھا۔

''جانیہ اب واپس چلو۔ پھر کسی روز آ جانا۔ بہت دیر ہوگئی ہے۔''

''مگر معد ابھی تو کچھ بھی نہیں خریدا تو پھر......''

''وہ تم آج کی تاریخ میں لے بھی نہیں سکتی ہو جس رفتار سے تم ہر چیز کو رد کرتی ہو مشکل ہے کہ کچھ پسند آئے اور تم خریدو۔''

''تمہیں برا لگتا ہے؟''

''دیکھو شاپ کیپر کا بھی خیال کیا کرو۔ سب ایک ہی جیسا ہوتا ہے سب ہی خریدتے ہیں تمہارے ساتھ دس لوگ شاپنگ کر کے چلے جاتے ہیں اور تم ایک شرٹ تک نہیں خریدتی ہو تو یہ زیادتی ہے نا جانیہ۔ آیندہ تم خود آیا کرو مجھے ساتھ مت لایا کرو۔ پھر تم جو تمہارا دل چاہے کیا کرو۔ مجھے یہ سب پسند نہیں۔''

اس نے معد کے غصے بھر تاثرات کو دیکھا اور خاموشی سے سر جھکا لیا کہا کچھ نہیں۔

اگر اجازت ہو تو چلیں۔

اس کے اترے چہرے کو دیکھ کر معد نے پوچھا۔

''جیسے تمہاری مرضی۔''

''کیسے چلیں گے؟''

''پیدل چلنا پڑے گا۔'' معد نے ایک دم شرارت کر ڈالی ورنہ وہ مذاق کرتا ہی نہیں تھا۔

اس روز نجانے کیا ہوا۔

''اتنا سفر۔''

مارکیٹ اور ہوسٹل کا کافی فاصلہ تھا۔ پیدل سن کر وہ ڈر گئی۔

''جی ہاں۔''

وہ تھکی تھکی لگ رہی تھی۔

''تو ایسا کرتے ہیں ایک شارٹ کٹ اختیار کرتے ہیں۔''

''اوں ہوں سراسر بے ایمانی۔ میرے ساتھ چلو گی۔ تو راہ چلنے کا حق ادا کر کے ہی۔ ویسے تمہیں اجازت ہے رکشہ یا ٹیکسی سے جا سکتی ہو۔''

''نہیں چلوں گی تو تمہارے ساتھ ہی۔''

تو جانیہ پھر سفر سفر ہے۔ دشواریاں تو ہوں گی۔ چلنا بھی ایمانداری کے ساتھ پڑے گا۔ کیونکہ ہمراہ میں ہوں۔ ایک اصول پسند۔

''پاگل ہو تم۔''

''چھوڑ دو ایسی راہ جس پر ایک پاگل چل رہا ہے۔''

''اوہ۔ تم سے بحث فضول ہے۔''

وہ اس کے ساتھ چلتی رہی۔ معد کو اس پر ترس آ گیا۔

''تھک گئی ہو؟''

''نہیں۔'' تھکن اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی مگر معد کے خیال سے وہ مکر گئی۔ اس کے ساتھ چلنے کا وعدہ کیا تھا۔ تو چلنا بھی اسی کی مرضی پر تھا۔ پھر تھکتی کہ نہیں۔ صبر سے کام لینا تھا۔

''میرے ڈر سے انکاری ہو۔ مگر تمہارے ڈھیلے ڈھالے قدم بتا رہے ہیں کہ تم بہت تھک گئی ہو۔''

وہ خاموشی سے اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی رہی۔

''آؤ ٹیکسی لے لیں یا پھر آٹو رکشہ۔ جو آسانی سے مل جائے۔''

''میں نے کہا نا کہ میں نہیں تھکی اب میں پیدل سفر کروں گی۔ ہوسٹل تک۔''

''نہیں۔''

''ضد ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر پیار سے ساتھ دے رہی ہو۔''

''نہیں......''اسے ایکدم احساس ہوا تو وہ فوراً بولی۔

''ہاں۔''

معد کا ایک زبردست قہقہہ فضا میں گونجا۔

''سچ منہ سے نکل ہی پڑتا ہے۔ اب کچھ بھی کہو۔''

ایک بار پھر معد نے زور دار قہقہہ لگایا۔

یہ اس کی زندگی کا سب سے خوش گوار اور جاندار قہقہہ تھا۔ زندگی سے بھرپور۔ مسکراتا کھلکھلاتا قہقہہ۔

محبت کا ایک نازک سا جھونکا۔ اس کے قریب سے گزر گیا تو اس نے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے سوچا۔

یہ لڑکی کتنی انوکھی سی ہے۔

اسے شاید پہلی نظر میں ہی جانیہ اچھی لگی تھی۔ یا وہ لاشعوری طور پر جانیہ سے متاثر تھا کہ ایک جملے پر ہی پھسل گیا تھا۔

وہ اب پہلا سا کھردرا اور بے رنگ معد نہ رہا تھا۔

محبتیں واقعی ہی کائنات کی سب سے الوہی اور خوش رنگ جذبوں کی گندھی لڑیاں ہیں کہ جب دل میں نرم و نازک جذبات جگہ بنا لیں تو مضبوط سے مضبوط آدمی بھی موم ہوجاتا ہے۔

ہزاروں افواج کی فتوحات بھی محبت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں کہ محبتیں بنجر سے بنجر زمین کو تر اور بے رنگ کائنات میں پھول کھلا دیتی ہیں۔ یہ جن جن سمتوں سے گزرتی ہیں وہاں بہاریں پہرہ دیتی ہیں اور پرندے گیت گاتے ہیں۔



فرسٹ سمسٹر کے فائنل ایئرامتحان شروع ہوگئے تھے جس کی وجہ سے وہ بہت مصروف ہوگئی تھی جبکہ معد کو فکر ہی نہ تھی۔ وہ کہتا اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں گا دیکھ لینا۔ بس تم اپنی فکر کرو۔

مائرہ واقعی ہی پریشان تھی اسے لگتا ایک لفظ نہیں آتا۔ وہ سب بھول کر دن رات پڑھائی میں لگ گئی۔ وہ سارا دن پڑھائی میں لگی رہتی۔ کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہتا تھا۔ پیپر کے بعد وہ اتنی تھکی ہوئی ہوتی کہ بڑی مشکل سے منہ ہاتھ دھو کر ڈائننگ ہال تک جاتی۔ کھانا بڑی عجلت میں کھاتی۔ اس کے بعد کمرے میں آتے ہی بیڈ پر گر جاتی۔ پھر صبح ہی آنکھ کھلتی تھی۔ اتنی ٹف زندگی کا تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

خدا خدا کر کے امتحان ختم ہوا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ اب کم از کم تو وہ کچھ عرصہ تک بالکل فارغ تھی۔ اسی شام وہ خاصے فریش موڈ میں معد سے ملی۔

وہ اسے دیکھ کر دلفریب انداز میں مسکرایا۔

تھینکس گاڈ، تمہاری فریش شکل دیکھنے کو تو ملی، ورنہ میں تو سمجھا تھا تم بیمار پڑ جاؤ گی۔''

''خدشہ تو مجھے بھی تھا لیکن اللہ کا شکر ہے۔''

''کیا لوگی؟''

''جو تم کہو......'' وہ آنکھیں جھپکتے ہوئے بولی۔

''نہیں جو تم حکم دو......''

''حکم کی پوزیشن میں نہیں ہوں ابھی۔ ہاں درخواست کرسکتی ہوں۔''

''صرف بریانی اور کافی ؟''

''جو حکم جناب کا۔''

اس نے آرڈر کرنے کے بعد اس سے پوچھا۔

''ان چھٹیوں میں کیا پروگرام ہے؟''

''انتہائی بور۔'' وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

''کیا مطلب؟'' وہ فوراً پوچھنے لگا۔

''کچھ خاص نہیں۔ لاہور کی خاک چھانوں گی۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب وطلب کچھ نہیں ۔ گھر میں آرام کروں گی یا پھر لاہور کی سڑکوں کو ناپوں گی۔''

''اوہ، اچھا یہ یوں کہو ناں۔'' اس نے لبوں کو بھینچتے ہوئے کہا۔

''اور آپ......؟''

''مجھے گھر جانا ہے۔ کل ہی بابا کا فون آیا تھا۔ کل ہی آنے کو کہہ رہے تھے۔ اس وقت تو میں نے منع کر دیا۔ تم سے ملے بغیر کیسے چلا جاتا۔ لیکن اب منع نہیں کرسکوں گا۔''

''کیوں......؟''

''کیونکہ یہ میرے بابا کا حکم ہے۔ انہوں نے فوری گھر آنے کو کہا ہے۔''

''یہ تو اچھا نہیں ہوا، کم از کم میرے لیے۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں بولی۔ پھر ایکدم خاموش ہوگئی۔

''کم آن جانیہ کوئی اتنے بہت سارے دن تو نہیں ہیں۔ پندرہ بیس دن کی بات تو ہے۔ پھر بھی میں کوشش کروں گا۔ ہفتے بعد ہی آجاؤں۔''

''ویسے اب تم بن میرا کہیں دل نہیں لگتا۔''

''اوکے پھر میں بھی پنڈی چلی جاؤں گی آنٹی کے گھر۔'' اس نے لمحوں میں فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

''کون کون ہے ان کے گھر میں؟''

اس نے یوں ہی پوچھ لیا۔

''زیادہ لوگ نہیں ہیں۔ ایک بیٹا جو یہاں نہیں رہتا اور بیٹی جس کے ساتھ میری انڈرسٹیڈنگ نہیں ہے۔ البتہ آنٹی بہت اچھی ہیں۔ میرا زیادہ وقت ان کے ساتھ ہی گزرتا ہے۔''

''اچھا۔''

اس نے گہری سانس لی پھر کہنے لگا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ ٹھیک دس دن بعد میری سالگرہ ہے۔ اور تمہیں ہر حال میں آنا ہے۔''

''مجھے یاد ہے اور میں اس سے پہلے ہی آجاؤں گی۔ اور آپ......؟''

''میں بھی آجاؤں گا۔''

پھر کھانا کھا کر وہ ریسٹورنٹ سے آ گئے۔ معد ملتان کے لیے روانہ ہو گیا۔ اور وہ اپنے گھر۔



اگلے دن وہ بھی آنٹی کی طرف پنڈی چلی گئی۔ گو کہ فوزیہ کی وجہ سے وہ بیزار ہو جاتی۔ مزاج میں سرد مہر مائرہ بالکل اچھی نہیں لگتی تھی۔ اس کی عادت ہی ایسی تھی۔ لیکن اسے لگتا جیسے وہ صرف اس کے ساتھ اسی طرح پیش آتی ہے۔ بہت رسمی انداز میں حال احوال پوچھتی۔ اس کے بعد بالکل لاتعلق ہو جاتی۔ اس بار اس نے بھی اس سے زیادہ بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ سارا دن آنٹی کے ساتھ لگی رہتی۔ وہ جو بھی کام کرتی ان کا ہاتھ بٹاتی۔ اور جب وہ فارغ بیٹھتیں تو ان کے ساتھ گپ شپ لگاتی۔ اس وقت بھی وہ فراغت سے بیٹھی تھیں۔ انہوں نے مائرہ کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایک بات پوچھوں مائرہ! تم برا تو نہیں مانو گی؟''

وہ سوچ کر بولیں۔

''پوچھیں......'' وہ مسکرائی۔

''اس بار تم کچھ بدلی بدلی سی ہو۔ کوئی خاص وجہ ہے اس کی؟''

ان کا خیال تھا وہ چونکے گی لیکن اس نے سہولت سے اعتراف کیا......

''جی۔''

''ایک لڑکا ہے......معد......ہم بہت چاہتے ہیں ایک دوسرے کو۔''

''واؤ۔''انہوں نے خوشگوار حیرت کا مظاہرہ کیا۔

''کہاں ملاقات ہوئی؟''

''وہ میرے ساتھ پڑھتا ہے۔''

''سچ۔''وہ خوشی کے ساتھ غیر یقینی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

''تم تو ایسی تھیں ہی نہیں۔''

''مجھے خود بھی پتا نہیں چلا سب کیسے ہوگیا؟''

''کیا اپنی ماں کو بتایا ہے؟''

''نہیں ابھی صرف آپ کو بتایا ہے صرف آپ کو۔''

''بے فکر رہو۔ میں بھی ابھی ان سے ذکر نہیں کروں گی۔''انہوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''کیسا ہے وہ؟''ان کے لہجے میں تجسس تھا۔

''اچھا ہے۔ آپ کو مل کر مایوسی نہیں ہوگی۔''

''کیا وہ تمہارا دوست بھی ہے؟''

''ہاں بہت اچھا دوست۔''

پھر کچھ دیر خاموش رہ کر پوچھنے لگیں۔

''شادی کب کرو گے؟''

''فی الحال سوچا نہیں۔ ابھی تو پڑھ رہے ہیں۔ پھر جاب.....اور پھر شادی کا سوچیں گے۔''

''ہوں.....''اتنے میں دروازے پر بیل ہوئی تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور وہ معد کے خیالوں میں کھوگئی۔



اس نے معد سے کہا تھا کہ وہ اس کی برتھ ڈے سے پہلے ہی آ جائے گی لیکن پھر اس نے سوچا عین وقت پر وہ اس کے سامنے جائے گی۔ پھر اپنے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے اس شام وہ جان بوجھ کر دیر سے گئی اس کی طرف محض اس کا موڈ دیکھنے کی خاطر۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ اس کے دیر سے آنے پر خفا ہوگا۔ اور جب اسے منانے میں ناکام ہوگی تو سوری کرلے گی۔ شاید وہ بھول گئی تھی کہ وہ کبھی خفا نہیں ہوا، کبھی شکوہ نہیں کیا اور نہ کبھی گزری کل کی بات دہراتا تھا۔

جب وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی وہ ایزی چیئر پر قدرے نیم دراز تھا۔ بیک پر سر ٹکائے اس کی نظریں دیوار کی آخری حدوں پر جمی تھیں۔ آہٹ پر وہ چونکا نہیں۔ جیسے اسے یقین ہو کہ وہ ابھی ابھی یہاں آئے گی، جس زاویے سے بیٹھا تھا اسی طرح بیٹھا رہا، بس نظریں دیوار سے ہٹا کر اس پر جما دی تھیں کہ وہ کچھ نروس سی ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پورے کمرے میں سالگرہ کا کوئی سامان نہیں تھا۔

''میں تو سمجھی تھی یہاں اچھا خاصا اہتمام ہوگا لیکن یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے تم نے کسی اور کو نہیں بلایا۔''

وہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

''نہیں۔''

وہ گہری سانس لے کر سیدھا ہو بیٹھا۔

''اس وقت ہم کہیں باہر چلیں گے۔''

''باہر؟''

اس کے پر سوچ انداز پر چونک کر دیکھنے لگا۔ ''پہلی بار تو نہیں جاؤ گی میرے ساتھ......''

''یہ بات نہیں ہے۔ میں کچھ اور......'' وہ چپ ہوگئی۔

''تو پھر تمہیں اعتراض کس بات پر ہے؟''

''کسی پہ نہیں۔''

''چلیں پھر۔'' وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔

''ٹیبل ریزرو کرا دی ہے میں نے ......بس میرے ساتھ چلو آپ۔''

''مگر جانیہ یہ تو میری......''

''تمہاری برتھ ڈے ہے اور تم نے کوئی اہتمام نہیں کیا۔''

''میں تمہیں باہر لے جانا چاہتا تھا۔''

''تو یہ بات ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''اب تم یہیں کھڑے کھڑے وقت برباد مت کرو چلو۔'' اس نے جلدی سے کہا۔ جیسے اس کا ارادہ ہو کہ جانے سے انکار کر دے گی۔ وہ اسے لیے ریسٹورنٹ آ گیا۔

جاتی گرمیوں کی شام تھی۔ طویل گرم موسم کے بعد یہ ہلکی پھلکی شام اچھی لگ رہی تھی۔ فضا میں ایک سرور سا تھا۔ لوگوں کے ہجوم سے پرے وہ نسبتاً تنہا گوشے میں بیٹھے تھے جس کا انتخاب جانیہ نے کیا تھا۔

''جانیہ! میں اس وقت بہت خوش ہوں، بہت زیادہ۔''

وہ گلاس وال سے دور تک نظر دوڑا رہا تھا۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھنے لگی۔ اس کی نیلگوں آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اندرونی خوشی کا عکس واضح طور پر اس کے چہرے پر جھلک رہا تھا۔ اچانک اس سے کہنے لگا۔

''تم نے مجھے اتنا خوب صورت گفٹ دیا ہے اور ایسے وقت میں جب میں شدت سے تمنا کر رہا تھا کہ کہیں سے تم آ جاؤ۔ کیونکہ تم بہت لیٹ ہو گئی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا، میں کس طرح تمہارا شکریہ ادا کروں۔''

''شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

''میں نے تمہیں بہت مس کیا......'' اس نے اظہار کیا۔

''اور میں نے بھی۔'' معد کا اظہار کر دینا جذبوں پر شبنم کے قطرے ثابت ہوا تھا۔ رگ

وجود میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی تھی۔

''چلو اب کیک کاٹیں......؟''

ساتھ ہی اس نے ویٹر کو اشارہ کیا۔

''زیادہ تکلف تو نہیں کیا ناں؟''

''تم دیکھ لینا۔''

ویٹر پھول، کیک رکھ گیا۔

اس نے گلدستہ اسے تھما دیا۔

''تھینک یو۔''

اس کے ہاتھ سے پھول لے کر وہ ایک سرشاری کے عالم میں اسے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے چھو کر دیکھنے لگا۔

پھر معد نے کیک کاٹا اور اس کے بعد کھانا کھایا۔

''میں تمہیں بہت چاہتا ہوں جانیہ۔''

وہ میز پر کہنی ٹکا کر بکے سے ایک پھول نکال کر عین اس کی آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔

''اور میرے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''وہ تم بہتر جانتی ہو......''

''تو پھر میں بھی تمہیں بہت چاہتی ہوں اپنی تمام تر سچائیوں کے ساتھ۔''

اس کا اعتراف معد کو بہت اچھا لگا اور وہ دنیا جہاں کا پیار نگاہوں میں سمو کر اسے دیکھنے لگا۔

''تمہارا گفٹ ادھار ہے! تم میرے ساتھ چلنا اپنی پسند کا لے لینا۔''

''اب کسی گفٹ کی ضرورت نہیں۔''

''معد کیا ہم شادی کریں گے......؟''

وہ ایک دم موضوع بدلتے ہوئے بولی۔

''ہاں کیوں نہیں.....اب دور نہیں رہا جاتا۔ مگر تم نے یہ بات کیوں سوچی ......کہ ہم شادی نہیں کریں گے!''

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''بس یوں ہی خیال آیا تو پوچھ لیا۔''اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''لاسٹ سمسٹر سے پہلے بات کروں گا۔ پھر ہم منگنی کے بندھن میں بندھ جائیں گے اور کوئی فکر نہیں رہے گی۔''

اس کے دل میں بہت سے خدشات نے سرابھارا تھا لیکن اس نے آج کے دن کے خیال سے ذکر نہیں کیا۔

وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر سیدھی بیٹھی تو گلاس وال سے آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھنے لگی۔

پوچھ آنکھوں سے کرتی ہیں کتنا انتظار تیرا
بن کے دھڑکن دل میں بسا ہے پیار تیرا
اپنی پلکوں کی پناہوں میں سجا لو مجھ کو
مار ڈالے نہ قسم سے یہ پیار تیرا
میرا محبوب کھلا ہے آج پھولوں کی طرح
کروں شکریہ میں کیسے اے بہار تیرا
رخ محبت سے ذرا زلف ہٹا کر تو دیکھو
ٹھہرا ہے آج وقت بھی کرنے دیدار تیرا
یوں ہی سایا بن کے زندگی بھر سنگ چلنا
مجھے ساری دنیا سے زیادہ ہے اعتبار تیرا

Just For You Jania



ادھر جب تقدیر بے حد مہربان ہو جائے تو آزمانے پر اتر آتی ہے۔کبھی ناراض ہوجاتی ہے تو کبھی بے وفائی کرجاتی ہے۔

یہ سب تقدیر کی اپنی سوچ اپنا فیصلہ ہوتا ہے۔

پھر چاہے منتیں کرتے رہ جاؤ نہ دعائیں کام آتی ہیں نہ ہی تدبیریں۔تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔

سو جانیہ اور معد کی تقدیر جس نے ایک ایک کرکے ساری مہربانیاں ان کے دامن میں ڈال دی تھیں ان پر سے اپنے مہربان ہاتھ اٹھاتے ہوئے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اتنی مہربانیاں لٹانے کے بعد یہ امتحان بہت کڑا تھا۔لیکن تقدیر کہاں سنتی کہاں دیکھتی ہے۔

یہ تو وار کرتی چلی جاتی ہے۔

یہ جانے بغیر کہ اس کا شکار کتنا کم حوصلہ ہے وہ اس کے دیئے زخموں کو سہہ بھی سکے گا یا نہیں۔

حالات نے اتنی تیزی سے رخ بدلہ کے معد آہ بھی نہ کرسکا۔

لاہور روانگی سے پہلے اس نے گھر میں ذکر کیا تھا۔

اس نے گھر میں ذکر کیا تو گویا سب پتھر کے ہوگئے۔ ہر شخص اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ معد کے منہ کو تک رہے تھے گویا اس نے کوئی ان ہونی کہہ دی ہو۔کسی نے یہ نہ پوچھا کون ہے، کہاں ہے، کیا کرتی ہے، وغیرہ، کہا بھی تو کیا ......

''جو کوئی بھی ہے اس کا خیال ذہن سے نکال دو۔ آئندہ تمہاری زبان پر اس کا نام نہ آئے۔تمہارے بارے میں کیا بہتر ہے کہ نہیں ہم جانتے ہیں۔''

کمال احمد نے سخت الفاظ میں کہا۔ ان کا خیال تھا آج بھی بندھ باندھنا چاہیے تاکہ کل ہمت نہ ہو کچھ کہنے۔

''مگر کیوں بابا؟''

''کیوں کا کوئی جواب نہیں میرے پاس۔''

''بنا ملے ایکدم سے انکار کچھ سمجھ میں نہیں آیا!''

''بہت گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اس موضوع پر پھر بار ہوگی۔ ابھی تم سفر پر روانہ ہورہے ہو۔ آرام سے جاؤ۔''

''میں آج نہیں جاتا۔ بات کرلیتے ہیں۔'' ایکدم ہی اس کے اندر ضدی بچہ عود کر آیا۔

''نہیں تم جاؤ۔ دوبارہ آؤ گے تو بات ہوگی۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ مرضی ہماری چلے گی تمہاری نہیں۔ تم سب کچھ اچھی طرح جانتے ہو۔ کچھ کہنے سمجھانے کی مزید ضرورت نہیں۔''

وہ الجھا الجھا سا لاہور چلا آیا لیکن اس کا دل خزاں کے آخری پتے کی طرح کانپ گیا تھا۔ جانیہ کو حاصل کرنے کے لیے اسے خود کو بہت مضبوط کرنا ہوگا۔ پہلے سے ایک سرد جنگ کا آغاز ہوگیا تھا۔ وہ جانیہ کے بارے میں سوچ کر پریشان تھا۔

''تم آؤ۔ ایک بار مجھے میرے اپنوں سے مانگ کر دیکھو۔ اس ریت کی طرح اس روایت کے مطابق جس طرح لڑکیوں کو مانگا جاتا ہے۔ تم مجھے ثابت قدم پاؤ گے۔ مجھے صرف تمہاری محبت چاہیے۔ وہ دل جس میں پیار اور محبت چھپی ہوتی ہے۔ اور محبت تو دل سے کی جاتی ہے۔ ایسا دل فقط انسان کے پاس ہوتا ہے۔ میری زندگی کی پہلی اور آخر تمنا تم ہو۔''

''جانیہ......''

اس نے اسے بڑے خوب صورت نام سے مخاطب کیا۔

''تم تو محلوں میں بسنے والی شہزادی ہو اور شہزادیاں عام انسانوں کی پہنچ سے بہت دور ہوتی ہیں۔''

''تو گویا تم میدان میں اترنے سے پہلے ہی ہتھیار پھینک رہے ہو۔''

''میں حقیقت بیان کررہا ہوں۔''

''میں ایک عام انسان ہوں اور مجھ جیسا انسان کبھی تمہاری تمنا نہیں کرسکتا۔ اس کے باوجود تمہاری محبت کا احساس میری روح کی گہرائیوں میں موجود ہے۔''

''اچھا مذاق کیا ہے تم نے۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''مذاق تم کررہی ہو مجھ سے جانیہ۔ میرے خیال کو دل میں جگہ دے کر نادانی نہ کرو۔ اگر تم نے مذاق کیا ہے تو پھر میرے دل سے نہ کھیلو۔ کیونکہ دکھی دل اپنے اندر دکھوں کے خزانے محفوظ کرنے کے عادی ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن وہ دکھ جو کسی کی امانت بن جائیں ان کا بار نہیں اٹھایا جاتا۔''

اس کی بات سن کر وہ بے حد جذباتی سی ہوگئی۔ اس کے لفظ دکھ کا احساس لیے ہوئے تھے۔ ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ ویسے بھی وہ بڑی جذباتی لڑکی تھی۔ اس نے بھی لفظوں کا سہارا لے کر معد کو مخاطب کیا۔

''میں کسی سے مذاق کرکے، اس کو ستانے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ میں نے تمہیں اپنے دل کی سچائی کی جھلک دِکھا دی۔ میں نے تم سے مذاق نہیں کیا۔ یہ میرے دل کا تقاضا ہے۔ دل نے کہا اگر چپ رہو گی۔ اظہار تمنا نہ کرو گی تو پھر منزل تک پہنچنا ممکن ہوجائے گا۔ تمہاری شخصیت سے یوں متاثر ہوئی کہ دل نے کہا یہ ہی وہ ہے جس کا انتظار ہر لڑکی کیا کرتی ہے۔ وقت آنے پر وہ کسی نہ کسی طرح نظروں کے سامنے آ ہی جاتا ہے۔

''تم سے ملی، دل کے مندر میں تمہارے نام کا دیا روشن کر بیٹھی۔ اگر حالات نے یہ بجھا دیا تو اس کا دھواں مجھے عمر بھر اپنی لپیٹ میں لیے رکھے گا۔ تم جو کچھ بھی ہو تم میری منزل ہو۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔''

اسے کہہ کر اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا۔

''ہاں جانیہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ شدید محبت۔ بس مجھے اتنی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ تمہاری کمی کیوں محسوس کرنے لگا ہوں۔ تم ہر پل میرے دل و دماغ پر کیوں چھائی رہتی ہو۔ ہر لمحہ میرے خیالوں میں اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہو۔ بس میں اپنی کیفیت کو سمجھ نہیں پایا یا اظہار محبت کی جرأت نہیں تھی مجھ میں۔ لیکن جب تم نے احساس دلایا تو معلوم ہوا میں تو پور پور تمہاری چاہت میں ڈوبا ہوا ہوں۔ مگر پھر بھی اظہار کرتے ہوئے ڈرتا تھا۔ لیکن آج

......آج سب دیواریں گر گئیں۔ مگر جانیہ اس کے باوجود کچھ باتیں تمہارے علم میں آنا بہت ضروری ہیں۔''

''معد اپنی مجبوریوں کی داستان مت سنانا مجھے کوئی پلیز۔''

اس کے لہجے میں التجا تھی جس نے معد کو چونکا دیا۔

اس کے لبوں پر پل بھر کو مسکراہٹ پھیل گئی۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس نے لبوں کو سکوڑ لیا۔

''تمہاری دنیا بڑی حسین ہے۔ تم بہت شان سے زندگی بسر کرتی ہو۔ تم آرام و راحت کی گود میں پلی بڑھی ہو۔ تم کو دیکھ کر میرے دل میں شدت سے تمہیں اپنانے کا احساس جاگا تھا لیکن پھر خیال آیا کہ تمہارے والدین، یقیناً تم کو کسی کے حوالے کرنے سے پہلے تمہارے والدین کی بہت سی شرائط ہوں گی اور میں ان پر پورا نہیں اتر سکتا۔ کیوں کہ میں تمہارے معیار پر پورا نہ اتر سکوں فقط مجھے میری ذات اور محبت کے علاوہ بھی شاید بہت کچھ نہ مل سکے اور میرے گھر کا ماحول بہت مختلف ہے تم سے۔ تم ایک معصوم اور جذباتی لڑکی ہو۔ تمہیں صرف میری شخصیت نے متاثر کیا ہوگا۔ یہ سب وقتی باتیں ہوتی ہیں۔ تم یقیناً اپنے والدین کی مرضی پر چلو گی اور وقت پر ایک اونچے گھرانے ایک اعلیٰ افسر سے بیاہ دی جاؤ گی۔ پھر تمہیں یاد بھی نہ رہے گا کہ تم ایک انسان سے متاثر ہوئی تھیں۔ وقت اُس کی ظاہری صورت تمہارے ذہن سے مٹا دے گا۔ میں تم کو اتنی راحت نہ دے سکوں گا جس کی حقدار تم ہو۔ مجھے پانے کی تمنا نہ کرو۔''

اس کی بات سن کر وہ رو پڑی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے اتنے موتی گرے کہ رکنے مشکل ہو گئے۔

''رونا بند کرو پلیز۔''

لیکن وہ اسی طرح روتی رہی۔ معد کو اسے یوں تڑپتا دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا مگر اس نے حقیقت بتائی تھی کہ وہ اندھیرے میں نہ رہے۔ وہ اس سچائی کو برداشت نہیں کر پائی۔

''جانیہ پلیز رونا تو بند کرو۔''

اس نے معد کے اتنے نرم لہجے پر آنکھوں کو رگڑ ڈالا۔ کچھ وقفے بعد سوں سوں کرتی ناک کے ساتھ بولی۔

''تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے معد؟''

''تم پر یقین ہے مگر اپنی تقدیر پر نہیں۔''

''آنے والے وقت سے اتنے خوفزدہ ہو کہ راستہ ہی بدل لینا چاہتے ہو۔ سب بھول کر اپنی سی کوشش تو کرو۔ وہ سب اچھا کرے گا۔ نیلی چھتری والا کبھی مایوس نہیں کرتا کسی کو۔''

''تم کیوں آزمائش سے گزرنا چاہتی ہوں؟''

''آزمائش ہی زندگی ہے۔''

''مگر کیوں......؟''

''تا کہ تمہیں پالوں۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''نا پاسکیں تو......؟''

''مت کہو معد پلیز، ایسی باتیں لفظوں سے ادا نہ کرو۔''

وہ سسک پڑی۔

''تم میرے ساتھ میرے گھر کے ماحول میں سروائیو نہیں کرسکو گی۔''

''جانتی ہو پھر کیا ہوگا۔''

''کچھ نہیں ہوگا، کچھ نہیں معد۔ تمہارا ساتھ ہوگا تو جنگل میں بھی رہ لوں گی۔ اور تم بن محل میں بھی نہیں۔ تم کیوں مجھے خود سے جدا کرنا چاہتے ہو معد۔ پلیز سچ بتاؤ۔''

''کچھ خاص نہیں لیکن جو میں کہہ رہا ہوں اسی پر یقین کرو۔ میں تمہیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا جانیہ۔''

''کبھی شکوہ نہیں کروں گی۔ اعتبار نہیں مجھ پر؟''

''خود پر بھروسہ نہیں ہے۔''

''کیا......؟''

''ہاں جانیہ......سچ سننا چاہو گی......''

''کہو۔''وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

مگر وہ جیسے بولنا ہی بھول گیا ہاتھوں کو رگڑتا رہا، کبھی مٹھیاں بند کرتا اور کھولتا۔ وہ شدید الجھن کا شکار تھا۔ جیسے اسے مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں کہنے کو، وہ اسے سب بتا سکے۔

''تم کچھ کہنے والے تھے معد؟''

''ہوں......ہاں......''اس نے چونک کر جانیہ کو دیکھا اور اس کی روئی روئی آنکھوں کو دیکھ کر ایک پل کو دل کو کسی نے قدموں تلے روند ڈالا۔ کیا وہ اسے کچھ بتا سکے گا کہ اس کے والدین راضی نہیں اور اس صورت میں وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا اور جو وہ کر پائے گا اس میں جانیہ گزارا نہیں کر سکے گی۔

''کیا بہت سنگین معاملہ ہے جو شیئر کرتے ہوئے بہت سوچنا پڑ رہا ہے......؟''

''یوں ہی سمجھ لو۔''

''تو پھر کہو نا۔ دیر مت کرو پلیز۔''

''جانیہ اس بار میں گھر گیا تھا تو باتوں ہی باتوں میں میں نے اپنے والدین کا نظریہ جاننے کی کوشش کی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کبھی مجھے پسند کی شادی کی اجازت نہیں دیں گے تو ایسی صورت میں کیا کرسکوں گا میں۔''

''بس اتنی سی بات ہے جس کے لیے اس قدر پریشان ہو۔''

''تمہارے نزدیک اتنی سی بات ہے جانیہ......''

''ہاں تو اور کیا......ابھی صرف ان کا نظریہ جانا ہے تم نے بات تو نہیں کی اور بات کرو پھر بھی وہ انکار کریں تو اپنی ہمت سے کام لے کر انہیں منانے کی کوشش کرو۔ پھر مایوس ہونا ابھی سے نہیں۔''

اس نے معد کو حوصلہ دیا تاکہ وہ مایوس نہ ہو۔ مگر وہ واقعی ہی دل چھوڑ بیٹھا تھا۔

''وہ میرے والدین ہیں۔ میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''اچھا۔ مگر یہ کیوں بھول رہے ہو تم ان کی اولاد ہو تو کیا وہ اپنی اولاد کی خوشیوں کا خیال نہیں کریں گے۔''

''شاید نہیں۔''

''کیوں......؟''

''وہ بہت ضدی ہیں۔''

''ایک بات سنو معد۔ تم اپنی کوشش تو کر کے دیکھو پھر دیکھیں گے کیا ہوگا۔''

''تمہارے والدین......؟''

''ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ ان کو کیسے منانا ہے راضی کرنا ہے یہ سب میرا کام ہے۔ میری طرف سے فکرمند ہو۔ وہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔''

''جانیہ کتنا چاہتی ہو مجھے؟''

''سائنس آج تک کوئی ایسا پیمانہ ایجاد نہیں کر سکی جو دلوں کا حال اور ان کی محبت کی گہرائی جان سکے۔ بس اتنا کہوں گی کائنات میں جتنا تمہیں چاہتی ہوں۔ تم مجھے عزیز ہو کوئی اور نہیں۔ اگر یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لینا۔''

پھر وہ دونوں سب بھول کر پیار بھری باتوں میں کھو گئے اور آنے والے وقت کے خواب دیکھنے لگے۔



معد کی پریشانی جانیہ نے پہچان لی لیکن پریشانی کا سبب اسے کس طرح معلوم ہوتا جب تک وہ نہ بتاتا۔ وہ پریشان سی اس کے قریب بیٹھی تھی۔ لیکن وہ اس پر توجہ ہی نہیں دے رہا تھا۔ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔

''کیا بات ہے معد ......کچھ پریشان ہو۔ کیا بات ہے؟''

''چپ رہو جانیہ مجھے کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں اور پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔ یہ میری

حقیر ذات پر تمہارا بہت بڑا احسان ہوگا۔''

اس کے لہجے کی سختی اور انداز نے اسے چونکا دیا۔ اسے یہ احساس تک نہیں رہا تھا کہ جانیہ جیسی لڑکی کی ساری محبتیں بھلا کر اسے بھی دوسروں کی طرح سمجھ رہا ہے۔ اس کے پاکیزہ جذبوں کو روند رہا ہے۔ اس وقت وہ شدید الجھن کا شکار تھا۔ جس کی لپیٹ میں جانیہ آ گئی۔

''معد۔''

جانیہ نے اسے تنبیہی انداز میں پکارا۔ ''تم ہوش میں تو ہو کیا ہوگیا ہے تمہیں؟''

''ہاں میں ہوش میں ہوں لیکن مدہوش ہو جانے کی خواہش ضرور کرتا ہوں۔''

''خیریت، کیا ہوگیا ہے تمہیں؟''

اس نے معد کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ اس کے تروتازہ معصوم چہرے پر کسی عیاری اور مکاری کا شائبہ تک نہ تھا۔

تب معد کے دل نے گواہی دی نہیں جانیہ ان سب جیسی نہیں ہے۔ وہ ان سب جیسی کبھی نہیں ہوسکتی۔ وہ سب سے الگ تھلگ ہے۔ تب ہی دل کے کسی کمزور لمحے کی گرفت میں اس نے جانیہ کو پکارا۔

''جانیہ......''اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں پکارا۔

''جی کہو......''اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

اس نے ایک بار پھر جانیہ کو بغور دیکھا۔

''جانیہ جیون کی اس راہ پر اگر میں تمہارا ساتھ چھوڑ جاؤں۔''

اس نے جانیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی۔

''یہ اتنا سنجیدہ چہرہ ایسی بے تکی باتوں کے لیے بنایا ہے خدا نہ کرے کہ ہمارا ساتھ جیتے جی ایک دوسرے سے چھوٹے۔''

''اگر میں مر جاؤں جانیہ......تو تم کیا کرو گی۔''

''ضروری ہے ایسی باتیں کرنا۔''

''جو پوچھا ہے بتاؤ۔''

''تمہاری یاد میں دنیا سے کنارہ کشی کرلوں گی۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ باتیں کر کے تم مجھے مار کر ہی دم لو گے۔''

اس نے جانیہ کی طرف دیکھا۔ اسے شاید اسی سوال کی توقع تھی۔ لیکن وہ خاموش رہا۔

''نہیں جانیہ نہیں......ایسا کہاں ہوتا ہے کب ہوتا ہے کون کسی کی خاطر دنیا سے کنارہ کرتا ہے۔ دنیا میں ہر شخص اپنی خاطر جی رہا ہے۔ اپنی آرزوؤں کے لیے ......اپنی امنگوں کی خاطر۔''

''تو پھر تم کیوں کہہ رہے ہو۔ کون مرتا ہے کس کے لیے؟''

''اگر ایسا ہو جائے تو......''

''تو پھر وہ بھی ہوسکتا ہے جو میں نے کہا ہے۔''

''شاید تم مذاق سمجھ لینا۔''

''معد مجھے تمہاری دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا ہے۔ چلو تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں۔''

معد نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کا سر درد سے پھٹا جارہا تھا۔ اور سوچیں بارش کی طرح برسنے لگی تھیں۔

جانیہ کی آنکھیں شدت سے بھر گئیں اس نے بھیگی آنکھوں سے معد کو دیکھا اور اس کے ہاتھوں کو تھام لیا۔

''معد......معد......فارگارڈ سیک یہ سب کیا ہے۔ خدا کے لیے مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے آخر کیا......؟''

اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔

''میں ابھی کچھ نہیں بتانا چاہتا تمہیں پلیز۔''

''یہاں، کیا ہوا ہے۔ کچھ بتاؤ پلیز۔ تم کیوں اتنے پریشان ہو۔''

''ابھی کچھ نہیں پلیز۔''

''کچھ تو کہو پلیز۔ بتاؤ۔''

''وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا جیسے اس نے غلط بات کہہ دی ہو۔ مجھے ساری دنیا سے نفرت محسوس ہونے لگی ہے۔''

''کیوں......؟''

''تمہاری محبت، تمہاری وفا...... پتا نہیں کیوں تم خود سے اتنے فاصلے پر آنے لگی ہو۔''

''معد۔'' وہ عجیب صورتحال سے دوچار تھی۔

''آخر ہوا کیا ہے؟'' وہ اس کی کیفیت سے زچ آ گئی تھی۔

''بتادوں گا مگر اس وقت نہیں ہو سکے تو اس ذکر کو چھوڑ دو۔''

''ٹھیک ہے معد۔ لیکن شیئر کرنے سے دکھ پریشانیاں کم ہوتی ہیں۔ دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور ذہن پرسکون ہو جاتا ہے۔''

وہ لبوں کو بھینچ کر رہ گیا۔ کہا کچھ نہیں۔ کچھ دیر بعد وہ گویا ہوا۔

''جانیہ......'' اس نے جانیہ کو پکارا۔

''ہاں جی۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''اگر ایسا نہ ہو سکا جیسا ہم چاہ رہے ہیں اور ہماری خواہشوں کے کھلونے ٹوٹ گئے تو......؟''

معد کے لہجے میں شکست تھی اور اطلاع دیتا انداز۔

یہ خبر جانیہ کے اعصاب پر بجلی کی طرح گری اور اس کا دماغ سوچنے سمجھنے سے چند لمحے قاصر رہا۔ وہ خاموش ہوگئی۔ اس کی نگاہوں میں معد کمال کا نیا مرجھایا چہرہ آ گیا۔ وہ اپنے سامنے ایک ٹوٹے ہوئے شخص کا سامنا کر رہی تھی۔ اس کا دل بند ہونے لگا تھا۔ اس نے اپنے چکراتے سر کو ہاتھوں میں تھام لیا ایک ایک لمحہ اس کی سوچ میں ابھرنے لگا۔ ایک ایک ساعت، غم اور خوشی کے سارے رنگ نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگے۔

''اوہ میرے خدا کیا سن رہی ہوں میں۔''اس نے آنکھیں بند کر کے سوچا۔

''یہ خبر سننے سے پہلے مر کیوں نہ گئی میں۔''اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ ایسے تو معد سے محبت نہیں عشق ہوگیا تھا۔ اس کی اچھی عادات، رکھ رکھاؤ، اس کا ایثار سب نے جانیہ کا دل جیت لیا تھا۔ اسے معد کمال پر فخر تھا۔

''کوئی بات ہوئی ہے معد......؟''

اس نے بھیگے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔''

''پھر......؟''

''امپاسبل......''معد کمال کے لہجے نے اسے ہلا دیا۔

''اور تم......؟''

''تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا کرسکتا ہوں، کیا کہہ سکتا ہوں؟''

''اپنی سی پوری کوشش کروں گا۔''

''ہاں۔ تم فکر مند مت ہو۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ بہت طویل کڑا سفر پڑا ہے۔ اگر ابھی سے مایوس ہوگئے تو......بہت ہمت سے کام لینا ہوگا۔''اس نے جانیہ کو حوصلہ دیا۔

''اور خود ہمت ہار بیٹھے ہو۔''

''نہیں، ایسا نہیں، بات کچھ اور بھی ہے۔ تم مجھ پر یقین رکھو بس۔''

اس کے چہرے سے حسین رنگوں کو پھیکا کر کے وہ پھر سے قوس وقزح کے سارے حسین رنگ اس کی آنکھوں میں سجا رہا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا اس کی محبت کے سارے رنگ اس کی ایک بات نے دھو ڈالے ہیں۔ وہ اس سے کہیں زیادہ پریشان ہوگئی۔ معد نے اسے بکھرے دیکھا تو اس کے سرد ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر تھپکا۔

''پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

جانیہ کی آنکھ سے موتی گرے اور اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دینے لگے اور وہ رخ

موڑ گئی۔ معد نے تاسف بھری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی اور لبوں کو بھینچ لیا۔

وہ گھر آیا ہوا تھا۔ پھر وہی ذکر چھڑ گیا۔ اسے مسلسل انکار سننے کو ملتا۔ وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہوگیا اور اس نے خودکشی کرلی مگر ناکام رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ اپنے والدین بہن بھائیوں کی گھبرائی کملائی صورتوں کو دیکھتے ہوئے اچانک کھو گیا۔ وہ اس طرح خوفزدہ تھے جیسے زندہ بھی رہ پائے گا کہ نہیں۔ پہلا خیال اسے جانیہ کا آیا تھا مگر کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

''مجھے کیا ہوا ہے؟''اس کے ذہن پر ابھی بھی غنودگی طاری تھی۔ وہ بہت نقاہت محسوس کررہا تھا۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہورہی تھیں۔ تھوڑے وقفے بعد وہ پھر غنودگی میں چلا گیا۔

وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہوا تو اس نے سلیپنگ پلز ہاتھ میں لیں اور منہ میں ڈال لیں۔ اس کے بعد اسے چکر آنے لگے اور دل متلی ہونے لگا۔ اس نے واش روم جانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر اسے نہیں معلوم کیا ہوا کیا نہیں۔ بس اتنا یاد تھا اس کی آنکھیں بند ہورہی تھیں اور اب آنکھ کھلی تو ہاسپٹل میں تھا۔

وہ تو اتفاق سے اس کی بہن چائے لے کر آگئی ورنہ تو شاید مرچکا ہوتا۔

اگلے روز شام تک اس کی حالت اتنی سنبھل چکی تھی کہ وہ بات چیت کے قابل ہوگیا تھا۔ اس وقت کمرے میں سب لوگ موجود تھے اور سب ہی اس کے لیے فکرمند نظر آرہے تھے اور بہنوں کی آنکھوں سے محسوس ہورہا تھا وہ اس کے ہوش میں آنے سے پہلے روتی رہی ہیں۔

''کیا کرلیا تھا تم نے بیٹا خود کو مارنے اور ہمیں مارنے میں کوئی کسر تو نہ چھوڑی تھی ورنہ تو شاید......''

اس سے آگے ان کی زبان لفظوں کا ساتھ نہ دے سکی۔ لہجہ بھیگا ہوا تھا وہ شرمندہ ہوگیا۔ واقعی ہی اس نے یہ حرکت ٹھیک نہیں کی تھی۔ بس وہ خود پر اختیار کھوتا جارہا تھا۔ اس سے کوئی جانیہ چھیننے کی کوشش کرے کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ سو خود کو ہی ختم کرنے کی ٹھان لی۔ ایسی

حرکت کر کے وہ خود اس سے دور ہو رہا تھا۔

''کتنی دعاؤں سے زندگی کی بھیک مانگی ہے۔ خدا سے۔ اپنا نہیں تو ہمارا خیال کرلیا ہوتا بھائی۔''

اس کی چھوٹی بہن تحریم روتے ہوئے بولی تو وہ ندامت کی کھائی میں گر گیا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور پلکیں بند کرلیں۔ بابا سے نظر ملانے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔ چند لمحوں کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا۔

''میرا سیل کہاں ہے؟''

اس کے سوال پر تمام لوگوں نے چونک کر دیکھا۔ وقاص نے سیل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ میرے پاس ہے۔ لاتعداد میسجز اور کالز آ رہی تھیں تو میں نے آف کردیا۔''

''کسی کو کچھ بتایا تو نہیں؟''

اس نے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جانیہ کا نام نہیں لیا۔

''نہیں۔ مگر سب سے زیادہ کالز جانیہ کی آ رہی تھیں۔''

اس نے وقاص سے سیل لے کر سرہانے رکھ لیا۔ کہا کچھ نہیں۔ کمرے میں موجود سب لوگوں نے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا تھا اور ایک گہری سانس لی تھی ۔ اس کی آنکھوں میں صرف اسی کا عکس نظر آ رہا تھا۔

تب معد کے انکل رحمان نے سب کو اشارہ کیا جس پر وہ سب لوگ باہر چلے گئے اور وہ اس کے پاس رہ گئے۔

''تم ٹھیک ہونا......اب کیسا فیل کر رہے ہو؟''

اس صورتحال پر اس کا ماتھا تو ٹھنکا اس نے کچھ پوچھنا بھی چاہا لیکن حالات تقاضا تھا خاموش رہا۔

''جی کچھ کچھ۔''

''یہ تم نے کیا کیا ہے معد اپنے والدین کو خوشی دینے کے بجائے تم نے انہیں کتنا بڑا عذاب دے ڈالا ہے۔''

''کیا ہوا.....؟''اس نے حیرت سے پوچھا۔

''تم نے خودکشی کیوں کی؟ تمہیں پتا ہے کس عذاب سے گزرے ہیں جوان بیٹے کو مرتا سسکتا دیکھ کر پاگل ہو رہے تھے سب لوگ۔''

''کوئی ایسا بھی کرسکتا ہے۔''

اس نے لبوں کو بھینچ لیا۔

''مجھے پوری بات بتاؤ معد کیا ہوا تھا؟''

''کچھ نہیں۔''

''گھر کے کسی فرد نے کچھ کہا تھا تمہیں؟''

''نہیں۔''

''پھر اس حالت کو کیوں اور کیسے پہنچ گئے؟''

وہ خاموش رہا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جانیہ کا روتا بلکتا اور نفرت سے تلخ چہرہ آ گیا۔ اس نے لبوں کو دانتوں تلے بھینچ کر پلکیں موند لیں۔

اس کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔ درد کی لہریں بدن میں سرایت کرگئیں۔ اس نے بمشکل آنسوؤں کو نکلنے سے روکا۔

''معد۔''

''جی۔''

''کچھ پوچھا ہے تم سے بتاؤ گے؟''

''کچھ خاص نہیں۔''

''جو بھی ہے مجھے بتاؤ۔ بیٹا پلیز پھر ہی کچھ حل نکلے گا۔''

''اب کیا حل نکلے گا۔ حل تو اپنی مرضی کا نکالنا چاہتے ہیں آپ لوگ۔''

اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

''ہاں یہی بہتر ہوگا سب کے حق میں۔''رحمان انکل پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ سب خوش ہیں۔ سب کے حق میں اچھا ہوگا لیکن ہمارے لیے تو کچھ اچھا نہیں ہوگا۔ کچھ بھی نہیں۔''

''تو تم خوش نہیں ہو؟''

''نہیں۔''اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''آپ لوگ جو چاہتے ہیں وہ ہوجائے اور کیا چاہیے انکل آپ سب کو؟''

''پھر ہماری بات خوشی سے مان لو۔''

''میری خوشی کی پرواہ کس کو ہے۔''

''تو کس نے کہا تھا محبت کرو۔''

''تو دیکھ لیجئے محبتوں کا یہ انجام ہوتا ہے۔''وہ تلخی سے مسکرایا۔

''تم ہنس رہے ہو معد بیٹا۔''انہوں نے حیرت سے معد کو دیکھا۔

''ہاں تو اور کیا کروں۔روؤں تو آپ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ ہنسوں تو تب بھی مسئلہ۔تو بتائیے کیا کروں میں ، کہاں جاؤں۔ اپنی ہرخوشی خواہش ختم کردوں۔ پھر ہی سکون ملے گا سب کو۔ اب جو میرے اختیار میں ہے اس پہ بھی اعتراض ہے۔ کچھ تو کرنے دیں مجھے پلیز۔''

''کچھ بھی ہو مگر آیندہ ایسا نہیں کرنا اور تم جیسے لڑکے سے یہی توقع کی جا سکتی ہے۔ ویسے یہ سب بہت دلچسپ ہے۔کس بچگانہ انداز میں بدلہ لے رہے ہو ہم سے۔ ہمیں یہ احساس دلا رہے ہو کہ ہم تمہاری بات مان کر غلطی کررہے ہیں۔''

''غلطی جو بھی کرے سزا اس کو ملنی چاہیے اور جیسے مجھے مل رہی ہے۔''

''یہ غلطی نہیں ہے تم نے جان بوجھ کر کیا ہے سب۔''

وہ خاموش رہا۔ کہنا تو چاہتا تھا۔فضول تھا۔

''مگر یہ سب ٹھیک نہیں ہے معد۔''

''ٹھیک تو وہ بھی نہیں تھا انکل۔ وہ معصوم لڑکی جو مجھ سے محبت کرتی ہے۔ میں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہوں۔ وہ مجھ سے پوچھتی ہے میرا کیا قصور تھا۔ جو مجھے زندہ درگور کر دیا..... میری خواہشوں کے کھلونے توڑ دیئے۔''

اس کے لہجے میں کرب و اذیت آنچ دے رہے تھے۔ سلگتے دکھ گیلی لکڑی کی طرح دھیرے دھیرے سلگا رہے تھے۔

''تم فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔''

''کچھ ٹھیک نہیں ہوگا انکل کچھ بھی نہیں۔''

''خدا تمہارے حال پر رحم کرے۔ بس جلدی سے ٹھیک ہوجاؤ اور اپنے والدین، بہن بھائیوں کو تسلی ہے۔'' انکل رحمان نے سنجیدگی سے کہا۔

''اور مجھے کوئی تسلی دینے والا نہیں رہا۔ کسی نے تسلی کے دو بول بولے۔ میرے زخموں پر نمک چھڑکتے ہیں۔ مگر ان سے اٹھنے والی ٹیسوں کا احساس کبھی کسی کو نہیں ہوتا۔ میں بھی انسان ہو۔ میرا بھی دل ہے اس دل میں خواہشیں بھی ہیں اور ارمان بھی۔''

''تم ابھی نہیں سمجھو گے معد۔ مگر وقت سمجھا دے گا۔''

''وقت نے سب کچھ چھین کر سمجھا دیا ہے مجھے۔''

معد کے اندر آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ سب کچھ بھسم کر ڈالے۔ کچھ باقی نہ بچے۔

''مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو معد۔ ایک بار اس سے مل کر دیکھوں تو سہی۔ وہ کیسی ہے جس کی خاطر تم اپنی زندگی سے بھی تنگ آچکے ہو۔ کیا اس نے بھی تمہیں .....تمہارے لیے کوئی قربانی دی ہے؟''

''آپ نہیں سمجھ سکتے انکل کبھی نہیں۔ یہ اس بات کے لیے تیار ہے جو میں کہتا۔ سسک سسک کر جی رہی ہے وہ مگر آپ لوگوں کو کہاں خیال صرف اپنی عزت و نفس کا خیال ہے

دوسرا جائے بھاڑ میں۔''

''تو ملواؤ گے اس سے؟''

''نہیں۔ کس رشتے، کس حوالے سے ملیں گے اسے؟''

''انسانیت کے۔''

''اپنے فائدے کے لیے۔ اس سے اپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگنے کے لیے؟''

''ہاں۔'' انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''اس نے مجھے نہیں کہا کہ میں ان حالات سے گزروں۔ اسے تو کچھ معلوم بھی نہیں۔ ورنہ رو رو کر مر جاتی وہ پاگل تو۔''

''تم حامی تو بھرو ملوانے کی؟''

''اگر اس نے بدلے میں آپ سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ لی تو کیا اس کے دل کے کشکول میں معد کو ڈال سکیں گے؟''

''اس موضوع پر پھر بات کریں گے۔ فی الحال تم آرام کرو۔ ڈاکٹر نے تمہیں ذہنی طور پر مکمل آرام کرنے کو کہا ہے اور دیکھو اس معاملے پر زیادہ نہیں سوچنا اور ڈاکٹر نے یہ بھی کہا ہے کہ تمہیں کسی بات کا اثر ذہن پر نہیں لینا چاہیے۔ انکل رحمان نے تاکید کی۔

اس نے ایک گہری سانس لی اور رخ پھیر لیا۔

''اچھا اب میں کمال بھائی اور لوگوں کو اندر بلا رہا ہوں۔ تم انہیں تسلی دے دو۔ اور فی الحال ان سے اس موضوع پر بات نہیں کرنا۔ وہ پریشان ہیں اور تمہاری اس حالت پر دکھی بھی ہو رہے ہیں۔''

انکل رحمٰن نے اسے سمجھایا معد خاموش رہا۔ انہوں نے تمام لوگوں کو اندر بلا لیا۔ انکل رحمٰن کے الفاظ میں ریکوسٹ تھی التجا تھی۔ وہ خاموشی سے ٹکر ٹکر سب کے چہرے دیکھتا رہا اور سوچ رہا تھا۔

ان کی آنکھوں میں چمکتے آس کے جگنو بجھا پائے گا۔ اس کے دل میں درد کی شدت

نے کروٹ لی اور وہ کراہ کر رہ گیا۔

''نہیں، کبھی نہیں، شاید ایسا کبھی نہ کر پاؤں میں مگر دوسری طرف جانیہ بھی تو ہے۔ وہ بھی اذیتوں بھرے رستے پر چل پڑی ہے کیا اسے یوں تنہا چھوڑ سکتا ہے۔نہیں اسے بھی یوں اکیلانہیں چھوڑ سکتا۔''

پھر اس کے دل سے آواز ابھری۔

''تم ان پیارے لوگوں کونہیں چھوڑ سکتے جن سے تمہارا خون کا رشتہ ہے مگر تم جانیہ کو چھوڑ سکتے ہو۔ کچھ دنوں بعد وہ بہل جائے گی۔تم بن جینا سیکھ لے گی۔مگر یہ لوگ تم بن رہ نہیں پائیں گے۔تو کیا میں جانیہ کے بنا رہ پاؤں گا؟''

اس نے اپنی آہ و بکا کو دباتے ہوئے مسکرا کر سب کی طرف دیکھا اور وہ اطمینان بخش چہروں کے ساتھ باہر نکل گئے اور وہ آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گیا۔



ماں بہنوں نے سجدوں میں گرگر انعم کے لیے دعائیں مانگیں ......لیکن ابھی ان کی دعائیں قبول نہیں ہورہی تھیں۔ شاید قدرت کو کچھ اور امتحان مطلوب تھا ان کا۔

ایک عجیب سی سوگواری گھر کے درودیوار سے لپٹ گئی اور گھر کے مکین اداس اور پریشان رہنے لگے۔

گھر والوں کے تعلقات معد کے ساتھ کشیدہ ہوتے چلے گئے۔

معد نے سب کے ساتھ اپنا وہی انداز روا رکھا ہوا تھا جو شروع سے تھا۔ اس نے کسی سے پھر کوئی بات نہیں کی۔

اس نے ان سے اپنی محبت اپنی جانیہ کے لیے بھیک نہیں مانگی ۔حق مانگا تھا۔فیملی کے ناروا سلوک نے اس کے دل کو پتھر بنا دیا تھا۔

اس کا دل بغاوت پر اتر ہوا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ ساری دنیا کو آگ لگا دیتا اور اپنی جانیہ کو دور کہیں بہت دور لے جاتا۔ ان لوگوں سے۔ جو نفرت کرتے تھے اس سے۔ اور

اسے اذیت کے اندھیروں میں پھینکنا چاہتے تھے۔تو وہ ان کے بیچ کیسے رہ سکتا تھا؟

''معد بھائی کھانا کھالیں۔''

تحریم نے دروازے پر دستک دے کر اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

اس نے آہستگی سے کہا۔

اس نے دیکھا وہ کہیں جانے کی تیاری کررہا تھا۔ اور بیگ میں کپڑے رکھ کر زپ بند کی اور جوتے پہننے لگا۔تحریم نے تیاری دیکھ کر اس سے پوچھا۔

''آپ کہیں جارہے ہیں بھائی؟''

''ہاں۔''

اس کے بعد مزید سوال کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ گہرا سانس کھینچتے ہوئے واپسی کے لیے مڑ گئی۔

معد نے بیگ کاندھے پر ڈالا اور سیل شرٹ کی پاکٹ میں رکھا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑ ہوئے آئینہ پر نظر ڈالی تو سب ریڈی نظر آیا تو باہر نکل آیا۔

شگفتہ نے اسے آتے دیکھا تو ٹھٹک گئی۔تحریم نے صرف یہ بتایا تھا کہ وہ کھانا نہیں کھا رہے۔کسی تیاری کا نہیں۔

''کہاں جارہے ہو؟''

''اسلام آباد۔''

''کیوں، خیریت......؟''

''کام ہے۔''

''کیسا کام......؟''

وہ خاموش رہا۔

وہ جانتی تھیں اب وہ کچھ نہیں بتائے گا۔ اس کی خاموشی ہمیشہ اس بات کا الارم ہوتا تھا۔

''کھانے سے کیوں انکار کیا......؟''

''بھوک نہیں۔''

''بھوک نہیں یا باہر کہیں دعوت دے رکھی ہے کسی نے۔''

انہوں نے کھردرے پن سے کہا۔

''صبح بھی ناشتہ نہیں کیا، اب بھی انکاری ہو۔ بات کیا ہے؟''

وہ بہت آرام سے پوچھ رہی تھیں۔ کھل کر تشویش کا اظہار نہیں کیا ورنہ اندر سے اس کی آدم بے زاری اور گوشہ نشینی پر بہرحال فکر مند تھیں۔

''اب مزید برا کیا ہوسکتا ہے؟''

وہ بے تاثر سرد لہجے میں بولا۔

''اس طرح کرنے سے حالات بہتر ہوجائیں گے؟''

''قسمت کے ورق پر آپ کے فیصلے کا رنگ ٹھہر گیا ہے۔ جب تک جیوؤں یہ رنگ ساتھ ساتھ چلیں گے۔ اب کس بہتری کی امید رکھوں۔ کیوں جی کو سلگاتی ہیں۔''

''جانے کن کن زخموں کے ٹانکے ادھیڑنے لگے تھے۔''

''اس کا خناس کب نکلے گا تمہارے دماغ سے۔''

شگفتہ کا انداز برہمی کا سا تھا۔

''قسم کھالی ہے تم نے ماں کے پاؤں انگارے بچھاؤ گے۔ میں تو پہلے ہی کانچ پر لوٹ رہی ہوں۔ پریشانیاں، چادر اور اوڑھنا بچھونا بن گئی ہیں۔ دن کا آرام نہ رات کا سکون۔ یااللہ کن گناہوں کی سزا مل رہی ہے......''

وہ خاموشی سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ گویا اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

شگفتہ نے اس کے چہرے کو دیکھا۔ اس کا چہرہ قطعی سپاٹ تھا۔ اس کے بھینچے ہوئے ہونٹ اور شکن آلود پیشانی یہ لکھی تحریر پڑھ رہی تھیں۔

''کوئی بات نہیں ہے۔ اگر پوچھیں گی بھی تو نہیں بتاؤں گا کیوں جارہا ہوں۔ ہاں واپسی

ایک دو روز بعد ہو جائے گی۔''

معد کا لہجہ پر اعتماد تھا۔

''یقیناً اب آپ نہیں پوچھیں گی امی۔''

''اگر تم بتانا چاہتے ہو پوچھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ مگر تم نے تو ایک اس لڑکی کی وجہ سے سب سے رشتے ختم کر لیے ہیں۔ ایسا کیا ہے اس لڑکی میں جو تم ہمیں نظرانداز کرتے ہو؟''

بڑا چبھتا ہوا تلخ لہجہ تھا۔ اس نے ایک نظر ماں کے چہرے کی طرف دیکھا۔ لبوں کو کچھ اور بھینچ لیا تھا۔ جیسے ضبط کی حدوں سے گزر رہا ہو۔

''آپ نے بیر باندھ لیا اس سے ایک بار ملنا، دیکھنا بھی پسند نہیں کیا۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں اگر ایک بار مل لیتیں تو کبھی حالات اس نہج پر نہ پہنچتے لیکن آپ نے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا۔ بیٹے کا سوچا۔''

''میرا خیال ہے اس موضوع پر بات کرنا فضول ہے۔ بہت کچھ ہو چکا ہے......کیا خیال ہے تمہارا......؟''

اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے اور گیٹ کی طرف قدم بڑھائے۔

''خدا حافظ۔''

اس نے گیٹ عبور کرنے سے پہلے کہا اور انہوں نے اس کی پشت دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

''اللہ تمہارا نگہبان۔''

''وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اٹھیں اور ظہر کی نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔''

تحریم کمرے سے نکل کر آئی اور انہیں دیکھ کر بولی۔

''کھانا لگا دوں امی جان؟''

''مجھے بھوک نہیں تم لوگ کھا لو۔ میں نماز پڑھ لوں تو ایک کپ چائے دے دینا۔''

''ٹھیک ہے۔''

وہ کہتی ہوئی کچن میں آ گئی۔ اس نے کھانا چنا اور سب بہن بھائیوں نے لطف لے کر کھایا۔ اس کے بعد چائے کا دور چلا اور پھر وہ آرام کرنے کمرے میں چلی گئی۔

کمال صاحب اپنی زمینوں پر گئے ہوئے تھے اور ان کی واپسی شام تک ہی متوقع تھی۔

تحریم نے ماں کی ساری باتیں سن لی تھیں ۔ اس کا ذہن مسلسل بھائی کی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ اسے بھی اس بات کا دکھ ہو رہا تھا کہ کس کام سے اسلام آباد جا رہے ہیں بتا کر کیوں نہیں گئے۔ وہ سوچتی رہی اور سوچتے سوچتے کب اس کی آنکھ لگ گئی اسے پتا نہیں چلا۔



پھر ایک شام جب جانیہ کی یادوں میں کھویا ہوا تھا ۔ اس کی معصومانہ باتوں نے دل میں درد جگا دیا تھا۔ اس کی پیار بھری آواز، اس کا روٹھنا منانا غصہ خوشی سے دھمکتا چہرہ سب کچھ اس کی نگاہوں میں ایک فلم کی طرح چل رہا تھا کہ بابا نے اپنے کمرے میں بلایا ۔ وہ یادوں کو جھٹکتا ہوا ان کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

''جی بابا۔'' معد نے جا کر سعادت مندی سے کہا۔

''بیٹھو بیٹے اور توجہ سے میری بات سنو۔''

''جی کہیے۔'' معد چونک گیا۔ کمال احمد بہت سنجیدہ تھے۔

''میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تمہیں اچھی خبر سے آگاہ کر سکوں۔''

معد کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کو تک رہا تھا۔ اس کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ دھڑکنیں عجیب انداز میں دھڑک رہی تھیں۔ کسی انہونی کا احساس وجود پر چھا گیا۔

''ہم نے انعم سے تمہاری بات پکی کر دی ہے۔''

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کو تک رہا تھا۔ جنہوں نے کتنی خاموشی سے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا تھا۔

''بابا......''معد نے زبان کھولی لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ باپ کو کیا کہے۔ انہوں نے اس کے بولنے کی گنجائش ہی نہ چھوڑی تھی۔

''ہاں تو میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ خود تمہیں بتاؤں کہ تمہاری زندگی کا فیصلہ کردیا ہے۔ ہم نے بروقت اور اچھا فیصلہ کیا ہے۔ تمہارے حق میں۔ جس کا احساس تمہیں آگے چل کر ہوگا۔''

وہ اس کے جذبات، کیفیات سے، بے خبر بولے جا رہے تھے اور اس کے اندر جھکڑ چل رہے تھے۔ اس کا دماغ سننے اور سمجھنے کی صلاحیت کھو رہا تھا۔

''لیکن بابا۔''معد نے حوصلے کا دامن پکڑا اور دھیرے سے بولا۔

''آپ نے کہا سب ختم کرو گھر آجاؤ۔ میں گھر آگیا۔ لیکن اب آپ نے اچھا نہیں کیا۔ میں انعم سے شادی نہیں کرسکتا قطعی نہیں۔ انعم ہی نہیں۔ جانیہ کے علاوہ کوئی بھی لڑکی ہو فی الحال کسی بھی لڑکی سے شادی کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔''

''معد۔''کمال احمد جو ایک سرشاری کے عالم میں بیٹھے تھے۔ ایکدم چونک گئے۔ وہ تو سمجھ رہے تھے بیٹا خاموش ہے تو اپنی ضد ہٹ دھرمی بھی چھوڑ دی ہے۔ اب وہ ہی کرے گا جو وہ سوچ رہے ہیں مگر یہ ان کی بھول تھی۔ وہ تو آج بھی سرکش تھا ان کے فیصلوں پر۔

تمہیں پتا ہے تم کیا کہہ رہے ہو۔ معد کمال احمد کو ایکدم غصہ آگیا۔

''جی بابا جان میں جانتا ہوں۔''میرے لفظوں سے آپ کو دکھ ہوا ہوگا۔ لیکن میں بھی مجبور ہوں میں شادی نہیں کرسکتا۔

''کیوں......؟''ان کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

''اس کیوں کی وجہ پورا گھر جانتا ہے۔ آپ شاید بھول گئے ہیں۔''

''بس......''

معد کی جان نکلی جارہی تھی۔ اپنے باپ کے سامنے اس نے آج تک کبھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اور آج ......آپ عارف ماموں کے لیے جذباتی ہورہے ہیں۔''

''ہاں شاید میں واقعی عارف کے معاملے میں بہت جذباتی ہو رہا ہوں لیکن میں تمہیں بتا دوں عارف کو انکار کرنا اب میرے اختیار میں نہیں۔ بخدا اگر مجھے عارف کے لیے اپنی ساری اولاد کی خوشیاں بھی لٹانی پڑیں تو میں دریغ نہیں کروں گا۔ اگر کوئی میرے ساتھ ایسا کرے تو میرے دل پر کیا گزرے گی۔ کوئی نہیں جانتا۔ کس کس کو جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور لوگ کیسی کیسی باتیں بنائیں گے۔ وہ شریف بچی، ناحق بدنام ہوجائے گی۔ اس لیے اب عارف کی عزت میری عزت ہے۔''

''کیا مجھے صرف قربانی دینے کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ کیوں آزمانا چاہتے ہیں میرے صبر کو۔'' اس نے دکھ سے کہا۔

''اسے تو شاید پتا بھی نہ ہو کہ ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں۔''

اور ان کے رشتے کو مضبوط کرنے کے چکر میں بیٹے کے دل کو چور چور کر دیا ہے۔ روند ڈالا ہے اپنے قدموں تلے۔

''جاؤ جا کر اپنی ماں اور بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر بیٹھو اور ان کی خوشیوں کو شیئر کرو۔ پھر احساس ہوگا۔''

''جب کسی کو میرا احساس نہیں ہے تو پھر سب فرض میرے ہی ہیں......؟''

کبھی کبھی ایسا بھی کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات ہم اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے سوچتے ہیں ان کے لیے جیتے ہیں اور پھر اپنے لیے۔ یہ ہی زندگی ہے اور زندگی کا کھیل۔

وہ سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے نرم گرم سیال بہہ نکلا۔

وہ اس کو سمجھا رہے تھے اور وہ ان کی کسی بات سے متفق نہیں تھا۔ اسے خود سے زیادہ جانیہ کی فکر تھی۔ وہ بے حد پریشان تھا اس کے لیے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کس طرح ان سے اپنی بات منوائے۔

''اس میں تمہارا قصور ہے نا تمہارے والدین کا معذ۔ دراصل حالات ہی کچھ ایسے ہوگئے ہیں کہ ہم مجبور ہیں۔''

''کہ اپنے بیٹے کی خوشیوں کا بھی احساس نہیں رہا۔''

''عارف قصور وار نہیں ہے معد۔ جب انسان کسی کی برے وقت میں مدد کرتا ہے تو اسے بالکل اپنا جان کر اور اپنے لوگوں سے انسان کو زندگی میں ہر موڑ پر کچھ نہ کچھ توقعات رہتی ہیں۔ عارف نے اس وقت میری مدد کی تھی۔ جب سب لوگ میرا ساتھ چھوڑ گئے تھے سایہ ہی ساتھ نہ تھا۔ ورنہ میں آج بھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوتا۔ اگر وہ اپنی اراضی اونے پونے نہ بیچتا۔ آج وہ کروڑوں کی ملکیت ہوتی۔'' کمال احمد نے کہا۔

''اس میں نہ تمہارا قصور ہے نہ عارف کا اور نہ ہی ہمارا۔ یہ سب حالات اور تقدیر کا کیا دھرا ہے اور تقدیر سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔''

''تو یہ ایثار مجھ سے چاہتے ہیں؟''

''یہ تو قرض ہے جو مجھے چکانے کا موقع مل رہا ہے۔ ایثار وہ جو عارف نے اس وقت کیا جانتے ہو اس نے اپنی بیٹی کی شادی روک دی تھی جو کہ بالکل تیار تھی۔''

''وہ سب ٹھیک ہے تو کیا قرض میری صورت میں ہی ادا ہوگا؟''

''ہاں عارف کی خواہش ہے تم اس کے داماد بنو اور میں اس اختلاف کا حق نہیں رکھتا۔ میری جان، میری زندگی میرے خون کا ایک ایک قطرہ اس کے لیے حاضر ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔''

''کچھ بھی ہو میں اس کے لیے راضی نہیں ہوں۔ آپ انکار کر دیں۔''

''میں کسی صورت انعم سے شادی نہیں کروں گا۔'' اس نے ضدی لہجے میں کہا۔

''جس شخص نے ہماری خاطر اتنی بڑی قربانی دی، ہماری خاطر اپنے بچوں کا مستقبل داؤ پر لگایا جس نے ہماری خاطر اپنی بیٹی کی بارات روک دی۔ ہم اس کے کتنے قرض دار ہیں۔ یہ قربانی تو بہت معمولی ہے۔ معد کیا ہم یہ ایک ننھی سی خوشی بھی اس کے دامن میں نہیں ڈال سکتے جبکہ اس نے خود رشتہ مانگا ہے۔ خود ہاتھ بڑھایا ہے۔ کیا ہم اس کے ہاتھ جھٹک دیں گے بیٹا؟''

انہوں نے اسے امید بھری نگاہوں سے دیکھا۔

''قربانی تو آپ لے لیں گے مگر کیا اس کے بعد میں خوش رہ سکوں گا؟''

''ایثار ہی تو زندگی ہے۔ اس سے انسان بہت خوش، مطمئن اور پرسکون رہتا ہے۔ میرا خیال ہے تم میں اور سب گھر والے اپنے محسن کو کبھی انکار نہ کرسکیں گے۔''

''آپ کو صرف ان کا خیال ہے میرا نہیں۔ اور کیا انہوں نے صرف اس وقت کے لیے یا ہمیں آزمانے کے لیے قربانیاں دی تھیں۔''اس نے زہر خند لہجے میں کہا۔

''میں نے کہا نا مجھے اپنی جان سے بھی گزرنا پڑا تو دریغ نہیں کروں گا۔''وہ اسے کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔ اور وہ ان کے جملے پر غور کرتا رہ گیا۔

عارف ماموں اس کے والد کے سالے اور کزن بھی تھے۔ اس کے والد اور کمال احمد اور عارف نے اکٹھے پڑھا۔ دونوں میں بے حد محبت تھی گو ملازمتوں کی وجہ سے کافی عرصہ دور رہے۔ پھر کمال کی شادی ہوگئی۔ کمال احمد اپنی ملازمت کی وجہ سے دوسرے شہر شفٹ ہوگئے جس کی وجہ سے فاصلے درمیان میں آگئے لیکن محبت اور یگانگت کا وہی عالم تھا۔ دونوں میں اتنی محبت تھی کہ ایک دوسرے کی خاطر جان دینے سے بھی دریغ کرنے والے نہ تھے۔ اس بات کو چودہ سال پہلے عارف نے سچ کر دکھایا تھا۔ کمال جس کمپنی میں کام کرتے تھے اس کا منیجر لاکھوں کا غبن کرکے فرار ہوگیا۔ کمال چونکہ اکاؤنٹس میں تھے اس لیے منیجر کے ساتھ ساتھ وہ بھی ملوث ہوگئے۔ منیجر تو کسی بیرون ملک بھاگ گیا اور کمال کو اکٹھے لاکھوں کا جرمانہ ہوگیا۔ اپنے تمام اثاثوں کو بیچنے پر رقم پوری نہ کرسکے اور اس وقت پر بہن بھائیوں نے آنکھیں پھیر لیں کہ کہیں کمال رقم کا مطالبہ نہ کردیں۔

اور اس شخص سے ہر کوئی بھاگتا ہے جس کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو۔ تو ایسے میں عارف نے اپنی اراضی بیچ ڈالی یہاں تک کہ بیٹی کی شادی تیار تھی وہ بھی روک دی۔ عارف کی شادی بہت کم عمری میں ہی ہوگئی تھی سو اس وقت ان کے تمام بچے پڑھ رہے تھے اور ان پر ذمہ داریوں کی ایک طویل لائن تھی۔ لیکن انہوں نے نہ اپنی سوچی نہ اولاد کے مستقبل کی فکر کی

بلکہ دوست سے دوستی نبھا دی۔

یہ قابل تحسین ایثار تھا اتنی رقم جس کے ملنے کی بھی کوئی امید نہ ہو اسے بھائیوں نے بھی دینے سے انکار کر دیا۔ اس ایثار اس قربانی نے گویا کمال کو خرید لیا تھا۔ اگرچہ دو سال بعد ہی منیجر پکڑا گیا تو کمال کو نہ صرف رقم واپس مل گئی بلکہ اس کمپنی نے دوبارہ بہت اچھی پوسٹ پر بلا لیا۔ یوں حالات بہتر ہو گئے لیکن عارف کی قربانی کمال کے دل میں عارف کے لیے جو جگہ بنا گئی تھی اس کا کوئی بدل نہ تھا۔



کچھ دن بعد کمال احمد نے پھر معد کی حاضری لگائی۔ ان کے خیال میں اُس نے فیصلہ کرنے میں اتنا وقت نہیں لیا ہوگا۔ بس .ن کے سامنے آتے ہوئے گھبرا رہا ہے۔ سو اس لیے بلا لیا۔

کچھ دیر تک ماحول میں خاموشی چھائی رہی اور پھر انہوں نے بلاتمہید پوچھا۔

''ہاں تو کب کا وقت رکھیں منگنی کے لیے؟''

یکدم ان کے سوال پر وہ بھی چونک گیا۔ اور اس نے بھی کوئی تمہید باندھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

''میں آج بھی اپنے فیصلے پر قائم ہوں۔''

''لیکن معد یہ ناممکن ہے۔ تم اپنی پسند کی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتے۔ تمہاری شادی عارف کی بیٹی سے ہی ہوگی۔'' کمال صاحب نے ضدی لہجے میں کہا ''ہر قیمت پر میں اُسے اپناؤں گا۔ میں اس کے بغیر نامکمل ہوں۔ ایک اچھی شریک حیات ثابت ہوگی۔''

''میں تمہیں جائیداد سے عاق کر دوں گا۔ گھر سے نکال دوں گا۔''

اس کے مقابلے میں یہ نقصان بالکل معمولی ہے۔ ہاں جان لے لیں ناممکن ہو جائے گا اس سے شادی کرنا۔''

''کان کھول کر سن لو۔ کمال ہاؤس میں وہ ہی لڑکی تمہاری بیوی بن کر داخل ہوگی جو

ہماری پسند ہوگی ورنہ ہمارے اور تمہارے راستے یہیں سے جدا ہیں۔''

''شکریہ بابا جان میں نے فیصلہ قبول کرلیا۔''

اسے ایکدم فیصلہ قبول کرتے دیکھ کر شگفتہ فوراً بولیں۔

''آخر تمہیں اعتراض کیا ہے کیوں نہیں مان لیتے ہماری بات۔''

''یہی سوال میں آپ سے کرتا ہوں۔''

''دیکھو اگر شادی کرنا چاہتے ہو تو اسی لڑکی سے ہوگی جسے ہم پسند کریں۔''

''میں آرزوؤں کی تکمیل چاہتا ہوں بابا جان کے گھر کی نفری بڑھانا نہیں ۔''

زندگی ہم نے گزارنی ہے ۔ پلیز اپنی مرضی سے گزارنے دیں آپ کی مہربانی ہوگی۔

''پھر تمہاری مرضی آج کے بعد کوئی تعلق نہ رکھنا مجھ سے۔''

وہ کمرے سے نکل گئے اور ان کے پیچھے مما بھی۔ اس نے گردوپیش پر نظر ڈالے بغیر ایک دم فیصلہ کرلیا تھا۔ جانیہ کو اپنانے کا ساری دنیا چھوڑ دینے کا طوفان جانیہ کے گھر میں بھی آچکا تھا۔ اس کے والدین سمجھدار نکلے اور انہوں نے معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے آرام سے ہینڈل کرنا چاہا۔ وہ بیٹی کی خوشی کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ بس ایک ہی شرط تھی وہ اپنے والدین کو لے کر آئے۔ جس میں وہ ناکام رہا تھا اب تک۔معد گھر چھوڑ آیا تھا۔

معد اپنے فیصلہ پر ڈٹا رہا اور گھر چھوڑ آیا۔

معد کی محبت نے جانیہ کو ازحد پختگی اور حوصلہ دے ڈالا تھا۔ وہ معد کی خاطر ہر دشواری سہنے اور اس کے لیے دنیا چھوڑ دینے کو تیار تھی۔

معد نے اس سے وعدہ کیا تھا ہر حال میں اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہے۔ جیسے وہ چاہے ہمیشہ اس کا ساتھ نبھائے گا ہاں مگر وہ اپنے والدین کو نہیں لا سکا اور شاید ہی لا سکے۔

اس نے اپنے دوست عمار سے بات کی تھی۔ اس نے کہا تھا وہ اخراجات کی فکر نہ کرے وہ دبئی کا ویزا بھیج دے گا۔ وہ یہاں آجائے وہ اسے یہاں سیٹ کردے گا۔

اس نے جانیہ کو یہ بات بتائی تو وہ حیران رہ گئی۔

وہ اس کی اور اپنی خوشیوں کی خاطر ہر قربانی دینے کو تیار تھا۔

''میرا خیال ہے ہمیں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جانا چاہیے۔ پھر ہم دبئی چلے جائیں گے، ہمیشہ کے لیے۔''

وہ خاموش بیٹھی اس کی سن رہی تھی۔

''کچھ کہو گی نہیں؟''

''جو میں کہوں گی شاید تمہیں برا لگے۔''

''کیوں یہی نہیں چاہتی تھیں تم؟ اور اب میں سب کر رہا ہوں تو تمہارے لبوں پر چپ کی مہر لگ گئی ہے۔ اگر منظور نہیں تو بتاؤ......''

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے معد۔ میں ایسا چاہتی تھی مگر ضابطے اور قاعدے کے ساتھ۔ اور اس میں تمہارے والدین شامل نہیں ہو رہے۔ معد یہ راہ غلط ہے جو ہم اختیار کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ بہت زندگیاں تباہ ہو جائیں گی۔''

''ہماری تباہی کا کسی کو خیال نہیں۔''

''گلشن اجاڑ کر دل آباد کرنے کا سوچ رہے ہیں ہم۔''

''جنگ اور عشق میں سب جائز ہے۔''

''معد کیا تم ایک بار، صرف ایک بار اپنے گھر والوں کو راضی نہیں کر سکتے کہ وہ ہماری شادی میں شریک ہو جائیں اس کے بعد کوئی رابطہ نہ رکھیں۔''

''میں نے اپنی پوری کوشش کر لی۔ اپنی جان سے گزر گیا لیکن فیملی تیار نہیں۔ اب تم خود ہی بتاؤ۔''

''لیکن اس طرح گھر سے بھاگنے والی بات ہوئی اور معاشرے میں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کا کیا مقام ہوتا ہے تم جانتے ہو۔ مجھے یہ بات پسند نہیں۔ میں چاہتی ہوں وہ بے شک دھوم دھام سے شادی نہ کریں۔ کچھ بھی نہ کریں ہمارے لیے سب کچھ میں خود کر لوں گی۔ ہم دونوں مل کر اپنی زندگی بنالیں گے۔ وہ ہمارے نکاح میں شامل ہو جائیں۔ بے شک

دل سے نہ سہی۔ رسم دنیا کے لیے۔''

''سب تمہارے سامنے ہے۔ وہ کبھی تیار نہیں ہوں گے۔ فیصلہ تم خود کرو گی۔ اگر تم چاہو تو کورٹ میرج......''

''نہیں معد کورٹ میرج اور گھر سے بھاگنا ایک ہی بات ہے۔''

''تو پھر شادی کا خیال دل سے نکال دو۔''

''تم تو یہی چاہتے ہو۔ کسی طرح جان چھڑالو۔ اگر یوں ہی کرنا تھا تو کیوں کی تھی محبت......اگر کی ہے تو ہمت بھی کرو......''

''یہ......یہ تم کہہ رہی ہو جانیہ......کہ تم سے جان چھڑانا چاہتا ہوں۔ اگر جان چھڑانا ہوتی تو اپنی جان سے نہ گزرتا۔ ان حالات کو نہ پہنچتا۔ تم کہہ رہی ہو میں نے تمہارے لیے کچھ کیا ہی نہیں ہے۔''

معد کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ سب جان رہی تھی۔ ہر بات اس کے علم میں تھی مگر پھر بھی اس کے نزدیک وہ جان چھڑانا چاہتا تھا۔ اسے جانیہ کی بات سے دکھ پہنچا تھا اور اس غصے میں وہ بہت کچھ غلط بول گیا۔ وقت اور حالات نے اس کے لہجے کی مٹھاس نگل لی تھی۔

''میں نے تمہاری خاطر گھر چھوڑ دیا۔ اپنی جان سے گزر گیا۔ پھر بھی تمہیں میری وفاؤں پر شک ہے۔ ہر مشکل میں ساتھ دینے کا وعدہ کررہا ہوں۔ تم میری توہین کررہے ہو۔ اپنی عزت مجھے ہر قیمتی شے اور جذبے سے زیادہ عزیز ہے۔''

''مجھ سے بھی زیادہ......''

''جب تمہیں مجھ پر شک ہے تو پھر کہنا سننا اور کچھ کرنا سب بے کار۔ میں تمہاری خوشی کی خاطر اپنے والدین، بہن بھائیوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کو تیار ہوں اور تمہیں پھر بھی نہیں روکا کہ تم اپنے والدین سے ملوجلو۔ آؤ جاؤ لیکن میں اپنا ہر تعلق ختم کرلوں گا۔ اپنی فیملی سے اور تم کہہ رہی ہو میں نہیں چاہتا......اگر ایسا ہی تھا تو میں اس نوبت تک نہ آتا......

''صرف میری خوشی......تمہاری خوشی نہیں......''

''اپنی خوشی کو تمہاری خوشی پر ترجیح دی ہے۔ خود کو بیک گراؤنڈ میں لے گیا۔ اگر خیال ہے اور یاد ہے تو صرف جانیہ کی خوشی، جانیہ کے دل اور جانیہ کی محبت کا۔ میں تو جی ہی لوں گا مگر تم برداشت نہیں کر پاؤ گی۔ اور تم کہہ رہی ہو کہ میں تمہارے جذبوں سے کھیلا ہوں مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ جانیہ۔''

اس نے دکھ و تاسف سے کہا۔

''یہ بات نہیں ہے مجھے تم پہ بے اعتباری نہیں ہے۔ لیکن جو راستہ ہم چن رہے ہیں وہ غلط ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں اور اگر تم اپنے والدین سے نہیں ملو گے تو میں بھی کبھی نہیں ملوں گی۔ جب تم میرے لیے اپنا گھر بار چھوڑ سکتے ہو تو میں بھی تمہارے لیے سب کچھ چھوڑ دوں گی۔ راضی میرے گھر والے بھی نہیں ہیں۔ مگر ایک بار میں ان کو شادی میں شامل ہونے کے لیے راضی کرلوں گی ایک بار وہ اپنے ہاتھوں سے رخصت کردیں گے مگر بعد میں وہ بھی کوئی تعلق نہیں رکھیں گے مجھ سے۔ قربانی میں بھی بہت بڑی دے رہی ہوں۔ مگر خوشی اس بات کی ہے کہ ہم اپنی محبت، ایک دوسرے کا ساتھ پالیں گے۔

''مگر جب تمہیں مجھ پر اعتبار ہی نہیں ہے تو پھر......؟''

''اعتبار تو خود سے بھی زیادہ ہے مگر مجھے یہ طریقہ پسند نہیں ہے معد۔ عزت و احترام کے ساتھ اس بندھن کو باندھنا چاہتی ہں۔ کل کو کوئی ہم پر انگلی نہ اٹھائے۔ ایک بار ہماری فیملیز شامل ہوجائیں اس کے بعد ہمارا مسئلہ ہے ہم نے ملنا ہے کہ نہیں۔''

''ہم نے نہیں، یہ کہو ہمارے والدین ملیں گے کہ نہیں اور میرے والدین تو کبھی نہیں ملیں گے ہاں تمہارا کچھ نہیں کرسکتا۔''

اس نے پوری سچائی کے ساتھ بات کلیئر کی۔

''ایک بات کہوں معد......؟''

''ہاں کہو......''

''کبھی زندگی میں ایسا وقت آ گیا کہ تمہیں اپنے والدین سے ملنا پڑے اور تم سے مل لیں وہ ......''

''وہ کبھی مجھ سے نہیں ملیں گے اگر میں نے اپنی مرضی سے تم سے شادی کی۔''

''زندگی میں کوئی ایسا موڑ بھی آ جاتا ہے۔ جب کچھ ہماری مرضی اور خواہش واہش کے تابع نہیں ہوتا معد۔ اور جانتے ہو تب کیا ہوگا۔ تمہارے والدین تمہیں معاف کر دیں گے۔ تمہیں گلے سے لگا لیں گے۔ لیکن میں......وہ مجھے کبھی قبول نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ میں ان کی ان چاہی بہو ہوں گی۔ اور تم ان کا خون، ان کی اولاد، ان کے بیٹے ہو۔ لیکن میں تو سوائے تمہاری بیوی کے کچھ نہیں ہوں گی۔ تو میں.....''

آنسوؤں نے اس کی زبان پر قفل ڈال دیئے تھے۔ اس نے آنسوؤں کو روکنے کے لیے لبوں کو کاٹ ڈالا۔

''لیکن تم ان کی نسل کے وارثوں کی ماں ہوگی جانیہ.....''

معد کا اتنا کہنا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں، میں چاہتی ہوں تم ایک بار تیار کرلو انہیں اپنے ہاتھوں سب کردیں۔'' ہرممکن کوشش کرچکا ہوں اور کروں گا بھی ۔ دیکھتے ہیں آگے کیا ہوگا۔ میں گھر چھوڑ آیا ہوں۔ خدا کرے وہ مان جائیں۔ میں اپنے والدین کا فرمانبردار بیٹا تھا۔ مگر اب سب سے نافرمان اولاد کہلاتا ہوں۔

رشتہ دار عزیز واحباب سب مجھے پسند کرتے ہیں اس لیے کہ میں سب کی عزت احترام کرتا ہوں۔ سعادت مندی میرا شیوہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماموں یا تایا سب چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹی کی شادی مجھ سے ہو۔ ہر کوئی اپنی بیٹی کا مستقبل محفوظ دیکھنا چاہتا ہے اور کس ماں باپ کی خواہش نہیں کہ ان کی بیٹی خوش و مطمئن رہے اپنے گھر میں۔''

''میں اپنے دل کا کیا کروں جو کسی اور کے ساتھ کے لیے تیار نہیں۔ نہ ہی یہ منافقت ہوگی مجھ سے۔ کسی اور کے خیال سے جان نکلنے لگتی ہے۔ میں تمہاری جگہ، تمہارا مقام کسی اور

شخص کو نہیں دے سکتی معد کبھی نہیں۔ ایسا کبھی نہیں کرسکوں گی۔ مر جاؤں گی، تم بن معد مر جاؤں گی۔''

''کیوں ایسی باتیں کررہی ہو۔ اللہ ہے نا۔ سب بہتر ہی ہوگا لیکن جو بات بھی ہے سب تمہیں بتا دی ہے۔کل کو تم مجھے الزام نہیں دے سکتی ہو ااور نہ ہی میں نے ہار مانی ہے۔ گھر تک تو چھوڑ دیا ہے۔''

''گھر چھوڑنے سے کیا ہوگا۔تم گھر میں رہ کر ہی بات منواتے......؟''

''اپنی فیملی کو تم سے بہتر جانتا ہوں ان کو کیسے ہینڈل کرنا ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے۔''

''اخراجات کیسے پورے کرو گے؟''

''پارٹ ٹائم جاب تلاش کرتا ہوں۔ ایم بی اے کرنے کے بعد تو کوئی پرابلم نہیں ہو گی۔ فائنل ایئر میں بھی کچھ وقت ہے۔ چاہتا ہوں سب ساتھ ہوجائے۔''

''اپنے دوست عمار سے کہہ کر دبئی چلے جانا۔''

''اس نے آفر دی ہے مجھے۔ حالات جیسے ہی کچھ سازگار ہوتے ہیں یا کسی رخ پر۔ پھر دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔تعلیم ادھوری بھی رہ سکتی ہے۔''

''نہیں معد تم تعلیم مکمل کرو گے پھر کچھ اور......تمہیں ابھی رشتے کی بات نہیں کرنی چاہیے تھی گھر میں۔ابھی تو بہت وقت پڑا ہے ۔ پہلے تعلیم پوری کرتے پھر بات۔ اب اتنے مسائل پیدا ہوگئے ہیں کہ تم ہر وقت ٹینشن میں ہی رہوگے۔''

''کچھ سوچ کرہی بات کی ہے میں نے۔ اگر دیر کرتا تو بہت دیر ہوجاتی اور حالات میرے اختیار سے نکل جاتے۔''

اس نے تلخی سے ہنستے ہوئے کہا۔

''میری وجہ سے مشکل میں گرفتار ہوگے ناتم......؟''

''نہیں جانیہ......میری اپنی خواہش بھی تم ہی ہو۔تم بن زندگی گزارنا میرے لیے بہت کٹھن ہے۔تم سے دوری برداشت نہیں ہوتی۔ میری زندگی کی ضرورت بن چکی ہوتم۔ اور میں

نے تمہاری آنکھوں میں جو خواب سجائے ہیں ان کو پورا کرنا، ان کی تعبیر دینا میرا فرض ہے۔ میں نے تم سے محبت کی ہے اپنے دل کی تمام تر شدتوں اور سچائیوں کے ساتھ۔ تو پھر اپنی زندگی کے بغیر کیسے جیا جا سکتا ہے جانیہ۔تم میری پہلی اور آخری چاہت ہو۔تم سے پہلے کبھی میری زندگی میں کوئی لڑکی نہیں آئی۔ اور نہ ہی تمہارے بعد.....تمہیں خود سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔''

''معد..........''

اس نے پوری شدتوں کے ساتھ پکارا۔

''ہاں جانیہ۔''

''میں بھی تمہیں بہت چاہتی ہوں۔ اتنا.....اتنا کہ میں، میں نہیں تم ہوگئی ہوں۔ مجھے تمہارے سوا کچھ نظر نہیں آتا نہ اچھا لگتا ہے۔ میری زندگی، میری ہر خوشی تم ہو۔تم ہو تو میں ہوں ورنہ کچھ نہیں۔ زندگی کی بہاریں تمہارے دم سے ہیں۔''

''مجھے یقین ہے جانیہ۔''

اس نے جانیہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔

جانیہ کے بدن میں برقی رو دوڑ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں تو معد دھیرے دھیرے سرگوشی کرنے لگا۔

وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔ وہ اس کی ماں تھیں اور اپنی بیٹی کا بھلا چاہتی تھیں۔

''میری بات مان لیجیے نا مما پلیز۔''

''میں تمہاری ماں ہوں۔ میں نے خون جگر دے کر تمہاری پرورش کی ہے۔ میں نے جان لٹائی ہے تم پر۔تو اس کا یہ مطلب نہیں تمہیں یوں ہی کہیں پھینک دوں۔ اچھی طرح دیکھ بھال کر اور تمہارے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کریں گے۔ تمہارے باپ کا اسٹیٹس کیا ہے۔ اور جس کے لیے تم کہہ رہی ہو اس کا اسٹیٹس کیا ہے۔ سب دیکھنا ہوگا۔''

''یہ سب باتیں فضول نہیں ہیں جب میں اس سے محبت کرتی ہوں۔اہمیت تو میری خوشی

میرے دل کی ہونی چاہیے۔ دولت دل کی خوشی کا سبب کبھی نہیں بنتی یہ آپ کی بھول ہے۔''

''لیکن معاشرے میں زندہ رہنے کے لیے اپنا معیار دیکھا جاتا ہے۔ دل اور خوشی بعد میں آتے ہیں۔''

''یہ آپ کہہ رہی ہیں مما آپ؟''

''ہاں۔ جن آسائشوں کی تم عادی ہو کیا وہ دے سکے گا تمہیں؟''

''یہ سب بعد کی باتیں ہیں اور کسی کو پسند کرنا جرم بھی نہیں۔''

''بعد میں، چار دن گزرنے کے بعد ہر بات جرم بن جاتی ہے۔''

''تم اس کو کہو اپنے والدین کو بھیجے۔ پھر بات ہوگی۔''

''وہ نہیں آئیں گے۔''اس نے بلاتمہید بات کہہ دی۔

''کیا مطلب..........؟''

''وہ میرا رشتہ لینے کے لیے کبھی نہیں آئیں گے۔''اس کا لہجہ بھیگ گیا۔ دکھ تو اسے بھی تھا جو وہ کہہ رہی تھی۔

''تو پھر شادی کیسے ہوگی؟''

''آپ لوگ شامل ہوں نا۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا مائرہ تم کیا کہہ رہی ہو۔''

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ۔یہی سچ ہے۔''

''تو پھر یہ بات یہیں ختم کردو۔ بھول جاؤ اسے۔ہم نہ تو گرے پڑے خاندان سے ہیں اور نہ ہی اسٹیٹس سے کم۔تمہارا باپ شہر کا سب سے مشہور آدمی ہے۔ وہ کبھی ایسی جگہ تمہاری شادی نہیں کریں گے جہاں ان کی بیٹی کو بھیک کی طرح دیا جائے۔''

''آپ پاپا سے بات تو کریں پلیز۔''

''تم پاگل ہوگئی ہو میں نہیں۔ اپنے خیالات میں تبدیلی لاؤ۔ اور اس رستے سے لوٹ آؤ۔ اسی میں سب کی بہتری ہے۔''

''بہتری کس میں کس کی ہے یہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

''جو دکھائی دے رہا ہے وہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔نہ وہ آئیں، رشتہ مانگیں ملیں نہ جلیں اور تمہاری شادی کردیں۔ یہ کوئی ڈرامہ یا فلم نہیں ہے کہ آنکھ جھپکتے ہی سب ہوجائے۔حقیقت بہت کڑوی ہوتی ہے۔''

''مما وہ ہی ہوگا جو میں نے چاہا ہے۔''

''تم ایسا کرو ایک بار اسے کہو اپنے والدین کو بھیج دے سارے معاملات طے ہوجائیں اس کے بعد فیصلہ ہوگا۔''

وہ اس کی ضد سے اچھی طرح واقف تھیں۔ اس لیے انہوں نے نرم لہجہ اختیار کیا لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔

''فیصلہ تو ہوچکا مما۔''

''مائرہ، جانور ہوں، درندے ہوں، درخت ہوں، پودے ہوں ہر ایک کی نسل ہوتی ہے۔ ایک خاص قبیل سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔کیا تم اور میں تنہا اس دنیا میں آئے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمارے اردگرد رشتوں کا جھمگٹا نہ ہوتا۔ شناخت کے لیے خاندان کی ضرورت ہوتی ہے۔ باپ دادا کے نام کی۔ اس کی وجہ، اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ ہمیں قبول نہیں کرتا۔ یہ ہماری مجبوری ہے بیٹا۔''

اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔وہ بیٹی کو روتا دیکھ کر تڑپ گئیں۔ لیکن یہاں انہوں نے حوصلے سے کام لیا اور خود کو کمزور نہیں پڑنے دیا۔

''ایک دن یہ سب باتیں تمہیں سمجھ آجائیں گی اور تم اپنے فیصلے پر پچھتاؤ گی اور تمہاری زبان پر یہی سوال ہوگا۔تم نے ایسا کیوں کیا؟''

''سچ یہ ہے مما میں معد سے پیار کرتی ہوں۔ اس کے بنا جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔''

''تو اس سے کہو، اپنے والدین کو بھیجے جو آج تمہاری خاطر کچھ نہ کرسکا۔ تو کل کیا امید رکھو گی اس سے.....اور اگر ایسا نہ ہوا تو تمہارا باپ کبھی یہ رشتہ منظور نہیں کرے گا۔''

''کیوں آخر کیوں؟''

''کسی بھی اچھے شریف گھرانے کی لڑکی کا یہ طریقہ نہیں ہے۔''

اس کا دماغ جھنجھنا گیا۔

''ہم یہاں رہیں گے ہی نہیں۔ فارن چلے جائیں گے اور کبھی لوٹ کر پاکستان نہیں آئیں گے۔''

''یہ سب خوابوں کی باتیں ہیں جو تم کر رہی ہو۔ نیند میں ہی اچھے لگتے ہیں ایسے خواب۔ حقیقت میں نہیں۔ تم چور دروازے سے اس کی زندگی میں شامل ہونا چاہتی ہو۔ تم خود کو کیوں تباہ کر رہی ہو۔ تم کیوں چاہتی ہو کہ لوگ تمہیں گناہ کی نظر سے دیکھیں۔ تم جس کی خاطر یہ قربانی دے رہی ہو......تو وہ کیوں نہیں دیتا قربانی۔ مجبور کیوں ہو گیا وہ......تم اس کی باتوں میں آ کر ہم سب کا سر جھکانا چاہتی ہو۔''

وہ ماں سے اتنا کچھ سننے کی توقع نہیں رکھتی تھی۔ بہت آسان سمجھ رہی تھی سب۔ مگر یہاں تو معد کے گھر والوں سے بھی زیادہ مشکلات تھیں۔ بس اتنا فرق تھا اگر اس کے والدین آ جائیں تو وہ لوگ اسے معد کے ساتھ رخصت کر دیں گے۔ مسئلہ تو یہی تھا وہ آنے کے لیے راضی نہ تھے۔

''تم جس کے وعدوں پر اعتبار کر کے اپنی زندگی کی ناؤ کے پتوار اس کے ہاتھ میں تھمانا چاہتی ہو، وہ تو ابھی اس قابل نہیں کہ اس ناؤ کو لے کر چل سکے۔ اور یہ جذبے، محبتیں، حسین الفاظ دنیا کے سب سے بڑے جادوگر ہیں۔ جب ان کی شدت کم ہو گی تو پھر خوابوں کی راکھ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ خواب جو تمہیں زندگی نظر آ رہے ہیں۔ پھر ان کی بھیانک تعبیر تمہارے ہوش و حواس چھین لے گی۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ سمجھی ان کی باتیں اس پر اثر کر رہی ہیں مگر یہ ان کی بھول تھی۔

حالات کی نزاکت سمجھتے ہوئے اس نے ان کو یہ بتایا وہ گھر چھوڑ آیا ہے۔ جب وہ ہر

چیز کو ٹھوکر مار آیا تھا تو وہ بھی اس کے لیے سب کچھ چھوڑ سکتی تھی۔ اس نے دل میں فیصلہ کرلیا تھا کچھ بھی ہو وہ معد کا ساتھ ہر صورت دے گی۔

''مما معد ایسا نہیں ہے وہ میری خاطر خود کو داؤ پر لگا دے گا مگر مجھے دکھ تکلیف نہیں دے گا۔ وہ کبھی مجھے منجدھار میں نہیں چھوڑے گا۔ مما وہ اپنے وعدوں اور ارادوں کا اتنا ہی پکا ہے مجھے کبھی محرومیوں کے سپرد نہیں کرے گا۔ اچھی سے اچھی زندگی دے گا۔ وہ ایسا نہیں ہے مما......وہ ایسا نہیں ہے۔ آپ میرا یقین کریں۔''

مما نے اس کے بہتے آنسو اپنے مقدس آنچل میں جذب کرلیے۔

''مجھے تم پر یقین ہے مائرہ اور یقیناً وہ اتنا ہی اچھا ہوگا جس کے لیے تم ہر حد سے گزرنے کے لیے تیار ہو۔ ورنہ عام سی چیز تو تم بھی خاطر میں نہیں لاتی ہو۔''

وہ ماں تھیں وہ کب گوارا کرتیں کہ ان کی بیٹی جس نے اس شخص کو پانے کے خواب اس کی حسین آنکھوں نے دیکھے وہ اسے بنا کوشش کیے چھوڑ دے۔ کوشش ہی تو زندگی کی کامیابی کا پہلا زینہ ہے۔

اور کبھی کبھی کوشش بھی ناکام ہوجاتی ہے۔ اور اس مقام پر قسمت کی دیوی بھی اپنے پر سمیٹ لیتی ہے اور انسان تقدیر کی ستم ظریفی پر تڑپتا رہ جاتا ہے۔

ان دونوں کے ساتھ بھی تو یہی ہوا تھا۔



انہوں نے رضا سے بات کی تو انہوں نے معد سے ملنے کی خواہش ظاہر کردی۔ جانیہ نے معد کو کہا تو وہ بھی ملنے کے لیے راضی ہوگیا کیونکہ ملنے پر ہی سارے معاملات طے ہوتے۔ حسن رضا کو معد پسند آیا تھا لیکن انہوں نے اعتراض/یہ کیا تھا وہ ابھی زیرِتعلیم ہے اور اسٹیٹس میں بھی ذرا کم تھا۔ آسیہ نے نجانے کیسے شوہر کو قائل کیا تھا وہ اس بات کے لیے تیار ہوگئے وہ اس کا مستقبل بناگئے ہیں وہ اپنے والدین کو بھیج دے۔

''مائرہ میری بہت پیاری بیٹی ہے معد کمال رانا۔''

''جی میں جانتا ہوں۔''

''اس کے ناتے تم بھی مجھے اتنے ہی عزیز ہو۔''

''جی بہت شکریہ۔''

''دیکھو بیٹا میں نے تمہارے بارے میں ، بیک گراؤنڈ کے کچھ نہیں سوچا تم اپنی ذات کے حوالے سے مجھے پسند ہو لیکن بیٹا ابھی تم زیرِتعلیم ہو اور تعلیم مکمل بھی کر لیتے ہو تمہارے پاس کیا ضمانت ہے تمہیں فوری ملازمت مل جائے گی اور مل بھی گئی تو کیا اس سے تم دونوں گزارا کر سکو گے؟''

اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ اس کا ذہن سوالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا لیکن وہ خاموش تھا۔

''میں جانتا ہوں نہیں کر سکو گے۔''

''جب تک میں اپنے پیروں پر اچھی طرح جم کر کھڑا نہیں ہو جاتا اس وقت آپ کی بیٹی کو رخصت کرا کے نہیں لے جاؤں گا۔''

''لیکن اس کے لیے تو بہت عرصہ درکار ہوگا؟''

''کامیابی حاصل کرنے میں کچھ وقت تو لگتا ہے نا۔''

''اگر یہ کامیابی لمحوں میں حاصل ہو جائے تو.......؟''

وہ سمجھا نہیں تھا۔ اس لیے سوال کر دیا۔

''کیسے...........؟''

''میرے آفس آ جاؤ، نہ آنا چاہو تو کسی بھی آفس میں تمہاری اچھی جانب کرا دیتا ہوں۔ یہاں آنے سے تم اپنی تعلیم بھی جاری رکھ سکو گے۔''

''میں خود کو آزمانا چاہتا ہوں۔'' اس نے مختصر کہا۔

''تو کیا باپ اپنے بیٹوں کے لیے کچھ نہیں کرتے۔''

''مجھے کچھ وقت دیجیے پلیز۔'' اس نے ان کو ٹالا۔ اور کیا جواب دیتا ان کو وہ لیکن اسے

ان کی بات پسند نہیں آئی تھی۔ وہ اسے خرید رہے تھے۔ اپنی بیٹی کی خوشیوں کے لیے۔ اور یہ اسے قبول نہیں تھا۔ وہ اپنے بل بوتے پر اسے حاصل کرنا چاہتا تھا کسی کے سہارے نہیں۔

''بیٹا میں صرف تمہیں جاب دوں گا باقی تو تم اپنی محنت کرو گے۔''

''اور وہ جو مراعات ملیں گی......؟''

''تم اس کے حقدار ہو گے۔ بیٹا میں یہ سب مائرہ اور تمہاری خوشی کے لیے کر رہا ہوں۔ میں تمہیں ترقی کی راہ پر چلتا دیکھ کر خوش ہوں گا۔''

وہ سن ہو گیا۔ خاموش رہا۔ وہ جانے کیا کیا کہتے رہے۔ اس نے کچھ نہ سنا۔ وہ کیسے ان کے آفس سے اٹھا، کیسے ہوسٹل پہنچا۔ وہ سخت الجھن کا شکار تھا۔ لیکن اسے یہ سب اچھا نہیں لگا تھا۔

اس نے جانیہ سے یہ ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ وہ اس انتظار میں تھا وہ خود بتائے اسے سب اگر اس کے علم میں کوئی بات ہو تو۔ نہیں معلوم وہ اس ساری کارروائی سے باخبر تھی یا بے خبر۔ وہ یہ کیسے بتاتا ان کو کہ گھر چھوڑ آیا ہے اور ابھی مناسب بھی نہیں تھا۔



''معد میں نے پاپا سے بات کی تھی ان کے پاس ایک سیٹ ہے۔''

''میں اپنی عزت نفس کا سودا کر کے تمہارے پاپا کا نوکر بن جاؤں۔'' وہ غرایا۔

''نہیں، نہیں...... یہ...... یہ۔''

''کیا......؟ میں نے کہا ہے نا جو کچھ بھی بنوں گا صرف خدا کے سہارے۔''

''اگر تم کہیں اور ملازمت کرنا چاہو تو بھی تمہارے لیے بہت سے راستے ہیں۔ پاپا فون کر دیں گے......اور سب کچھ ہو جائے گا۔''

''کیا کچھ......؟''

''معد تم جذباتی ہو رہے ہو۔ جانتے ہو ہر سال کتنے اعلیٰ ڈگریاں لیے فارغ التحصیل ہو کر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ یہ معاشرہ جس ڈگر پر چل نکلا ہے اس میں رشوت اور سفارش بہت

بڑی ضرورت بن گئی ہیں۔ باقی کچھ نہ سہی لیکن تمہاری سفارش ہو جائے تو جاب پکی ہے۔''

یہ بحث وہ دونوں مارکیٹ میں کھڑے کر رہے تھے جہاں سے جانیہ کو کچھ ضروری چیزیں خریدنا تھیں۔

''میں تمہارے پاپا اور ان دونوں ہتھیاروں کے بغیر سب کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''لیکن تمہاری جدوجہد میں تو ایک عرصہ گزر سکتا ہے۔''

''اور تم میرا انتظار نہیں کرسکتیں کہ طویل راہیں تمہیں پسند نہیں۔ تم چاہتی ہو کہ تمہارے پاپا انکل کے احسان مجھے خرید لیں اور میں تمہیں ان کا دیا ہوا قیمتی تحفہ سمجھ کر قبول کرلوں۔ نو ناٹ ایٹ آل......''

''میں ......میں......تو.......''

''میں سب سمجھتا ہوں تم مجھے خریدنا چاہتی ہو لیکن یہ تمہاری بھول ہے جانیہ۔ انسان چیزوں سے نہیں خریدے جاتے ہیں ہاں مگر سچائی اور خلوص سے۔ میرے پاس یہ دونوں چیزیں ہیں لیکن زندگی ان دونوں چیزوں کے سہارے نہیں گزرتی؟''

''تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتے میری بات نہیں مانتے۔ اس معاملے میں ہوسکتا ہے تم حق بجانب ہو لیکن میرے خلوص کو ٹھکرا کر تم غلطی کر رہے ہو۔ بھروسہ تو کر کے دیکھو میرا معد پلیز۔''

''تم مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش نہ کرو کہ میں تمہاری بیساکھی کے بغیر نہیں چل سکتا۔ احسان سمجھو کہ میں نے......''اس نے لبوں کو بھینچ لیا تو وہ دھیرے سے ہنس دی۔

''جی ہاں احسان ہے آپ کا آپ نے مجھے اپنے قیمتی دل میں جگہ دی۔''

''آف کورس میرا دل بے حد قیمتی ہے کیونکہ اس میں کھوٹ، ریاکاری، دھوکہ بازی اور جھوٹ کا بسیرا نہیں۔ مجھے خبر ہے جانیہ اور یہ ساری چیزیں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ اگر ایسا ہے تو محترمہ جانیہ صاحبہ کو چاہیے کہ وہ اپنے معد کو سیدھی راہ پر چلنے دیں۔''

وہ تلخی سے مسکرایا۔ وہ خاموش ہوگئی۔

''تم اتنے تلخ کیوں ہوگئے ہو؟''

''حالات کی مہربانی ہے۔''

''تو کیا تم خود کو ختم کرلو گے۔ ہمت سے کام لو۔ یوں تو کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔''

''ہوں۔''

اس نے جانیہ کو ہاتھ تھپکتے ہوئے کہا۔ پھر سے سوچوں میں کھو گیا۔

بہت ساری پلاننگ اس کے ذہن میں تھیں مگر بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا تھا۔



عمار اس کا دوست اپنے ماموں کے گھر لاہور آیا ہوا تھا۔ وہ اس کی کال پر اس سے ملنے چلا گیا اور اس نے تمام حالات کھول کر سامنے رکھ دیئے۔ عمار نے اسے حوصلہ دیا کہ وہ سب ٹھیک کر لے گا اور جاتے ہی اسے دبئی بلوا لے گا۔ کچھ دن صبر کرلو۔ بس جلد ہی واپس جانے والا ہوں اور جاتے ہی پہلی فرصت میں تمہارا کام ہوجائے گا۔ ہر خوف خدشہ دل سے نکال دو۔ اس سب کے باوجود اس کے دل کو عجیب سا دھڑکا لگا تھا کسی انہونی کا۔

وہ عمار سے موٹرسائیکل لے کر نکل آیا۔ شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ موٹرسائیکل پر بے نام منزل کی طرف بے مقصد سڑکوں پر گھومنے لگا۔ ایک موڑ پر اس کا موٹرسائیکل پھسلا اور اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ آنکھ کھلی تو وہ ہاسپٹل کے بیڈ پر تھا۔ وقاص اس کا رومیٹ اس کے دوسری طرف بیٹھا تھا۔ اسے رفتہ رفتہ سب یاد آنے لگا۔ اور پھر وہ یہاں پہنچ گیا۔ اس کی بیک بون ہڈی میں شیشے اندر چلے گئے تھے۔ اس کی خبر اسے بعد میں ہوئی۔ کہنیوں پر، ہاتھوں پر گھٹنوں پر خاصی خراشیں آئی تھیں۔ چلنے پھرنے کے ہرگز لائق نہیں تھا۔اور ذہن پر غبار سا چھپا تھا۔

اسے ایک دم جانیہ کا خیال آیا اور کوئی بھی ایسا نہ تھا جس سے وہ دل کی بات کرسکتا۔ کئی آنسو ایک ساتھ اس کی آنکھوں سے نکل کر تکیہ میں جذب ہوگئے وہ ہلنے جلنے سے بھی قاصر تھا۔

اس نے جانیہ کو اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اس حالت میں وہ اسے دیکھ کر خود پر اختیار کھو بیٹھتی۔

اس نے عمار کو بتا دیا تھا اور وہ اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے معد سے یہی سوال کیا تھا جانیہ کو کیوں نہیں بتایا؟''

وہ اس حالت پر دکھی ہوتا رہا۔ فوری طور پر اس کا آپریشن کرنا پڑا جس کے تمام اخراجات عمار نے ہی کیے۔ وہ معد کے گھر فون کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے سختی سے منع کر دیا۔ اس نے اپنا نمبر آف کرنے کے بعد عمار کو بھی تاکید کر دی تھی کہ جانیہ کو کچھ نہ بتائے۔ اسے ہینڈل کرے جیسے بھی ہو۔

تین دن بعد اس نے جانیہ کو فون کیا کیونکہ اب وہ کچھ بات کرنے اور سننے میں آسانی محسوس کر رہا تھا۔ اتنے دن اسے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا تھا وہ بھی۔

وہ اس سے سخت خفا تھی بے حد ناراض۔ اس نے معد کو کچھ نہیں کہا۔ بس روتی رہی۔ وہ دن رات اس کو کال اور میسجز کرتی رہی تھی مگر نو رسپونس۔ وہ جتنا اس کے لیے پریشان اور دکھی تھی اس کا معد کو بہت اچھی طرح احساس تھا۔ اس لیے وہ اس کی آواز سنتے ہی بے حد ناراض ہو گئی۔ یہ جانے بغیر کس حال میں ہے۔

''مجھے ایسے لوگ بالکل اچھے نہیں لگتے معد جنہیں دوسرے کا احساس نہ ہو۔''

''جانیہ تمہارا معد جان سے جانے لگا تھا پر جانے کیوں بدقسمتی ساتھ تھی کہ بچ گیا۔ اور تم اتنی ظالم تو نہیں کہ بستر مرگ پر پڑے ایک انسان پر ظلم ڈھاؤ۔''

''معد......معد......کیا کہہ رہے ہو تم۔''

''کسی کی زندگی بن کر یوں بے رخی نہیں کرتے جانیہ خدا کی قسم تم بن مر جاؤں گا۔ مر جاؤں گا۔ آئی لو یو جانیہ، آئی لو یو۔ میں تمہارا منتظر ہوں۔ تمہیں وفا کے مقدس جذبے کی قسم بس ایک بار مجھے دیدار کرا دو۔ میری عرض سن لو۔''

''تم......تم کیا کہہ رہے ہو معد۔ میں، میں بھلا کیوں نہیں ملوں گی۔ کیوں قسمیں دے

رہے ہو۔ کیا ہوا ہے تمہیں......''

''تم آجاؤ جانیہ آجاؤ۔''اس نے ہاسپٹل کا بتایا۔

''میں آرہی ہوں معد۔آرہی ہوں۔''وہ روتے ہوئے بولی۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس کے پاس پہنچ گئی۔ جس کیفیت میں وہ یہاں تک پہنچی تھی وہ ہی جانتی تھی۔

وہ کیا آئی کہ روٹھی زندگی پھر سے جاگنے لگی۔ دروازے میں کھڑی کتنی دیر اسے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ روتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ اس نے معد کے زخمی ہاتھ تھام لیے۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ جذبات کی شدت میں اس کے سینے پر سر رکھ کر آنسو بہانے لگی۔ گوکہ اس کے ایسا کرنے سے معد کے زخموں میں درد سا ہونے لگا لیکن یہ اذیت تکلیف دینے لگی۔ معد نے اسے روکا نہیں۔ بہت تسکین دے رہے تھے یہ آنسو جو کوئی اس کی خاطر بہار ہا تھا۔

پھر اس نے بھیگی بھیگی پلکیں اٹھا کر معد کو دیکھا جل تھل برسات نے ان آنکھوں کو اور حسن بخش دیا تھا۔ وہ دیوانہ ہونے لگا۔

''معد ہاسپٹل کا سنتے ہی میری جان نکل گئی تھی۔ جانتے ہو کتنا چاہتی ہوں۔ کتنا پیار کرتی ہوں۔''

''ہاں اور سدا کرتی رہو گی مجھ سے اور صرف مجھ سے۔''معد نے کہا۔

''ہاں معد،ہاں۔''

''اپنی ذات کی ساری خامیوں کے باوجود میں تمہارا ہوں جانیہ تمہارا۔ مجھے تمہاری شدت سے ضرورت ہے جانیہ۔اب کوئی بھی میرا نہیں رہا۔ میرا سہارا صرف تم ہو جانیہ۔ صرف تم۔ اس حالت میں بھی سوائے تمہارے کوئی پاس نہیں ہے۔تمہارے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں بچا۔''

''معد میں تمہارے پاس رک تو نہیں سکتی اور تم سے دور بھی نہیں رہ سکتی۔ الگ رہوں گی

تو پریشان رہوں گی اور یہاں رہ نہیں سکتی۔ بتاؤ کیا کروں۔''

''بس ہم نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا۔ مل لیے دل کی باتیں ہوگئیں کافی ہے۔ میں بھی نہیں چاہتا تم یہاں رکو۔ میری وجہ سے تمہیں کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے یہ کبھی نہیں چاہوں گا۔ وہ بھی اس حالت میں جب خود مجبور و بے بس ہوں۔ تمہیں خود احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ جب تک میں صحت یاب نہیں ہو جاتا۔

''مگر میرا دل نہیں چاہتا تم سے دور ہونے کو۔ اس حال میں تمہیں تنہا چھوڑ دوں۔''

''مگر مجبوری ہے۔ بعض اوقات مجبوریاں ہم سے، ہماری خوشیاں، زندگی تک چھین لیتی ہیں۔''

''لیکن معد......''اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔

''رونا بند کرو پلیز۔''

''معد تم نے گھر اطلاع کی......؟''

''نہیں۔''

''کیوں......؟''

''تم جانتی ہو سب۔''

''اس وقت ......تمہیں بتانا چاہیے پلیز۔''

''تم چاہتی ہو کہ ان کو انفارم کیا جائے۔''

''ہاں، والدین ہیں وہ تمہارے۔''

''مگر میں گھر چھوڑ چکا ہوں۔ اب لوٹ کر واپس نہیں جاؤں گا۔''

''میں لوٹ جانے کا نہیں کہہ رہی۔ لیکن پتہ ہونا چاہیے ان کو۔''

''ضروری نہیں کہ وہ آئیں۔''

''بے شک نہ آئیں۔ علم میں تو آ جائے گا سب۔''

''تمہاری خواہش ہے......میری صلح ہو جائے؟''

''صلح اچھی بات ہے۔ کیا رکھا ہے لڑائی میں۔''

''اس وقت ان سے نہیں ملوں گا جب تک وہ میری بات نہیں مان لیتے۔ اور اگر نہیں مانتے تو میں کبھی لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ وہ ہی کروں گا جو میں نے کہا ہے۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں وہ کبھی نہیں مانیں گے۔''

''معد کرنا تو ہمیں وہ ہی ہے جو سوچا ہے۔ ان کے ملنے یا نہ ملنے سے ہمارے خیالات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ہاں اس وقت جن حالات سے تم گزر رہے ہو۔ انہیں خبر ہونی چاہیے۔''

''میں نہیں چاہتا اور اس بارے میں آیندہ ضد مت کرنا۔ مجھ سے۔'' اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ چونک گئی اور اس نے سر جھکا دیا۔

''جیسے تمہاری مرضی۔''

وہ اس سے کل ملنے کا کہہ کر نکل آئی اور راہداری میں عمار سے ملاقات ہوگئی۔ سلام دعا کے بعد اس نے عمار سے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ معد کے گھر اطلاع کردی جائے۔''

''لیکن اس نے منع کیا ہے۔''

''میرے کہنے پر بھی وہ راضی نہیں ہے۔ آپ کے خیال میں کیا کرنا چاہیے؟''

اس نے عمار کی رائے چاہی۔

''میرے خیال میں بتانا چاہیے۔ آگے ان کی مرضی۔''

''پھر کیا کیا جائے؟''

''دیکھتے ہیں۔'' عمار نے وثوق سے کچھ نہیں کہا۔

وہ اسے معد کا خیال رکھنے کا کہہ کر گھر آ گئی۔ پھر جتنے دن وہ ہاسپٹل رہا وہ یونیورسٹی کے بجائے اس کے پاس چلی جاتی اور اس کے لیے پرہیزی کھانا بنا کر لے جاتی۔ وہ اس کا ہر طرح خیال رکھ رہی تھی۔ معد کے ایکسڈنٹ کا اس نے اپنے ممی، پاپا سے ذکر نہیں کیا تھا۔

پہلا سوال ان کا یہی ہوتا کہ اس کے والدین کیوں نہیں آئے۔



ایک ماہ بعد وہ بالکل ٹھیک تھا۔ ڈاکٹروں نے کہاں اچھا کیا۔ سارا کریڈٹ تو جانیہ کی مسیحائی کا تھا۔ وہ جب سے گھر سے آیا تھا کسی نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی نہ ہی اس نے۔

تین ماہ اسی خاموشی کی نظر ہوگئے۔ اس کو اخراجات کے لیے پرابلم ہونے لگی۔ جانیہ نے اس کو روپے دینا چاہے تو معد نے لینے سے انکار کردیا۔ وہ اس کی مدد نہیں لے گا۔ خود کچھ نہ کچھ کرے گا۔ جانیہ نے بہت منت سماجت کی مگر اس کی ناں، ہاں میں نہ بدلی۔ اس نے ایک دو جگہ ہوم ٹیوشن کے لیے بات کی۔ ایک دو روز میں وہاں بھی فائنل ہونے والی تھی۔ ایسے میں عمار کی کال آگئی تو اس نے اپنی پریشانی کا ذکر اس سے کردیااور اس نے کچھ رقم اسے بھیج دی۔ کچھ وقت کے لیے اس کا مسئلہ حل ہوگیا، آگے بھی۔ کوئی نہ کوئی بندوبست ہو ہی جاتا۔ وہ سنجیدگی سے اس بارے میں سوچ رہا تھا۔

کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا اسے۔

ایک روز اچانک اس کے گھر سے کال آئی کہ معد کے بابا کافی بیمار ہیں۔ وہ اسے گھر آنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ معد نے کچھ نہیں کہا۔ نہ ہی اس نے دوبارہ رابطہ کرنے کا سوچا۔ اس نے اپنا دل پتھر کرلیا تھا۔ ان کی طرف سے۔ لیکن دو ہفتے بعد اس کے بابا اور انکل رحمان اس کے پاس آگئے کہ وہ گھر چلے۔ اس مرتبہ بھی اس نے ان کے سامنے اپنی وہی شرط رکھی دی۔ جو انہوں نے پہلے کی طرح ریجیکٹ کردی۔ تب معد نے کہا۔

''مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں پلیز۔''

''تمہیں اپنے بیمار باپ کا بھی خیال نہیں ہے کہ وہ تمہیں خود لینے آیا ہے۔'' انکل رحمان نے اسے سرزنش کی۔

''انکل وہ بات وہیں کی ہے یہاں تھی۔ پھر گھر چلنے کا فائدہ۔''

''بیٹا تم حالات کی نزاکت کو سمجھ نہیں رہے ہو۔'' اپنے باپ کی مجبوری کو سمجھو۔ اگر کمال کو قرض چکانے کا موقع مل رہا ہے تو اسے ضائع مت کرو۔''

''میں جانیہ کو کسی قیمت پر چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بات بنے گی نہیں آپ اس بات کو یہیں ختم کر دیں۔''

''معد تم سے اس بات کی امید نہیں تھی ہمیں۔''

''میرا بھی اپنے دل پر اختیار نہیں ہے۔ بہت مجبور ہوں۔ میں نے بھی کسی کو زبان دی ہے۔ ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی ہیں۔ میرا احساس کیوں نہیں آپ لوگوں کو۔''

اس نے تلخ اور زہر خند لہجے میں کہا۔

''اگر بات عارف کی نہ ہوتی تو ہم تمہاری بات مانتے بلکہ میں خود تمہاری حمایت کرتا اور عارف نے ہاتھ بھی تو تمہارا ہی مانگا ہے۔ ایسی صورت میں کوئی دوسرا آپشن نہیں ہے ہمارے پاس۔ تم خود سمجھ دار ہو۔ بتاؤ کیا کیا جائے؟''

تھوڑے وقفے کے لیے ماحول پر خاموشی چھا گئی اور اس سکوت کو کمال احمد کی آواز نے توڑا۔

میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ اور میرے ساتھ چلنا ہوگا تمہیں۔ کیا تم اپنے باپ کو تہی دست لوٹا دو گے؟''

''جو آپ چاہتے ہیں میں وہ نہیں کر سکتا۔ معافی چاہتا ہوں۔''

''معد بیٹا مان لو باپ کی بات۔''

''میں انعم سے شادی کسی صورت نہیں کروں گا۔ یہ ذہن نشین کر لیں۔''

''ٹھیک ہے۔ مگر تم گھر چلو۔'' رحمان انکل نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''تم ہمارے ساتھ چل رہے ہو اور ہر فیصلے کے پابند بھی۔''

کمال احمد نے یہ کہتے ہوئے سر سے پگڑی اتار کر اس کے قدموں میں رکھ دی۔ تب ہی وہ گھر جانے کے لیے راضی ہوا تھا۔ اپنے قدموں میں اپنے باپ کی پگڑی دیکھ کر اس کے

تمام حوصلے جاتے رہے تھے۔ اس لمحے نے اس سے محبت کا نام تک چھین لیا تھا۔

وہ ہار گیا۔ گھر بھی چلا گیا۔ اس کی بات بھی انعم سے فائنل کر دی۔

جانے سے پہلے اس نے جانیہ کو اطلاع دی تھی کہ اس کے بابا اور انکل منانے کے لیے آئے ہیں اور وہ گھر جا رہا ہے۔ یہ سن کر جانیہ بہت خوش ہوئی تھی۔ اسے حالات میں بہتری کی امید نظر آئی تھی۔

لیکن یہ نہیں جانتی تھی یہ خوشی کا نہیں دکھ کا پہلا وار تھا جو قسمت نے اس پر کیا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ہر ممکن جانیہ سے رابطہ رکھنے کی کوشش کی مگر رکھ نہ سکا۔

ملتان آ کر حالات کچھ اس طرح اس کے اختیار سے باہر ہوئے کہ خود حیران تھا۔ اسے یوں لگتا ہر پل اس کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اسے کسی نہ کسی کام میں الجھائے رکھتے۔ کچھ اس کے بابا کی طبیعت خراب تھی کہ وہ ڈاکٹرز اور ہاسپٹل کے چکر میں جانیہ کو کچھ وقت کے لیے یکسر بھول گیا۔ گھر مہمانوں، رشتہ داروں سے ہر وقت بھرا رہتا۔ ایک دو بار اس نے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت اسے پکار لیا جاتا۔ وہ غصہ دباتا ہوا خاموش ہو جاتا۔ اس نے اسے میسج کر دیا کہ کچھ دنوں تک اس سے رابطہ نہیں کر سکے گا وہ پریشان نہ ہو اور وہ اسے کال یا میسج نہ کرے۔ وہ خفا ہو گئی مگر کہا کچھ نہیں۔ جب معد نے کافی دنوں بعد اس کو کال کی تو جانیہ بھڑک اٹھی اور بہت برا بھلا کہا۔ اور معد کمال ڈراپ کر گیا۔ اور یوں ان کے درمیان شدید ناراضگی چل رہی تھی۔



جانیہ کی سالگرہ تھی۔ معد جانتا تھا کہ وہ معد کے وش کرنے کا شدت سے انتظار کر رہی ہوگی۔ ان دونوں کی ناراضگی چل رہی تھی۔ اسے امید نہیں تھی معد وش کرے گا۔ وہ یقین اور بے یقینی کے بیچ ڈول رہی تھی۔ اور اس کی کال کی منتظر بھی۔ اس کی سوچوں کے عین مطابق اس نے جانیہ کو وش نہیں کیا۔ اس نے صبح پانچ بجے معد کو میسج کیا۔ یکم ستمبر کو جانیہ کی سالگرہ کا دن وہ کبھی نہیں بھولتا تھا مگر ایسا ہو گیا۔

''آج میری سالگرہ ہے۔''

جانیہ کی آنکھوں سے گرم گرم موتی رخساروں پر بہنے لگے۔

پانچ پینتیس پر اس کے سیل پر کوئی پیغام رسیو ہوا۔ اس نے بے چینی سے سیل اٹھایا اور میسج چیک کیا۔ اس کا دل ایک دم خوشی سے جھوم اٹھا اور بدن میں پھریری سی دوڑ گئی۔ معد نے وش کیا تھا۔

Happy Birthday to you
May God Live U Long,
Allah Pak Apko her dukh
Se mehfoz rakhay. our ap
ki her tamanna puri kery.

اس کے بعد اس کے کئی میسج ملے۔

"Happy birthday Jania."

وہ خاموشی سے SMS پڑھتی رہی۔

پھر اس نے لکھا۔

''جانیہ......''

تب جانیہ نے اس میسج پر Reply کیا۔

''تم بھول گئے تھے۔ میرے یاد کروانے پر تم نے وش کیا۔ اگر میں نہ بتاتی تو تم کبھی وش نہ کرتے۔''

''یہ بات نہیں ہے۔ مجھے یاد تھا۔ بھلا میں اتنا اہم دن کیسے بھول سکتا ہوں۔ الارم بھی لگایا تھا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ شدید بخار ہے جس کی وجہ سے آنکھ لگ گئی۔ سوری جانیہ کہ میں رات کو ہی وش نہ کرسکا۔ بلیو می۔ رات بارہ بجے کا الارم تھا کہ سب سے پہلے وش کروں گا۔''

''اور رات سے اب بھی میں نے ہی کہا اور میں ہی جھکی ۔ ورنہ تم تو شاید پھر بھی وش نہ

کرتے۔''

جانیہ نے محبت بھرا شکوہ کیا تو وہ تڑپ گیا۔

''میرا یقین کرو جانیہ میں بھولا نہیں......کہا نا کہ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ایسا ہوگیا اور اب آنکھ کھلتے ہی تمہیں مبارکباد دی۔''

''مگر میرے کہنے پر......'' جانیہ کے دل کو ٹھیس لگی تھی۔

''یہ بات نہیں ہے جانیہ۔ اگر تم نہ بھی کہتی تو رات تو بس غلطی ہوگئی۔ مگر یہ کیسے ہوسکتا تھا صبح کو وش نہ کرتا۔''

''ہوسکتا ہے ایسا ہی ہو۔'' اس نے پھر بھی وثوق سے نہیں کہا کیونکہ ان کے درمیان جو حالات گزرے تھے اس کے بعد تو وہ ایک دوسرے کا نام تک سننے کے روادار نہ تھے لیکن آج پھر جانیہ ہی جھکی تھی اس کے سامنے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔

ان دونوں کی بہت دھواں دھار قسم کی لڑائی ہوئی تھی اور اس کے بعد رابطہ ختم ہوگیا تھا۔

''میں نے تمہیں بہت دکھ دیئے ہیں۔ جانیہ لیکن یقین کرو میں ایک پل بھی سکون سے نہیں رہا۔ روز میسج لکھتا تھا اور ڈیلیٹ کردیتا تھا۔ ہمت نہیں ہوتی تھی۔ تمہیں سینڈ کرنے کی۔ مجھے معاف کردو بہت دکھ دیئے ہیں تمہیں۔''

''ہاں زخم بہت گہرا ہے۔ بھرتے بھرتے وقت لگے گا اور شاید کبھی نہ بھرے۔ اور میں نے تمہارے نمبرز ڈیلیٹ کردیئے تھے تاکہ کوئی میسج تمہیں غلطی سے سینڈ نہ ہو جائے تو مجھے آگے سے کچھ برا سننے کو ملے۔''

''بہت نفرت کرنے لگی ہو......''

''آئی لو یو جانیہ آئی لو لو جان۔ معاف کردو اپنے معد کو۔''

''میرے دل میں کچھ نہیں ہے۔ معاف کرچکی ہوں۔ جب غصہ کم ہوا تھا تو سب بھول گئی تھی لیکن لفظوں کی چبھن بہت تکلیف دیتی ہے۔ جو تم نے کیا کوئی شکوہ نہیں مجھے۔''

''ہوسکے تو مجھے معاف کردو پلیز۔'' اس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

''اگر ہماری دشمنی بھی ہوتی تو میرا دل چاہتا کہ آپ مجھے وشز دیں اور میں نے آپ کو بہت مس کیا۔''

''اب کیا ہوسکتا ہے غلطی ہوگئی۔ معافی چاہتا ہوں۔''

''اٹس ۔اوکے۔''

''اس نے کہا اور اس کے دل کی دھڑکنیں منتشر ہوگئیں۔ جیسے آج پھر پہلی بار معد نے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ ایسے اپنا ہونے کا احساس دلایا ہے۔ وہ پھر سے اس کی خوب صورت باتوں میں آ گئی جبکہ وہ خود لفظوں سے کھیلتی تھی۔مگر پھر بھی اس کے لفظوں کے جال میں آ گئی۔''

ازل سے عورت ہوتی ہی بے وقوف ہے۔ پتھر سے پتھر عورت بھی مرد کے جھوٹے پیار کے دو لفظوں میں پگھل جاتی ہے۔

جانیہ بھی تو عورت تھی اور اس کے سامنے کوئی اور نہیں اس کا محبوب تھا تو وہ کیسے نہ موم ہوتی۔

مجھے آنسوؤں کی طلب نہیں
مجھے زندگی کی تلاش ہے
جسے ڈھونڈ کر بھی نہ لا سکا
مجھے پھر اسی کی تلاش ہے
مجھے دشمنوں میں نہ ڈھونڈنا
مجھے دوستوں میں تلاش کر
میں محبت کا اسیر ہوں
مجھے دوستی کی تلاش ہے
میری راہ عزم تلاش میں
کوئی زندگی کا رفیق ہو

کوئی آنسوؤں کا چراغ دے

مجھے روشنی کی تلاش ہے

مجھے نفرتوں کی زمین پر

محبتوں کی تلاش ہے



معد جانیہ کی محبتوں کو دیکھتا تو پھر ہتھے سے اکھڑنے لگتا۔ اپنی بے بسی کا تمام غصہ خود پر اتارتا۔ یا پھر اس کی لپیٹ میں جانیہ ہی آتی۔

معد کا بی پی شوٹ کر جاتا اور Sleeping Pills کثرت سے اور تعداد سے زیادہ استعمال کرنے لگا۔ دو دو روز تک اسے ہوش نہ آتا۔ دو تین بار تو اس کا معدہ واش ہوا۔ کئی بار اس نے خودکشی کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔

ان ہی الجھنوں اور پریشانیوں میں والٹ گم ہوگیا جس میں آئی ڈی کارڈ، کچھ ضروری رسیدیں اور اماؤنٹ تھی۔ ان ہی سوچوں میں ایک بار ایکسیڈنٹ ہوا۔

وہ بہت کرائسس سے گزرا۔ مگر جانیہ کو بہت دیر بعد سب بتایا۔ سب تکلیفیں خود سہتا رہا اور جب جانیہ کو اس نے بتایا تو وہ ٹھیک سے سن بھی نہ سکی اور وہ بیٹھتی چلی گئی اور گھٹنوں میں سر دے کر رو دی۔ اس وقت وہ بہت بے بس مجبور و لاچار تھی کہ اسے دیکھ بھی نہ سکتی تھی۔ صرف ایک موبائل کا سہارا تھا جس کے ذریعے وہ سب خبریں ملتی تھیں اسے۔ اس مجبوری پر وہ بلکنے لگتی۔

اس نے گھر سے مکمل رابطہ ختم کردیا۔ وہ فون کرتا نہ ان کی کال رسیو کرتا۔

لیکن یہ سب بھی بے سود رہا۔ وہ بس خالی نظروں سے سب منظر دیکھتا رہتا۔ ادھر جانیہ ہار ماننے کو تیار نہ تھی۔

وہ روتی تڑپتی معد سے جھگڑتی۔ کبھی اسے بغاوت پر اکساتی تو کبھی اپنی محبتوں کا سہارا دے کر اس کا حوصلہ بڑھاتی۔

وہ جانیہ سے بات کرنے کے بعد پھر سے جذبوں کی رو میں بہنے لگتا۔ اس کا دل کرتا وہ ساری دنیا کو آگ لگا دے یا پھر جانیہ کو لے کر کہیں دور بہت دور چلا جائے۔ جہاں اس پر کسی کا سایہ بھی نہ پڑے۔ وہ اسے سب سے چھپا لے۔ اسے اتنی خوشیاں دے کہ سب دکھ بھول جائے۔

جنگ صرف وہ ہی نہیں لڑ رہا تھا اس اذیت سے وہ بھی گزر رہی تھی۔

اپنے گھر والوں کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ کتنے دشوار ترین حالات سے گزر رہی تھی۔ مگر اس کے باوجود ہتھیار اس نے پھر بھی نہیں ڈالے تھے۔ وہ اپنے فیصلے اپنی ضد پر ڈٹی ہوئی تھی۔ ایک طرف اس کی فیملی تھی اور دوسری طرف وہ۔

جانیہ کی کیفیت اور طبیعت کے پیش نظر اس کی فیملی والوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

لیکن تقدیر کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔

جدائی اور ملن کی گھڑیاں مقرر ہوتی ہیں۔

چاہے لاکھ ہاتھ پاؤں مارو لیکن تقدیر کے لکھے ایک بھی لفظ پر قدرت نہیں ملتی۔

معد نے بھی ہر ممکن کوشش کر دیکھی۔

کوئی امید نہ بندھی۔

الٹا اس کشمکش نے اسے عجیب ذہنی دباؤ کا شکار کر دیا۔

آخر یہ ہوا کہ اس نے جانیہ کو فون کرنا ہی چھوڑ دیا۔

اس نے بہت چپکے سے اپنے آپ کو حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمال صاحب نے عارف کو کہہ دیا کہ منگنی کی تیاری کرلو ورنہ نکاح تاکہ بات بالکل ہی مکمل ہوجائے۔ مگر عارف صاحب نکاح کے لیے راضی نہ ہوئے۔ سو منگنی کے لیے ہاں کردی۔ لیکن ڈیٹ کنفرم نہیں کی تھی۔

وہ اس قدر ٹینشن میں تھا کہ اس نے جانیہ کو بتا دیا کہ ماموں کی بیٹی سے اس کی بات

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



فائنل ہوگئی ہے۔

''کیا یہ واقعی ہی سچ ہے معد؟''

اس کا پہلا سوال یہی تھا۔

''ہوں۔'' معد نے مجرموں کے سے انداز میں کہا۔

''نونیور! ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔''

''ایسا ہوگیا ہے جانیہ۔''

''ہماری تمہاری زندگی میں ایسا نہیں ہوسکتا معد۔ لگتا ہے تم اپنی اور میری موت کو دعوت دے رہے ہو۔ کیا ہم جدا ہوکر زندہ رہ پائیں گے معد۔'' وہ ایک دم رو پڑی۔

''کیا مطلب؟'' معد ایک دم کانپ گیا۔

''یاد ہے تمہیں ایک بار تم نے کہا تھا کہ اب میری زندگی کا چارج میرے ہاتھ میں ہے۔ اور اب میں تمہیں کہتی ہوں کہ تمہاری زندگی کا چارج میرے ہاتھ میں ہے۔ میں تمہیں کیسے کھوسکتی ہوں۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں کہ تمہیں کسی اور کا ہوتا دیکھ سکوں۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکوں گی معد کبھی نہیں۔''

اس نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

''کیا کرو گی؟''

''کچھ بھی ایسا جو مجھے زندگی سے آزاد کردے۔''

''جانیہ......''

وہ ایک دم چلایا۔

''جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو تم۔ پاگل تو نہیں ہوگئی ہو تم۔''

''پاگل ہی تو ہوگئی ہوں۔ اور سچ کہوں پاگل پہلے تھی ہوش تو اب ہی آیا ہے مجھے۔''

''ایسی باتیں نہیں کرتے چندا۔'' معد خود کرچی کرچی ہورہا تھا۔ اس کی بات پر تڑپ کر رہ گیا۔

''تم سمجھ رہے ہو کہ میں شاید پہلے کی طرح تم سے مذاق کررہی ہوں۔ چلو آزما لینا اگر تم میرے نہ ہوئے تو......''

''یہ بھی تم ٹھیک کہہ رہی ہو جانیہ۔ واقعی جب تمہارا نہ ہوا تو کسی دوسرے کا بھی کیوں ہوں۔''معد نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ارے تم اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ میں حوصلہ نہیں ہاری ہوں۔ تو تم کیوں بزدلوں کی طرح اپنی تقدیر دوسروں کے ہاتھ میں تھمائے تماشہ دیکھ رہے ہو۔''

''میں کیا کروں جانیہ تم ہی بتاؤ۔''معد نے کہا۔

''جب تم پہلے کچھ نہیں کر سکے تو اب کیا کرو گے۔ تم بھی وہ ہی عام مرد نکلے۔ اب کسی کے ہو کر کہہ رہے ہو میں کیا کروں۔ پہلے تم نے میری کون سی بات مانی ہے۔ جواب مان لو گے۔''

''تم اب بھی بے اعتبار ہو جانیہ تمہیں مجھ پر یقین نہیں میں تمہارے لیے موت اور زندگی سے گزر گیا اور تم کہہ رہی ہو کہ میں نے کچھ نہیں کیا تمہارے لیے۔''

''تم جانتے ہو مجھے شراکت گوارا نہیں۔ جہاں شراکت آ جائے میں وہ چیز چھوڑ دیا کرتی ہوں۔ بہت کوشش کی مگر تم نے میری بات نہیں مانی تو اب میں تمہاری کوئی بات کیوں سنوں۔''

''جانیہ پلیز میری بات سنو۔''

''نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات۔''وہ ضدی لہجے میں بولی۔

معد کو اس لمحے اس کی بے بسی اور روٹھے لہجے پر اتنا پیار آیا اگر وہ اس کے سامنے ہوتی تو وہ اسے بانہوں میں بھر کر اپنے سینے سے لگا کر بھینچ لیتا اور اس کے سب شکوے گلے ختم ہو جاتے۔ مگر یہ صرف خواب میں سوچا جا سکتا تھا حقیقت بہت دور تھی۔ سوچوں سے خیالوں سے۔

''کہہ دینا اپنے گھر والوں سے ہمارے درمیان سے ہٹ جائیں اور ہماری جان بخش

دیں۔ ورنہ.....''

''کہہ دوں گا جانیہ کہہ دوں گا۔ تم ریلیکس ہو جاؤ۔ میری بات سنو میں تمہارا ہوں صرف تمہارا۔''

معد نے گہری سانس لی اور جانیہ سے بے جان سا وعدہ کیا مگر اس کا لہجہ بے حد سست اور ڈھیلا تھا۔

گھر والوں کے نزدیک اس کی بے تابیاں اور بے چینیاں صرف وقتی اور جذباتی باتیں تھیں۔

''جانیہ تمہیں میری قسم۔ تم کچھ ایسا نہیں کرو گی جانیہ۔ تمہیں اپنے معد کی قسم جو تمہیں دنیا میں سب سے عزیز ہے۔''

''مت دو مجھے اپنی قسمیں معد مت دو پلیز۔''

اس نے کال ڈراپ کردی اور صوفے پر ڈھے سی گئی۔ اس کی ہمت ٹوٹ گئی، حوصلے ہار گئے اور ضبط ساتھ چھوڑ گیا۔ وہ ہار گئی، وہ لٹ گئی۔ اس ظالم سماج نے اسے جھکا دیا۔ ہرا دیا اسے۔

''اس کی محبت اس کا پیار، اس کا سکون، اس کی خوشیاں سب کچھ اس سے چھین لیا۔ اور اسے تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی اور پھر حوصلوں کے سب ستون گر گئے۔ اس کی دھاڑوں سے پورا گھر گونج اٹھا۔ وہ تو شکر تھا بابا یا مما گھر پر موجود نہ تھے۔''

معد اسے مسلسل کال اور میسج کرتا رہا لیکن اس نے کال پک نہ کی اور آخر آف کردیا۔

جب بہت دیر رو چکنے کے بعد وہ تھک چکی تو اس نے دل کو سمجھاتے ہوئے جھوٹی آس دلائی۔ سو اسی جھوٹی امید کے سہارے ایک بار پھر اس نے معد کو کال کی۔ اس بار بھی اس کی سماعتوں نے وہی کچھ سنا۔

اس نے جب دوبارہ وہی خبر سنائی تو اس کے قدموں تلے سے زمین سکڑ گئی۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو معد......؟'' آس کے سارے پرندے اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئے۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس سے پہلے کبھی تم سے مذاق کیا ہے جو آج بھی ایسا مذاق کروں گا۔'' وہ جھنجلا گیا۔

وہ پہلے ہی بہت دکھی اور تکلیف میں تھا۔

وہ ایک دم خاموش ہوگئی۔ اس کی ہلکی ہلکی سسکیاں اسے سنائی دیں تو وہ تڑپ گیا۔

''جانیہ۔''

معد نے زور سے کہا تو وہ چپ ہوگئی۔ تب معد نے اسے تمام بات بتا دی۔

''مجھ میں کیا کمی تھی معد جو تم نے مجھے ٹھکرا دیا۔'' وہ دکھ کے گہرے احساس میں گھر گئی اور اپنی ہی نظروں میں گر گئی۔

''تم میں کوئی کمی نہیں جانیہ کمی شاید مجھ میں تھی۔ میں ہی تمہارے قابل نہ تھا۔ قدرت نے یہ سبب پیدا کر دیا۔''

''مجھے بہلاؤ مت معد بتاؤ پلیز سب سچ بتاؤ۔''

''میرا یقین کرو جانیہ وہ ہی سچ ہے جو میں نے کہا ہے۔''

''نہیں بات کچھ اور بھی ہے جو تم چھپا رہے ہو مجھ سے۔''

''کہا نا کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ جھنجھلا کر بولا۔

''تم خود تمہیں چاہتے تھے اس لیے۔ تم نے ان کی آڑ لی اور خود کو صاف بچا گئے۔''

''اگر مجھ پر اعتبار ہی نہیں ہے تو پھر کچھ بھی کہنا سننا فضول ہے۔''

''تو ہار کیوں گئے تم۔ آخری سانس تک اپنے فیصلے پر ڈٹے رہتے تو وہ سب لوگ کیا کر لیتے۔''

''میں نے اپنی سی پوری کوشش کی مگر ناکام ہوگیا۔ اسی لیے تمہیں بتا رہا ہوں۔ تم کسی دھوکے میں نہ رہو۔''

''سچ کہوں تو معد تم نے ہی نہیں چاہا۔تمہارے دل میں ہی کھوٹ آ گیا تھا۔ اسی لیے ہم بچھڑ گئے ورنہ ہم آج ایک ہوتے۔''

وہ رو دی۔ وہ خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ وہ جانتا تھا جس اذیت سے وہ گزر رہی ہے جو بھی کہے کم ہے۔ وہ خود بھی تو اسی اذیت سے گزر رہا تھا۔

فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اسے کہہ سن کر اپنا دل ہلکا کر لیتی تھی اور وہ سب باتیں دل کی دل میں ہی رکھتا تھا۔ اسی لیے وہ اس کا ہمدرد ہمراز بن جاتا وہ ہر بات، دکھ اس سے شیئر کرتی۔

وہ جانتا تھا اس وقت جانیہ کو اس کی کتنی شدید ضرورت ہے۔ اگر وہ بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا تو رو رو کر پاگل ہوجاتی۔

''تم ایک وعدہ کرو معد......''

''ہاں، ہاں کہو جانیہ......''اس وقت وہ اس کے لیے زہر بھی کھانے کو تیار تھا۔

''تم زندگی میں کبھی مجھ سے رابطہ ختم نہیں کرو گے معد۔ مجھے اسی طرح چاہتے رہو گے۔''

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کہہ رہی تھی اور کیا کہنا چاہتی تھی۔ سوچنے کی صلاحتیں اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ وہ رو رہی تھی۔ تڑپ رہی تھی۔

''جانیہ پلیز روؤ نہیں، چپ ہوجاؤ۔''

اور بہت دیر رو چکنے کے بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی تو بولی۔

''یہ ناممکن ہے معد۔''اس کے لہجے میں ایکدم سختی اتر آئی۔

''اب وہ بہت بدلی بدلی لگ رہی تھی۔''

''یہ ہوچکا ہے جانیہ۔ مجھ سے پوچھے، میری رائے جانے بغیر۔''

''کچھ بھی ہو معد۔ لیکن میں نے کہا نا یہ ناممکن ہے اور تم جانتے ہو جو بات جانیہ کی زندگی میں ناممکن ہو اسے ممکن ہونا پڑتا ہے۔''

''یہ سب دعوے ہیں جانیہ۔ تقدیر اور حالات کے فیصلے بدلنا ہمارے بس میں کہاں ہے۔''

''معد......''

وہ حیرت سے بولی۔

''یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے معد۔ تم اتنے کمزور تو کبھی نہ تھے۔''

''قربانی دینے والے لوگ کمزور تو نہیں ہوتے جانیہ۔''

اس نے دکھ سے کہا۔

''یہ بزدل لوگ ہوتے ہیں اور یہ سب روایتی جملے ہیں۔ اگر یہ مذاق ہے تو بہت اچھا ہے ورنہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اتنی آسانی سے ہار ماننے والے لوگوں میں سے نہیں ہوں میں۔''

''اب تم ساری بات جان گئی ہو جانی۔ اب لڑنے کا کوئی بہانہ نہیں رہا۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن حالات میرے بس میں نہ رہے تھے۔ جانتی ہو انہوں نے بات فائنل کر کے مجھے بتایا ہے اور نجانے کب سے بات پکی کی ہوئی ہے۔ بس میں ہی بے خبر رہا اور اب پتا چلا تو ہر ممکن کوشش کی لیکن کوئی بات میرے حق میں نہیں آئی ایک طرف پوری فیملی اور دوسری طرف میں اکیلا۔ خود بتاؤ کیا کروں میں؟''

اس کے لہجے میں ہارے ہوئے کھلاڑی کی شکست تھی۔ سچ تو یہ تھا وہ ہمت ہار گیا اور بہت دیر تک گھر والوں کے سامنے کھڑا نہ رہ سکا۔ اگر کچھ وقت اور وہ اپنے فیصلے پر ڈٹا رہتا تو اپنی بات منوا سکتا تھا۔ لیکن وہ جذباتی ہو کر بلیک میل ہوگیا اور یہی بات ان کے خلاف چلی گئی۔

اگر جذبے سچے نیت نیک لگن میں شدت اور اپنے حق کے لیے ڈٹ جاؤ تو زندگی کے کسی میدان میں ناکام نہیں ہوسکتے۔ ہار تسلیم نہ کرنے والے ہی تو کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ لڑکی ہوکر سب کے سامنے ڈٹ گئی اور اپنی بات منوا لی لیکن وہ مرد ہوکر ہار گیا۔

اور اب جانیہ کو کہہ دیا تھا اس کے بس میں کچھ نہیں رہا تھا۔

اس کی بات سن کر وہ پھر بولی.....''تم سب جانتے تھے اپنے والدین کے سامنے بھی

ڈٹ سکتے تھے۔ پھر دیکھتے جیت ہی مقدر بنتی۔''

''تو تم ہی بتاؤ میں کیا کروں جو تم چاہو گی وہ ہی ہوگا۔ مجھے مشورہ تو دو ۔ کہو تو سہی کچھ......''

اس کے لہجے میں ایک مان تھا جو وہ جانیہ کو دے رہا تھا۔

''تم صرف باتیں کرسکتے ہو معد صرف باتیں۔ لفظوں سے کھیلتے ہو۔ جذبوں کا احساس ہی نہیں ہے تمہیں۔ تمہیں صرف اپنی فکر ہے اپنا خیال ہے۔ میری زندگی کا ایک لمحے خیال کیا نہ میرے دل کا احساس کیا۔ تم اپنی جگہ پرفیکٹ ہو۔ اپنی زندگی سنواری، اپنا مستقبل محفوظ کرلیا۔ خود سے ایک زندگی منسوب کرلی۔ تم تو ہر طرح فائدے میں رہے ہو معد۔ صرف اپنا فائدہ دیکھا۔ والدین بھی خوش اور خود بھی۔ اور اب مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔ لفظوں کے جال میں پھنسا رہے ہو مگر تم یہ بھول رہے ہو مجھ سے زیادہ اچھے لفظ نہیں تمہارے پاس اور نہ ہی میرے جیسی ہمت ہے تم میں۔ تم جیسے لوگ جس فوج میں ہوں وہ میدان میں اترنے سے پہلے ہی جنگ ہار جاتی ہے۔ میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا ہار جیت مقدر کی ہوتی ہے لیکن ہماری ہمت حوصلے اور جذبے ہار کو جیت میں بدل دیتے ہیں......''

وہ ایک لمحے کو رکی۔ آنسوؤں کی یلغار حلق میں اٹک گئی اس سے بولا نہ گیا چند لمحوں کے بعد وہ پھر گویا ہوئی۔

''اپنی جگہ مجھے رکھ کر دیکھو۔ پھر احساس ہوگا اس تکلیف دکھ، اذیت اور کرب کا۔ پھر شاید تم میرے دل کی حالت کا اندازہ کرسکو۔''

''تم سمجھتی ہو میں نے تم سے کھیل کھیلا ہے۔ بے وقوف بنایا ہے۔ صرف وقت گزاری کی ہے تو نیور جانیہ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم یہ سب کہہ سکتی ہو تم جانیہ۔ تم ......اگر میں تمہاری طرح رونے لگوں تو تم کہو گی سب ٹھیک ہے۔ میں دکھی ہو۔ جدائی کے دکھ نے مار دیا ہے مجھے بھی اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو تمہارے نزدیک میں دھوکے باز فریبی ہوں۔''

''میں کبھی نہیں مانوں گی کہ مرد مجبور ہوتا ہے۔ مرد مجبوری کا ڈرامہ کرتا ہے۔ خود کو بچاتا ہے۔ ورنہ وہ مجبور نہیں ہوتا۔''

''تم سمجھنے کی کوشش کرو جانیہ پلیز۔ میری مجبوری کو۔ میں مجبور ہوں۔''

''اوہ۔ھیل ٹو اٹ۔ کتنا بوگس جملہ ہے یہ بھی۔''

اس کے بعد معد نے کئی بار ٹرائی کی لیکن اس نے کال پک نہ کی۔

اس نے دھیرے سے جانیہ کو آواز دی مگر اس کی آواز ذہن کے دریچے سے ٹکرا کر واپس آ گئی۔

''جانیہ......''

وہ نجانے اس وقت کس حال میں ہوگی۔ رو رو کر خود کو ہلکان کرلیا ہوگا۔ وہ مضبوط اعصاب کی مالک دو سال تک اس کے ساتھ محبت کے سفر پر چلتی رہی تھی اور اس کا پور پور معد کی محبت میں ڈوب چکا تھا۔ اسے معد کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ نہ ہی کوئی آواز سنائی دیتی۔ اس کی زندگی کا محور صرف معد تھا صرف معد۔ وہ دو سال دو صدیوں پر محیط تھی۔ اور اب جو حالات معد کے سامنے آئے تھے اس نے جانیہ کو جدا کر دیا تھا۔ اس کے مضبوط اعصاب کمزور ہوگئے۔ اس کی جدائی جانیہ کو دیوانہ بنا دے گی۔ وہ جانتا تھا جانیہ اس کے لیے کتنی پوزیسو ہے۔ ان کے بیچ گزرے وقت کا ایک ایک لمحہ جانیہ کے دل پر لکھا تھا اور جو چہرہ اس کی نظروں کے سامنے تھا وہ چہرہ صرف معد کا تھا کسی دوسرے کو وہ قبول کر ہی نہیں سکتی تھی۔ کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی گوارا نہ تھا اسے۔ اس کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔ وہ مسلسل آنکھیں بند کیے غنودگی میں تھی۔ اس غنودگی میں بھی یہ احساس مارے جا رہا تھا کہ معد اس کا نہیں رہا اب وہ جدا ہوگئے ہیں معد اس کی زندگی سے نکل گیا ہے۔ زندگی کا باقی سفر اسے معد کے بغیر ہی طے کرنا ہے وہ اس کے بنا کیسے جی پائے گی یہ احساس اسے ذبح کررہا تھا۔



وہ امید کی ہر اس سرے کی طرف لپکتا رہا جسے تھام کر اس بھنور سے نکل سکے۔ جو بھنور اسے زندگی سے دور بہت دور لیے جا رہا تھا۔

وہ رویا بھی چلایا بھی۔

لیکن ہر شخص، ہر امید ہر راستہ عارف ماموں کا حامی نکلا۔

آخر انعم عارف سے اس کی بات پکی ہوگئی۔ آخری لمحے تک معد کو کسی انہونی کسی غیبی مدد کا انتظار رہا لیکن کچھ بھی نہ ہوا اور جب سب عزیزوں نے بے حد محبت سے اسے مبارک باد دی تو وہ چونک گیا۔

اور یہ ہی وہ لمحہ تھا جب اسے اس بات کا یقین آ گیا کہ اس نے جانیہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو دیا ہے۔

اور یہ یقین بہت کڑا اور صبر آزما تھا۔ مگر وہ ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔

وہ آس کے پرندوں کو پکڑنے کی کوشش کرتا لیکن وہ اس کے ہاتھ سے ایک ایک کر کے نکل جاتے۔ وہ مایوس ہو کر ڈھے جاتا اور پھر سے امید باندھ کر نئے حوصلے مجتمع کرتا۔ لیکن شاخوں پر کھلتے پھول مرجھانے لگتے۔

سبز موسم خزاؤں میں تبدیل ہوجاتے اور ٹنڈ منڈ شاخیں امید کے سارے کھلونے توڑ جاتیں۔

وہ آرزوؤں کے تاج محل بنانے کے لیے۔ سہارے ڈھونڈتا مگر اس کے تو سارے سہارے چھین لیے گئے تھے۔ اس کی بیساکھیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

اس کی نگاہوں میں جانیہ کا ہنسا مسکراتا گلاب جیسا چہرہ آ جاتا وہ اسے دیکھ کر مسکرانے لگتا اور پھر وہ ہی گلاب چہرہ مرجھانے لگتا اور محبت کی کتاب کے صفحے پھڑپھڑانے لگتے۔ اور لفظ نگاہوں سے اوجھل ہونے لگتے۔

اور تب ہار کر اس نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ معد کی کوئی کوشش، آس امید رنگ نہ لائی۔ جانیہ کی آنکھیں کے جگنوؤں کو اس نے بجھا دیا تھا۔ مار دیا تھا۔ اس ہنسی

مسکراتی لڑکی کو۔ پچھتاوے ڈسنے لگے تھے اسے۔



بہاروں کے قافلے کیا رخصت ہوئے ساتھ اس کے دل کا سکون بھی لے گئے۔ وہ کافی تبدیل ہوگئی تھی اور اسے بدلنے میں ایک تو وقت کا ہاتھ تھا۔ اور دوسرا ندی کے اس طرف کھڑا معدکمال رانا جس کی آنکھوں کی نیلاہٹیں اس کی آنکھوں کے سامنے کسی منظر کی طرح ٹھہر گئی تھیں۔ دن میں کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ وہ اسے اول ملاقات سے سوچنے لگتی۔

''تمہاری ایک خوبی یہ بھی ہے کہ دوسرے کونظرانداز کرنے میں ماسٹر ہو۔''

''میں شام میں تمہارا انتظار کروں گا۔''

اسے وہ دن شدت سے یاد آئے جب وہ اس کے سامنے ہامی بھرنے کے باوجود بھی نہیں جاتی تھی اور پتا نہیں کیوں وہ گزری کل کی باتیں نہیں دہراتا تھا۔ اس نے کبھی نہیں کہا......

کہ میں تمہارا انتظار کرتا رہا۔ ہر روز ایک نئے یقین کے ساتھ اپنی بات دہراتا۔ اور پھر جب وہ اپنے آپ سے لڑتے لڑتے ہار گئی تھی۔ تو اس کے سامنے بیٹھ کر بری طرح روئی تھی۔

''مائرہ۔''

پاپا نے اس کے کمرے میں داخل ہو کر پکارا۔ تو وہ چونک کر کھڑی ہوگئی

''آیئے پاپا۔''

''بیٹا مجھے لگتا ہے تم بہت بدل گئی ہو۔''

پاپا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھتے ہوئے بولے تو وہ مسکرا دی۔

وہ پاپا......جو اپنے بزنس میں مصروف رہتے۔ اس کا ہر طرح سے خیال رکھتے کہ اسے کبھی روپے پیسے کی تنگی نہیں آنے دیتے۔ بس ان کے پاس اس کے لیے وقت نہیں تھا۔ وہ ان کی اکلوتی اولاد تھی وہ سب کچھ اس کے لیے ہی تو کر رہے تھے......

لیکن وہ اپنی جگہ ٹھیک تھی۔ وہ ایک کامیاب بزنس مین تھے اس کے پاپا نہیں......

اور آج ان کا اس سے یوں کہنا اسے خوشگوار حیرت میں مبتلا کر گیا.....وہ اپنے بزنس میں بے شک مصروف تھے لیکن اس کی خبر تھی انہیں.....کہ وہ تبدیل ہو گئی ہے۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے......''

''تم یوں ہی کہہ کر ٹال سکتی ہو۔ لیکن میں یقین سے کہہ رہا ہوں۔''

''کیسے......؟''

وہ حیران ہو کر دیکھنے لگی۔

''بھئی پہلے تمہاری گھر میں موجودگی کا پتہ چلتا تھا۔ اب محسوس ہی نہیں ہوتا کہ تم گھر میں ہو۔''

''کیا کروں پاپا.....میں تو خود بور سی ہو گئی ہوں۔''

اس کے لہجے میں بیزاری تھی۔ تب وہ اس کے کندھا تھپکتے ہوئے بولے......

''ایسا ہی ہوتا ہے اور پھر تمہارے مشاغل بھی نہیں ہیں۔ ایسا کرو جب تک یونیورسٹی آف ہے تم میرا آفس جوائن کر لو۔''

''سوری پاپا۔ میں آفس کے جھنجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتی۔ مجھے دور ہی رکھیں اس کاروباری زندگی سے۔''

''تو پھر آرام کرو بیٹا۔''

''آرام کرنے کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ کتنی سست ہو گئی ہوں۔''

''تو پھر کہیں باہر گھوم پھر آؤ......؟''

''مجھے کہیں نہیں جانا پاپا.....کہیں باہر نہ پاکستان میں۔''

''تو پھر خود ہی حل نکالو اپنی اس بوریت کا۔''

''فی الحال تو گھر میں رہنا چاہتی ہوں۔''

پاپا ہنس پڑے۔

طبیعت میں عجیب طرح کی بیزاری اور اکتاہٹ آن سمائی تھی۔ گو کہ روزمرہ کے

معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہی روٹین تھی لیکن ہر کام وہ مجبوری کے تحت کر رہی تھی۔



اور پھر ایک اداس سی شام جبکہ چاروں اور رنگوں اور خوشیوں کی بارات اتری ہوئی تھی اس کے خاندان کے مسکراتے چہروں کے جلو میں عارف ماموں اور ان کی بیوی نے بہت سی دعاؤں کے ساتھ معد کمال کو انگوٹھی پہنا دی۔

سنہری چمکدار انگوٹھی کے انگلی میں آتے ہی معد کے دل میں جیسے کچھ ٹوٹ گیا۔ اپنے ماتھے پر چمکتے قطروں کو ٹشو میں جذب کرتے ہوئے وہ دکھ سے مسکرا دیا۔

اس کی نگاہوں کے سامنے ہر دم مسکراتی ہوئی جانیہ کا چہرہ گھوم گیا۔ اسے یوں لگا جیسے اس نے جانیہ کے چہرے کی تمام مسکراہٹیں چھین لی ہوں۔

جیسے اس کے ہاتھوں جانیہ کی تمام خوشیوں کا قتل ہو گیا ہو۔ ان تمام احساسات اور سوچوں نے آہستہ آہستہ اتنا مضطرب کر دیا کہ اس تمام ہنگامے سے اس نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے جلد ہی اپنی جان چھڑا لی۔ اس کی دونوں سالیاں اب تک شوخ و چنچل فقروں سے بہت تنگ کرتی رہیں تھیں۔ لیکن یہ تمام باتیں اس کے سر سے گزر گئی تھیں۔ بذات خود وہ سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا اور اس وقت چہرہ مرجھا کر پھول کی طرح کملایا ہوا تھا رنگت بھی زرد پڑ گئی تھی۔

وہ ڈھیلے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا لیکن اس کی سالیوں کے شور نے کمرے کے دروازے تک اس کا پیچھا کیا۔

پھر دروازے کے پاس جا کر رک گیا۔ اس کے والد سامنے دروازے سے نکل رہے تھے۔ اس کی دھواں ہوتی صورت کو انہوں نے غور سے دیکھا .... اپنے باپ کے جھک جانے والے سر پہ ایک دکھ کی لہر اس کے سراپے میں اُتر گئی۔ اس کا باپ بھی تو اس کا مجرم تھا۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے بیزاری سے انگوٹھی کو انگلی سے اتارا اور پھر بیڈ پر اوندھے منہ گر گیا۔

ایک نامعلوم سا طوفان اس کے اندر عود کر آیا تھا۔ آندھی چل رہی تھی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ طوفان اس کی روح کو اپنے ساتھ بہا لے جائے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایسا ہو جائے۔ اس طرح وہ جانیہ کے سامنے سرخرو تو ہو جائے گا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ ایک دریا سے گزر کر ایک اور دریا کا سامنا تھا اسے۔

وہ کتنی ہی دیر اس طوفان سے نبرد آزما رہا۔ کبھی ڈوب جاتا تو کبھی ابھر آتا۔

ابھی ڈوبنے ابھرنے کا عمل جاری تھا کہ اچانک سیل کی بیل بجنے لگی۔ وہ اتنی تیزی سے اٹھا جیسے سیل کی بیل نے اس کے اندر کرنٹ دوڑا دیا ہو۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے کال پک کی۔

''معد میرا دل کسی انہونی کا الارم دے رہا ہے۔ ایسا کیا ہوا ہے؟''

''کیا ہوسکتا ہے چندا۔'' اس نے گہری سانس لی۔

''تو پھر میرے دل کی دھڑکنوں میں اضطراب کیوں پیدا ہوا ہے؟ دھڑکنیں منتشر ہو گئی ہیں جیسے جیسے......'' اس کی آواز حلق میں اٹک گئی۔

''ہاں کہو جانیہ جو کہنا چاہتی ہو خاموش کیوں ہوگئیں۔ تم بھی تو کچھ کہو......''اس کا لہجہ بہت بدلہ ہوا تھا۔ انداز میں وہ شگفتگی ندارد تھی جو جانیہ سے بات کرتے ہوئے خود باخود لہجے میں اتر آتی تھی مگر آج...... وہ کرب سے گزر رہا تھا۔

''جانیہ میری بات فائنل ہو گئی ہے۔'' وہ منگنی کی بات چھپا گیا۔ اس سے اسے بہت گہرا دکھ پہنچے گا۔

''کیا......؟'' وہ ایک دم چیخی تھی۔

اس کی آنکھوں سے گرم سیال سیلاب کی طرح بہنے لگا تھا اور وجود پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

''کچھ کہو گی نہیں جانیہ......کیوں خاموش ہو گئیں؟''

کچھ وقفے بعد وہ بمشکل بولنے کے قابل ہوئی۔ آنسوؤں سے ڈوبی آواز میں اس نے کہا۔

''مبارک ہو معد کمال رانا۔'' اس کے لہجے میں دکھ، شکایت، نارسائی کا کرب اور ہار کا ایک سرد سا احساس جاگزیں تھا۔

''تم جانیہ......تم بھی مبارکباد دے رہی ہو۔''معد نے تڑپ کر کہا۔

''تو اس میں برائی کیا ہے۔ یہ تو رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے۔ اور آج تو تم نے بہت سے لوگوں سے مبارکباد لی ہو گی تو کیا میری مبارکباد نہیں لو گے۔ آخر کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا۔''

دکھ اور کرب کے ملے جلے لہجے میں اس نے معد کمال کو تڑپا کر رکھ دیا۔ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ برداشت کی کس منزل سے گزر رہی ہے۔ اس کے چاروں اور صرف دکھ کے گہرے بادل چھائے تھے۔ وہ اذیت کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی۔ معد کمال کی بات سے اسے شدید جھٹکا لگا تھا۔ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جیسے کسی نے سلب کر لی تھیں۔

''کیا ہارنے والے کو بھی مبارک باد دیتے ہیں جانیہ......''اس نے کہا۔

''ہاں اسے ہارنے والے کو زیادہ مبارکباد دی جاتی ہے۔ جو ہار کر بھی بہت کچھ پا لیتے ہیں۔ بلاشبہ انعم عارف ایک خوبصورت اور کیوٹ سی لڑکی ہے وہ کسی بھی سلجھے ہوئے نوجوان کا آئیڈیل ہو سکتی ہے۔''

میں نے کچھ نہیں پایا ہے چندا۔ انعم ضرور کسی نوجوان کا آئیڈیل ہو سکتی ہے مگر میرا نہیں۔ میرا آئیڈیل تو صرف تم تھیں جانیہ اور تم ہی رہو گی۔''

''معد......'' اس نے تیزی سے بات کاٹی۔

''تم نے جب حالات سے سمجھوتا کر ہی لیا ہے تو ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔ دیکھو یہ دوغلا پن ہے۔ سراسر منافقت ہے'' وہ تلخ لہجے میں بولی۔

بخدا چندا میں نہ ہارا ہوں نہ میں نے کچھ پایا ہے صرف قربانی دی ہے اس سارے ہنگامے کا ایک لمحہ بھی مجھے اپنا نہیں لگا۔ میں نے اس قربانی میں اپنا آپ مار دیا ہے۔ میں تو تمام وقت کسی روبوٹ کی طرح ایکٹ کرتا رہا ہوں۔ اور مجھے اس کے نام سے اس کے ذکر سے نفرت ہے۔ پلیز اس کا نام مت لو، بند کرو اس موضوع کو پلیز جانیہ۔'' اس نے دکھی دل کے ساتھ درخواست کی۔

یہ تمام الفاظ بے معنی ہیں معد۔ ان سے کوئی متاثر نہیں ہوگا اب تم پیچھے رہ جانے والوں کو بار بار تسلیاں اور دلاسے کیوں دیتے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم آگے ہی آگے بہت دور نکل جاؤ اور پیچھے رہ جانے والے تمہاری تسلیوں میں اتنا دب جائیں کہ تمہیں آواز بھی نہ دے سکیں۔ یہ تمہاری خام خیالی ہے معد۔ کیا تم سمجھ رہے ہو کہ میں ان باتوں سے چپ ہو جاؤں گی۔ میں ہارنے والی نہیں ہوں معد......میں کبھی ہار نہیں مانوں گی۔''

وہ دکھ سے رو دی۔ اس کی ہچکیوں کی آواز اس کے دل کو مٹھی میں لے کر بھینچ رہی تھی۔ اس کے دل کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔

''ٹھیک ہے چندا۔ تمہیں مجھ سے بہت سی شکایتیں ہیں نا میں واقعی تمہارا گناہگار ہوں جانیہ۔ آؤ آ کر مجھے ایسی کوئی کڑی سزا دو کہ میں آہ کیے بغیر ضمیر کی قید سے رہا ہو جاؤں۔''

''تمہیں سزا ضرور ملے گی معد......لیکن پہلے میں اپنے آپ کو تو سزا دے لوں۔ اپنی ذات اپنی روح کی سب سے بڑی مجرم تو میں ہوں۔ میں نے خود اپنی ذات کو اس نارسائی کے کرب سے آشنا کیا ہے۔ میں نے تم جیسے ناقابل اعتبار اور کمزور آدمی پر اتنا کامل یقین کیوں کیا۔ یہ میری اپنی ذات ہی تھی جس نے تمہیں اتنا جامع اتنا مکمل سمجھا۔ تم نے تو اپنی ذات کو بچا لیا ہے معد......لیکن میں اپنی روح کی قاتل ہوں۔ سارا قصور میرا ہے......''

وہ بہت دھیرے دھیرے ایک ایک لفظ ادا کر رہی تھی۔

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو جانیہ۔''

''آج آخری بار یہ باتیں سن لو معد......پھر ترسو گے میری آواز میری صورت کو۔''

''جانیہ......؟؟؟''

معد کمال کانپ کر رہ گیا۔

''تم کیا کرنے لگی ہو جانیہ؟''

''میں اپنے آپ کو سزا دینے جا رہی ہوں۔ تمہیں جلد ہی اطلاع مل جائے گی معد۔ جانے سے پہلے میں تمہیں مبارکباد دینا چاہتی تھی۔ میں دیکھنا چاہتی تھی معد کہ اس خوشی کے موقع پر کیا تم نے اس دل کو تڑپتے دیکھا ہے جس کی ایک ایک دھڑکن تمہارے نام تھی اور تمہارے نام رہے گی۔''

''جانیہ پلیز کچھ نہیں کرنا پلیز۔ تم تو بہت مضبوط ہو جانیہ۔ اپنے آپ کو یا اپنے پیاروں کو بزدل لوگ سزا دیتے ہیں۔ حالات کا جم کر مقابلہ کرنا چاہیے جانیہ۔'' معد کمال نے ایک دم تڑپ کر کہا۔

''قصور کرو تو سزا ضرور ہوتی ہے معد کمال۔ اور میں تڑپ تڑپ کر اپنے شکستہ وجود کے ساتھ جینا نہیں چاہتی ہوں معد۔ رہے تم تو تم فکر نہ کرو سزا تمہیں بھی ضرور ملے گی۔ چاہے وہ ضمیر کی خلش کی صورت میں کیوں نہ ہو۔'' اس کے لہجے میں کچھ کر گزرنے کا عزم تھا۔

''جانیہ......''

معد کمال نے چیخ کر اسے روکنا چاہا لیکن وہ اپنی بات مکمل کر کے کال ڈراپ کر چکی تھی۔ معد کے ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ مارے گھبراہٹ کے وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ وہ گھر سے باہر جانا چاہتا تھا لیکن اس کی سالیوں اور ان کی کزنز نے پھر سے اسے گھیر لیا۔ لیکن وہ چند لمحوں سے زیادہ وہاں نہ رک سکا۔ وہ ان کی باتوں پر ایسی ہنسی ہنسا جیسے اندر سے بہت رو رہا ہو۔ وہ ان سے بمشکل جان چھڑا کر دوبارہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس نے جانیہ کے سیل پر کال لگائی لیکن اس کا نمبر آف جا رہا تھا۔ ایک بار، دو بار تین بار اور نجانے کب تک وہ ٹرائی کرتا رہا۔ لیکن اس کا نمبر آف ہی رہا۔

سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ شدت سے جانیہ کے

دکھ کا احساس ہونے لگا اور اپنی بے بسی پر غصہ آنے لگا اس کا دل چاہا وہ خود کو ختم کر لے مگر ایسا بھی نہ کر سکا۔

جانیہ نے سچ کہا تھا کہ وہ بزدل ہے۔

ایک طرف اس کا دل، اس کی جان اس کی محبت اس کی زندگی جانیہ تھی تو دوسری طرف اس کے والدین، بہن، بھائی۔ وہ کسی ایک کو بھی کھونا نہیں چاہتا تھا مگر کوشش کے باوجود جانیہ کو کھویا تھا۔ سارے خسارے تو اسی کے حصے میں آئے تھے۔ اس کی زندگی میں تو انعم شریک ہوگئی تھی۔ ایک اور زندگی اس کے نام سے منسوب ہو گئی تھی مگر ایک زندگی کو اپنے ہاتھوں سے موت کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اور پھر بھی خود کو مظلوم سمجھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے ظلم ہوا ہے۔ اگر منصف بن کو سوچتا تو ظلم جانیہ کے ساتھ ہوا تھا۔ غم کا پہاڑ اس کے دل پر ٹوٹا تھا۔ خواب اس کے ریزہ ریزہ ہوئے تھے۔ وہ اپنی محبت اپنے وعدوں میں اتنی مضبوط، اتنی سخت تھی کہ اس نے کسی کو اپنی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ سختی کے ساتھ اپنے فیصلے میں اٹل اور قائم تھی۔ وہ گھر والوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ وہ لڑکی ہو کر ڈٹی رہی اور وہ مرد ہو کر ہار گیا۔ اس نے اپنے والدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ وہ بزدل تھا۔ اپنی زندگی اپنی خوشیوں کے لیے جنگ لڑ نہیں سکا تھا۔

یہ کیسی محبت تھی اس کی۔

جو اس کے اور اس کی فیملی کے حصار میں قید تھی۔

اور وہ اس کی زندگی میں کہاں فٹ تھی۔

وہ تو کہیں بھی نہیں تھی۔

بہت امید کے ساتھ اس نے پھر ایک بار جانیہ کے نمبر ڈائل کیے۔ اس بار قسمت نے اس کا ساتھ دیا نمبر آن تھا۔

اسے پتا تھا جانیہ جب پریشان ہوتی ہے یا غصے میں یا پھر اس سے خفا ہو تو موبائل آف کر دیتی ہے۔

اس کے سانسوں کی آواز محسوس کرتے ہوئے اس نے جلدی سے گھبراتے ہوئے اپنے لہجے میں سختی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''جانیہ کہاں ہوں؟''

''کیوں کیا ہے؟'' معد کی آواز سن کر اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ اس نے انتہائی تلخ اور غصیلے لہجے میں کہا۔

بے شک جانیہ کے لہجے میں نفرت و بیزاری تھی۔ لیکن اس کی آواز سن کر معد کے دل میں اطمینان کی ایسی خوشگوار لہر دوڑی کہ وہ ایک دم ہلکا پھلکا ہو گیا۔

''تھینک گارڈ تم ٹھیک ہو جانیہ میں تو گھبرا ہی گیا تھا۔تم جانتی ہو کتنا پریشان تھا تمہارے لیے اور تم نے نمبر بھی آف کر دیا۔''

''کیوں، کیوں پریشان تھے میرے لیے؟'' وہ دکھ اور غصے سے چلائی۔

''تم منتظر ہو نا اب تک کوئی خوشی کی خبر نہیں ملی تمہیں تو تھوڑا انتظار کر لو مل جائے گی۔ تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی۔''

''کیا.....کیا کرنے جا رہی ہو جانیہ تم.....؟'' وہ چلایا تھا۔ اس کی آواز سے جانیہ کی سماعتوں کے پردے جھنجنا اٹھے۔

''یہ حماقت جو تم کرنے جا رہی ہو۔'' اس بار معد کا لہجہ بہت تھکا تھکا اور ہارا ہوا تھا اس کھلاڑی کی طرح جس کے ہاتھ سے جیتی ہوئی بازی نکل گئی ہو۔ اور اب وہ اپنی اس غلطی پر پچھتا رہا ہو کہ ایسا کیوں ہوا؟

''ہمارے درمیان جو ایک بودا سا ناتا موجود تھا۔ وہ اب ختم ہو چکا ہے۔ میں مروں یا جیوں تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔''

وہ حد درجہ پتھریلے لہجے میں بولی۔

''یہ ناتا کبھی نہیں ٹوٹ سکتا جانیہ کبھی نہیں۔ اور ہم اسے توڑنے کی کوشش بھی کریں تو بھی توڑ نہیں سکتے، نہیں توڑ پائیں گے کہ یہ دلوں کا باندھا ہوا ناتا ہے جو ہمیشہ ہمارے دل

ہمارے سینوں میں دھڑکتا رہے گا یہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ختم ہو گا تو ناتا بھی ختم ہو جائے گا۔''

معد نے اپنے محبت بھرے لہجے کو بے حد نرم کر کے اس سے کہا لیکن وہ جو معد کی ایسی نرم و نازک باتوں پر پگھل جایا کرتی تھی۔ اب اس کی بات پر اور زیادہ بکھر گئی۔

''اب بھی دلوں کے ٹوٹنے میں کوئی کسر رہ گئی ہے؟'' اس نے تلخی سے کہا۔

''دل کہاں ٹوٹے ہیں چندا۔ میرے دل کو بھی دیکھ لو اس کی ایک ایک دھڑکن پر اب بھی تمہارا قبضہ ہے۔ آؤ آ کر دیکھ لو۔'' معد نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''تم......بزدل ہو، بے وفا ہو۔ ہر جگہ اپنے لیے راستہ بنا رہے ہو۔ ایک طرف تم نے اپنے والدین کو بھی خوش کر دیا۔ دوسری طرف تم مجھے اپنی طرف سے بدگمان نہیں کرنا چاہ رہے ہو۔ بہت ہی منافق ہو تم معد......'' معد کو محسوس ہوا اب وہ پھر سیل آف کر دے گی۔

''تم میری بات سنو جانیہ......''

''اب محبت نہیں معد اب صرف جنگ ہو گی۔ دیکھتی ہوں اس بار تم جیتتے ہو یا میں۔''

اس سے پہلے کہ معد کچھ بولتا اس نے کال ڈراپ کر دی۔

اس وقت کچھ ایسی سچوشین تھی کہ معد کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔لیکن جانیہ سے بات نہ ہونے کی وجہ سے جتنا پریشان رہا تھا اب وہ پریشانی مزید بڑھ گئی تھی۔ اس وقت بھی اس کے دل میں ایک خیال آیا تھا وہ غصے میں ہے۔ اس لیے کچھ وقت کے لیے خاموشی اختیار کر لی جائے لیکن دل کو عجیب سا دھڑکا لگا تھا۔کسی انہونی کا احساس شدت سے دل کو دھڑکا رہا تھا۔ اس کو ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔

اس کے بعد ایک دن گزرا۔

دوسرا

اور پھر تیسرا

اس نے سوچ لیا تھا جب وہ جانیہ سے ملے گا تو اس سے کوئی شکوہ کوئی باز پرس نہیں کرے گا۔

اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ محبتوں میں سب کچھ جائز ہے پھر بے وفائی کی سزائیں تو بڑی ہولناک بڑی کڑی ہوتی ہیں۔

وہ جانیہ کی محبتوں میں بے وفائی کا مرتکب ہوا تھا۔

یہ سزا بھی شاید نہ کافی تھی۔

لیکن اس کی سوچ کے برعکس یہ سزا بہت کڑی تھی۔

اس واقعے نے جانیہ کی زندگی کے ماہ و سال سے ایک ایک خوشی چھین لی ہے۔ اس کی بے وفائی کی سزا تقدیر نے اتنی کڑی کر دی ہے کہ باقی تمام زندگی عذابوں کی نذر ہو جائے گی۔

جانیہ کے ہاتھ میں گولیوں کی شیشی تھی اور جب اسے معد کی قسم یاد آئی تو اس کا ہاتھ کانپ گیا۔

''جانیہ تمہیں میری قسم......جانیہ اپنے معد کی قسم۔ اگر تم نے خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی یا کچھ اور......''

اگر وہ اپنی قسم نہ دیتا تو شاید وہ جان سے گزر چکی ہوتی۔ یہاں بھی معد کی قسم نے پیروں میں زنجیریں ڈال دی تھیں۔

''کچھ تو کرنے دو معد، کچھ تو۔ یہاں بھی اپنی قسم دے ڈالی۔ کیوں آ جاتے ہو میرے راستے میں۔ مت آؤ پلیز۔ تم سے بچھڑ کر کیسے زندہ ہوں تم کیا جانو۔ یہ احساس کہ تم کسی اور کے ہو گئے ہو ذبح کر رہا ہے۔ کہاں جاؤں کیا کروں۔'' وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی، گولیوں کی شیشی اس کے پیروں میں پڑی تھی۔

میرے جیون کے پیالے......

تو ہی تو ایک گھونٹ بچا ہے



کم گو اور سنجیدہ تو وہ پہلے بھی بہت تھا مگر اب حالات نے معد کو بہت ہی خاموش طبع

اور انتہائی سنجیدہ بنا دیا تھا......جو کبھی کبھار ہنسی ہونٹوں کو چھو جاتی تھی اب تو ہونٹوں کا راستہ ہی بھول گئی تھی۔ اس نے خود کبھی کسی کے ساتھ زیادہ مراسم بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اسے ایک حد میں رہنا ہی اچھا لگتا تھا۔

اس کی زندگی میں وہ ہی تو ایک وقت آیا تھا جب جانیہ اس کے ساتھ تھی۔ تب زندگی میں بہت حسین اور اچھی لگتی تھی۔ ہر لمحہ رنگوں کی برسات ہوتی تھی۔ خلوص، محبت اور چاہت کے رنگوں میں بھیگتے رہتے تھے۔ پیار بھری باتیں......زندگی کو کسی اور ہی سفر پر لے چلی تھیں۔

لیکن وہ موسم، سکھ اور پیار کا موسم بہت جلد بیت گیا تھا۔ اور اب تو ہجر کا موسم۔

فراق کا موسم من آنگن میں ٹھہر گیا......

خزاؤں نے ڈیرے ڈال لیے تھے۔

یوں محسوس ہوتا کہ بہار کا تو یہاں سے کبھی گزر بھی نہیں ہوگا، جانیہ کی یاد......

اس کے دل میں کنڈلی مار کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے کبھی جانیہ کو دل سے نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی کبھی نہیں۔

وہ زندہ تھا تو اس کے لیے۔

اگر وہ اسے بھول جاتا......تو زندگی کو بھول جاتا۔

اس نے جانیہ کی یاد کو تازہ گلاب کی طرح رکھا ہوا تھا۔

اس کے دل سے ایک ٹھنڈی آہ نکلی۔ آنکھوں میں نمکین پانی تیرنے لگا۔ معد نے شدت ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔ جب کھولیں تو سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔

جیسے سرخ ریشم کے ڈوروں سے کسی نے سفید کپڑے پر کڑھائی کی ہو۔

اسے دیکھنے والی آنکھ ضرور سوچتی تھی۔

اسے دیکھنے والی آنکھ اس کے اندر چھپی محرومی کو محسوس کر لیتی تھی۔ اس کے چہرے، اس کے انداز میں خوشی اور مسرت کی ایک جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی۔

معد کی والدہ نے کئی دفعہ اس سے بات کرنے کا سوچا لیکن ہر بار ان کی ہمت ساتھ

چھوڑ جاتی۔

جو مطالبہ اس کا تھا وہ پورا کرنا ان کے بس میں نہیں۔

جو بات تھی سب کے سامنے تھی۔ ڈھکا چھپا تو کچھ رہا ہی نہیں تھا۔

مگر پھر بھی سب انجان بنے ہوئے تھے۔



وہ بھی دن رات اس کے لیے تڑپتا رہا تھا۔ مزید برداشت نہ ہوا تو اس سے ملنے آ پہنچا۔
اب وہ روبرو بیٹھے پیار بھری جنگ کر رہے تھے۔

''ہیلو۔'' اس کی آواز بہت مدہم تھی۔

''آیئے؟'' جانیہ کی آواز میں اتنی تیز کھنک تھی کہ معد کمال کے اندر ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

''یہاں سے کہاں جاؤں گا۔'' اس نے مرے مرے لہجے میں کہا۔

''ہاں یہی تو مسئلہ ہے تم کہیں جاتے بھی نہیں ہو۔''

''کہاں جاؤں تم ہی بتا دو۔''

''مڈل ایسٹ چلے جاؤ، یورپ چلے جاؤ اور کچھ نہیں تو فلسطین جا کر مجاہدین کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟''

''یہ نہیں ہو گا تو پھر وہ ہی ہو گا جو میں چاہوں گی۔''

''کیا کرو گے؟''

''زہر کھا لوں گی۔'' وہ زہر خندہ لہجے میں بولی۔

''نہیں جانیہ۔'' معد ایک دم کانپ کر رہ گیا۔ یہ جملہ جانیہ نے آج پہلی بار کہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے وہ مرنے کی دعا کیا کرتی تھی لیکن آج صورتحال قدرے مختلف تھی۔

''پھر وہ ہی بے وقوفانہ باتیں جانیہ۔ زندگی کسی شخص کو پا لینے کا نام نہیں ہے بہت سے

لوگ محبت کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کامیاب نہیں ہوتا۔ اگر سب لوگ تمہاری طرح سوچنے لگیں ہر دوسرا آدمی خودکشی کرنے لگے۔''

''تم مر کیوں نہیں جاتے معد کمال'' وہ اس کی بات پر توجہ دیئے بغیر زہر خند لہجے میں بولی۔

''یہ تم کہہ رہی ہو جانیہ تم......؟''

''ہاں، ہاں میں کہہ رہی ہوں۔''

''تمہیں دکھ نہیں ہو گا جانیہ!''

''نہیں مجھے صبر آ جائے گا۔ جس طرح تمام مرنے والوں کا ان کے عزیزوں کو آہستہ آہستہ صبر آ جاتا ہے۔ میں بھی اسے خدا کی مرضی جان کر صبر کر لوں گی۔ لیکن یہ جیتے جی کی جدائی سوری معد کمال مجھ سے برداشت نہیں ہوتی میں صبر نہیں کر سکوں گی۔'' وہ آج بھی روز اول کی طرح اپنی ضد پر قائم تھی۔

''جانیہ......''

معد نے کچھ کہنا چاہا۔

''تم ذرا سوچو تو سہی معد مجھے کیسے صبر آئے گا۔ مجھے تو یہ سوچ ہی ہلکان کر دے گی میرے ......میرے آس پاس کہیں رہتے ہوئے بھی تم مجھ سے دور چلے گئے ہو۔'' وہ معد کی بات کاٹ کر بولی۔

''میری مجبوری کو سمجھو جانیہ۔''

''تم یہ مضحکہ خیز سا جملہ کتنی بار کہو گے۔ اس جملے میں اب کیا رہ گیا ہے۔ بھلا یہ کوئی بات ہے اتنا پڑھ لکھ کر اور خودمختار ہو کر انسان کھوکھلے لفظوں کے سامنے مجبور ہو جائے۔ ہے نا بیوقوفی پاگل پن۔ پھر جب میں مجبور نہیں ہوں تو تم کیسے ہو سکتے ہو۔''

اس کی بات میں بہت وزن تھا۔ اس نے صاف لفظوں میں اس کی کمزوری کا مذاق اڑا ڈالا۔ معد کمال جس نے خود بہت ضدی طبیعت پائی تھی اور جو ہٹ دھرمی میں اس سے بھی دو

ہاتھ آگے تھا۔ اس وقت اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کر رہا تھا۔

''تم جو جی میں آئے کہو جانیہ۔ ویسے بھی اب بازی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تمہارا پلڑا بھاری ہے۔ اس لیے تم مجھے جتنی گالیاں، جتنے کوسنے، بددعائیں دے سکتی ہو۔ میں بالکل احتجاج نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں بغاوت نہیں کر رہا ہوں۔ میرے والدین نے مجھے اس مقام تک پہنچانے کے لیے جس قدر جدوجہد کی ہے اس کا ایک ایک لمحہ میرے دل پر رقم ہے میں اپنے والدین کو اپنے مقام کو کیسے کھو دوں جانیہ۔''

''میں تمہیں اپنا مقام، تمہارے والدین کو کھونے کے لیے کہہ رہی ہوں۔ میں تو اپنے مقام کی بات کر رہی ہوں۔ مگر تمہارا کہنے کا مطلب ہے تم مجھے کھونے پر آسانی سے تیار ہو۔ اگر ایسا ہی تھا تو اپنے والدین کی اجازت سے دل میں محبت کا احساس جگایا ہوتا۔''

''نہیں نہیں، تمہیں کہاں کھو رہا ہوں۔ تم تو میری زندگی کے آنے والے باقی لمحوں میں میرے ساتھ ساتھ میری روح میں رہو گی۔''

''نو ڈائیلاگ بزدل، آدمی، کمزور باتوں کا سہارا کیوں لے رہے ہو صاف اور سچی بات کرو نا۔ میری طرح۔''

''میں شاید بغاوت نہیں کر سکوں گا جانیہ۔''

اس نے دبے لفظوں میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔

''بڑی آسانی سے پیچھے ہٹ رہے ہو۔ لیکن میں نے تمہیں اپنی تمام تر محبتوں اور خلوص کے ساتھ چاہا ہے میں کیا تمہیں بخش دوں گی۔'' وہ ایک دم پھٹ پڑی۔

''مت بخشو۔ میں حاضر ہوں جانیہ۔ جو جی چاہے سزا دے لو اپنے کو۔ خدا کی قسم تمہارے ہاتھوں مرنے میں بڑی راحت ملے گی۔''

''ویسے بھی تمہارے بغیر زندگی کا کیا چارم رہ جائے گا۔''

''یہ کام مشکل ہے معد۔'' وہ ایک دم گھبرا سی گئی۔

''کیوں......؟'' وہ آہستہ سے مسکرایا۔

جانیہ کا دل ایک دم مٹھی میں آ گیا۔ وہ بہت کم ہنستا تھا۔ مگر جب ہنستا تھا تو بہت خوبصورت ...... آ گیں لہجے میں ہنستا کہ جانیہ کا دل خوشی سے جھوم اٹھتا۔ وہ اکثر اسے ہنسنے کی فرمائش کرتی لیکن وہ بہت کم ہنستا مسکراتا۔ اور جب کبھی ہنستا تو بھرپور ہنسی ہوتی۔

''ظاہر ہے میں جو تم سے اب تک محبتوں کی دعوئے دار ہوں میں تمہیں مار سکوں گی کیا؟''

''محبتیں بھی کرتی ہو اور نفرتیں بھی کرنا چاہ رہی ہو۔''وہ اس کی بات پر مسکرا دیا۔

''محبتیں اور نفرتیں زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے تو کبھی دوسرے کا۔ مجھے یہ بھی پتا ہے، میں تم سے جس قدر محبت کرتی ہوں اس سے کہیں زیادہ نفرت بھی کر سکتی ہوں۔ لیکن میں ایسا کبھی نہیں کر پاؤں گی کبھی نہیں۔''وہ ہمیشہ کی طرح صاف گوئی سے بول رہی تھی۔

''چلو تو پھر نفرتیں ہی سہی۔''اس نے مردہ لہجے میں کہا۔

''پھر اپنے آپ کو بچا رہے ہو معد لیکن سن رکھو تمہارے فیصلے نے میرے دامن میں جو کرب اور اذیتیں بھر دی ہیں ان کی زد میں آنے والے اک اک لمحے کا تم سے حساب لوں گی۔''

''میں حاضر ہوں چندا۔''اس نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔

''میں تو تمہیں وہ سزا دوں گی کہ تم سکون سے جی بھی نہ سکو گے......''

''تمہیں شاید میرے لفظوں سے اندازہ نہیں ہو رہا کہ ان چند لمحوں میں تم نے مجھ میں کتنا زہر بھر دیا ہے میرے سامنے اونچی اونچی قسمیں اور دلیری کے ساتھ ڈٹے رہنے والے کو آج میں اتنا کمزور دیکھ رہی ہوں۔ یہ تم ہی ہو نا......''

''تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو چندا اگر میرے بس میں ہوتا......''

''نہیں بس دیکھ لیا ہے۔ مجھے توڑنے والے بے وفا محبوب جاؤ اور اس وقت کا انتظار کرو جب پچھتاوے کے زہریلے ناگ تمہیں ڈستے ڈستے بے حال کر دیں گے۔''اس نے معد

کی بات کاٹی۔

''جانیہ، چندا، جان یہ تم کہہ رہی ہو۔ اتنی کڑوی نفرتیں یہ تمہارا لہجہ نہیں ہے چندا۔ نفرتوں کی ابتدا ہے۔ لیکن یہ کوئی انہونی نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں ہوئی ہے۔ محبت کرنے والے لوگوں کی زندگی میں ایسا ایک مقام ضرور آ تا ہے۔ یہاں آ کر بہت کم لوگ جیتتے ہیں۔ تقدیر کے لکھے سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔ جو لڑتا ہے اس کا تماشہ بنتا ہے صرف۔'' اُس نے اُسے اپنے لہجے کو بہت نرم کر کے محبت سے سمجھایا۔

''وہ زمانے جا چکے معد جب لوگ ایسی باتیں کر کے خود کو فریب دے لیا کرتے تھے۔ جو زندگی ہماری ہے ہم کو گزارنی ہے اس میں کسی دوسرے کی مداخلت کیا معنی رکھتی ہے اور ہمارے والدین کو بھی سوچنا چاہیے۔ اپنے بچوں کی خوشیاں چھین رہے ہیں۔''

نئی نسل یہ سمجھتی ہے ہمارے فیصلے زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ ہماری تقدیر کی باگ دوڑ ہمارے بزرگوں کے ہاتھ میں نہیں رہی۔ لیکن فیصلے وہ ہی بہتر ہوتے ہیں جو ہمارے بزرگ ہمارے لیے کرتے ہیں۔ ہاں بس اتنا ہے کہ ہمارے والدین کو چاہیے اگر سب معیار پر ہے تو بلاوجہ کی ضد نہ لگائیں اور اپنے بچوں کو اپنی خوشیاں دے دیں انہیں جینے دیں۔ مگر ایسا ہوتا نہیں۔

''لیکن میرا معاملہ دوسرا ہے۔ جانیہ۔''معد نے کچھ کہنا چاہا۔

''ہاں یہ تو ظاہر ہو ہی رہا ہے۔ تم سب سے انوکھے اور بزدل مرد ہو۔ تم اس سوسائٹی سے مختلف ہو۔ لیکن یہاں مجھے حیرت ہو رہی ہے میں نے تمہاری کس انفرادیت سے متاثر ہو کر تم سے محبت کی تھی۔ تم تو بالکل عام سے روایتی مرد ہو۔'' وہ دکھ سے طنزیہ لہجے میں بولی۔

''اس وقت تم صرف اپنے لیے سوچ رہی ہو چندا۔ ذرا اپنے سے ہٹ کر حالات کا جائزہ تو لو۔''

''اپنے سے کیوں ہٹوں۔ میری زندگی کے ہر لمحے پر پہلے میرا حق ہے بعد میں کسی اور کا۔ اپنی زندگی صرف اپنی مرضی سے گزاروں گی۔''

''یہاں تم خودغرض ہو رہی ہو چندا۔ ہمارے آس پاس رہنے والے لوگوں کے بھی ہم پر کچھ حقوق ہوتے ہیں۔''

''اگر آس پاس رہنے والے لوگوں کے حقوق دیکھنا شروع کر دیں تو ہمارے پاس اپنے لیے کچھ نہیں رہے گا۔ مجھے اپنی محبت اپنی خوشیاں چاہئیں بس۔ مجھے نہیں معلوم کیسے ممکن ہو گا لیکن تم بزدل ہو بزدل۔''

''نہیں ان کی محبتیں ملیں گی اور محبت کائنات کا سب سے قیمتی تحفہ ہے۔ پھر ہمارے پاس رہنے والے یہ لوگ کوئی غیر نہیں ہمارے اپنے ہیں۔ یہ ہم سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے لیے قربانی دینی پڑے گی چندا۔'' معد نے اسے نرم پڑتے دیکھ کر کہا۔

''تمہارے پاس لفظوں کے سوا کچھ نہیں رہا تم تو اس لمحے بالکل کھوکھلے ہو چکے ہو۔ جیسے پانی کا بلبلہ تیز دھوپ نے خشک کر دیا ہو۔''

''چلو یونہی سمجھ لو۔''

''تو گویا تم اقرار کرتے ہو کہ تم ہار چکے ہو؟''

''نہیں میں نے مکمل ہار نہیں مانی ہے۔ میں آہستہ آہستہ اپنے والدین کو سمجھاتا رہوں گا۔ ہوسکتا ہے کسی لمحے تقدیر مجھ پر مہربان ہو جائے۔''

''یوں تقدیر تم پر مہربان کہاں ہو گی۔'' وہ دکھ سے بولی۔

''امید تو رکھی جا سکتی ہے نا۔'' معد نے اپنے ساتھ جانیہ کو بھی اس خام خیالی سے بہلانا چاہا۔

''مجھے تو اب تم پر ترس آنے لگا ہے۔ اشاروں پر رقص کرنے والے۔''

''یہ زیادتی ہے جانیہ۔'' وہ چیخ اٹھا۔

''بہرحال ان باتوں کو چھوڑ۔ مجھے بہت غصہ آ رہا ہے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اور میں تمہیں خدا حافظ بھی نہیں کہوں گی کیونکہ جدائی کی یہ گھڑی جو آنے والے تمام لمحوں پر اپنے قدم ثبت کر دے میں نے نہ چاہی تھی اور نہ تم سے مانگی ہے۔ اس گھڑی کے

کرب کے ذمہ دار صرف تم ہو معد کمال رانا'' اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی اس نے کھٹ سے کہا اور یہ بے رنگ تلخ سی گفتگو اس کے دل پر ایک گہری چوٹ لگا کر ختم ہوگئی۔

وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھا تھا۔ اتری صورت اس کے اندر کی کیفیت عیاں کر رہی تھی۔

یعنی اس کے چہرے پر گلاب کھلا کرتے تھے اور اب بارہ کا وقت دکھائی دے رہا تھا۔ یہ ساری کیفیات اس کے اندر کی شدتوں کی عکاسی کر رہی تھیں۔

یہ محبتیں بہت دکھی کر دینے والی چیز ہیں۔ ایک جانیہ کیا روٹھی تھی کہ بہار کے تمام موسم اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے وہ سوچ رہا تھا۔

وہ بہت پریشان تھا۔ جانیہ آج بہت غصے میں تھی۔ اس نے آج معد کو شوٹ کرنے کی دھمکی دے دی تھی۔ اسے ڈر تھا وہ کہیں کچھ کر نہ بیٹھے۔

مگر دل کہتا۔

''ارے گھبراؤ نہیں۔ وہ کچھ نہیں کرے گی۔ وہ صرف ایک جذباتی لڑکی ہے۔ یہ صرف دھمکیاں ہیں وہ اتنی دلیر نہیں کہ تمہیں یا اپنے آپ کو نقصان پہنچائے۔''

اسے لگ رہا تھا وہ آج تک جانیہ کو سمجھ نہیں پایا۔

وہ جذباتی ہونے کے ساتھ ساتھ انتہا پسند بھی تھی جب اسے معد کمال سے محبت تھی تو وہ اسے ٹوٹ کر چاہتی رہی۔ اور اب اسے احساس ہو رہا تھا اس کی نفرتیں بھی انتہا تک ہوں گی۔ اور جب نفرتوں کی انتہا انتقام کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

لیکن یہ اس کی بھول تھی نفرت اور انتقام تو وہ زندگی بھر نہیں کر سکتی تھی۔ وہ نجانے کہاں سے کہاں تک جا پہنچا تھا۔

سوچیں اس کی انگلی تھامے دل کی دہلیز سے داخل ہو رہی تھیں۔ وہ ان کو ذہن سے جھٹک نہیں پا رہا تھا۔

''میرے والدین بھی تو کس قدر زیادتی کر رہے ہیں مجھ پر۔ وہ میرے ساتھ ساتھ

جانیہ کو بھی توڑ رہے ہیں۔ میں تو مرد ہوں کبھی نہ کبھی سنبھل ہی جاؤں گا لیکن جانیہ بہت مختلف لڑکی ہے۔''

اس نے دونوں ہاتھوں سے کنپٹیوں کو دبایا۔ اس کی آنکھوں میں جانیہ کا عکس اتر آیا تھا۔ لبوں پر دل فریب سی مسکراہٹ پھیلی مگر دوسرے لمحے یہ تلخ مسکراہٹ میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے لبوں کو سکوڑ لیا۔

''اس میں شاید میرے والدین کا بھی قصور نہیں ہے۔ حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ وہ مجبور ہیں۔'' اس نے خود کلامی کی۔

اسے ماموں پر غصہ آرہا تھا جنہوں نے اپنی ضد پوری کی تھی اور اس میں اس کی فیملی بھی شریک تھی۔ وہ اکیلا تنہا تھا جانیہ کے حق میں۔ دوسری طرف ماموں کی بیٹی کے حق میں فیملی دستبردار ہونے کو تیار نہ تھی۔

یہ بات وہ پہلے سے ہی جانتا تھا کہ اس کی والدہ اپنی بھتیجی سے شادی کریں گی اس کی لیکن پھر بھی اس کو امید تھی وہ اپنی بات منوا لے گا۔ وہ لڑکی بھی ان کے معیار پر پوری تھی۔ باقاعدہ طور پر وہ کسی سے منسوب نہیں تھا۔ بس سرسری سی بات ہوتی گھر میں کہ اپنی فیملی میں شادی کریں گے۔ اس معاملے میں وہ بھی انٹرفیئر نہیں کرتا تھا۔ ہاں اس نے تب ان باتوں میں انٹرسٹ لینا شروع کیا جب اس کے دل میں جانیہ کی محبت نے انگڑائی لی۔ وہ سب بھول کر محبت کے سفر پر چل پڑا۔

اس نے جانیہ کو سمجھانے کی کوشش کی تھی تو اس نے بھڑک کر کہا تھا۔

''جانیہ اس میں میرا قصور ہے نا میرے والدین کا۔ یہ سب حالات اور تقدیر کا کیا دھرا ہے۔ اور تقدیر سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔''

''سب تقدیر پر ڈال کر خود برالزمہ نہ ہو جاؤ۔ یوں کہو کہ تم بزدل ہو تم ہی نہیں چاہتے کہ ہم ایک ہوں۔ تمہارے ہی من میں کھوٹ ہے۔ اور تم......''

''تم سوچ بھی نہیں سکتی ہو کہ میں کتنا پریشان ہوں۔ بس ہمارا وقت خراب ہو گیا ہے۔''

''تم سدا ہی پریشان رہے ہو اور ساتھ مجھے بھی الجھائے رکھا۔ مگر میری پریشانی دکھوں کا تمہیں احساس نہیں۔ تم کتنے خودغرض ہو۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ جو تمہارا دل چاہے کہو۔ کچھ نہیں کہوں گا۔''

وہ سوچوں کے بھنور میں ڈوب ابھر رہا تھا۔ اس کے جانے بعد معد نے جانیہ کو فون کر کے اپنی قسم دی تھی کہ وہ کچھ نہیں کرے گی اور کل فوری طور پر ملے گی اس سے۔ وہ اس کی بات مان گئی۔ چاہتی بھی تو شدتوں سے ساتھ تھی معد کو۔



''کچھ بھی ہو''تمہیں میری آنکھوں میں اپنی محبت کے عکس ضرور نظر آئیں گے۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔

''بس تمہاری آنکھوں میں اپنے عکس دیکھ کر زندگی گزر جائے گی۔ بس یہ یاد کرتی رہوں گی تمہارے دل میں میری تصویر ہے آج بھی۔ بس اور کچھ نہیں چاہیے مجھے۔ یہ کافی ہے زندگی گزارنے کے لیے ایک لڑکی کے لیے کہ ان سہاروں کے بدلے اپنی زندگی کسی اور کے نام لگا دے سپرد کر دے۔ معد مرد بھی یہ کیوں نہیں چاہتا، یہ کیوں نہیں سوچتا کہ ایک عورت ہو کر وہ اس کے لیے سب کچھ کر سکتی ہے مگر مرد ہو کر فریب دیتے ہو۔ معذوری ظاہر کرتے ہو۔ اور عورت کے قدموں تلے سے اپنی محبت کی بیساکھی ''مجبوری'' کا بہانہ تراش کر کھینچ لیتے ہو۔ یہ جانے بنا کہ اسے کتنی چوٹ آئی ہو گی۔''

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تمہارے ساتھ جانیہ۔''

''اس سے بڑھ کر اور کیا کرو گے۔ مزید گنجائش ہے ابھی؟''

''جو تمہارا دل چاہتا ہے، جو زبان پہ ہے کہہ دو جانیہ میں تمہارا قصوروار ہوں سب کچھ سنوں گا۔ بس میرے جذبوں اور شدتوں کا یقین رکھنا۔ نیند میں بھی تمہارے ہی خیال جگاتے ہیں مجھے۔''

''سچ کہوں معد۔ خواب غفلت میں تو تھی۔ ابھی ابھی جاگی ہوں۔''

''کیا کہا......؟''

معد ایک دم چونکا اور جانیہ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

''میں غلطی پر تھی۔ تمہاری رفاقت، تمہارے خواب کے لیے دیوانی تھی لیکن آج میں خود پر ندامت محسوس کر رہی ہوں۔ میں تم سے شادی نہیں کروں گی معد کبھی نہیں۔''

''جانیہ......یہ سب کیا ہے؟''

''یہ سب وہ ہی ہے جو تم نے چاہا۔ جو میری بے لوث محبت کا نصیب تھا۔ تم اس دل میں ایک پل میں آ بسے تھے۔ اور دل کے کواڑ کو بند کر کے بیٹھ گئے۔ لیکن ایک ہی پل میں میرے دل سے نکل گئے۔ مجھے تم سے نفرت ہے معد شدید نفرت۔''

''جانیہ میری بات تو سنو۔''

''اب کچھ سننے کو باقی ہے نہ کہنے کو۔ دل کی دنیا بڑی عجیب ہوتی ہے معد۔ جب تک یہ یقین رہا کہ تم میرے ہو چاہے جتنی طویل جدائیاں درمیان میں آ جائیں لیکن ہماری محبت کو نہ مار سکیں گی۔ جب خبر ہوئی تم نے محبت کو ٹھکرا کر کسی اور کو اپنا لیا۔ تو محبت ایک پل میں مر گئی۔ تمہارا گناہ ناقابل معافی ہے معد ناقابل معافی۔ تم مجھے بتائے بنا میری زندگی، میرے جذبوں سے کھیلتے رہے اور دوسری طرف کسی کے ہو گئے اور اس سے خوش گپیوں میں وقت گزاری کرنے لگے۔ میں پوچھتی ہوں معد اس سے وہی باتیں کرتے ہوئے، وہی لفظ دہراتے ہوئے تمہارے دل کو کچھ نہیں ہوا ہو گا معد۔ بولو بتاؤ......''

''خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ جانیہ۔ خود اپنے ہاتھوں سے مار دو مگر اتنے سنگین الزام تو مت لگاؤ۔ میں جو اس کا نام تک سننے کا روادار نہیں ہوں اس سے باتیں کرتا ہوں گی۔ اس کا دل بہلاتا ہو گا۔ کیا ایسا کر کے مجھے چین مل جائے گا۔ یہ احساس مجھے کچوکے لگاتا رہے گا کہ میں تمہارے ساتھ بے وفائی کر رہا ہوں۔ اگر اضطراب ہی مقدر ہے تو پھر تمہاری جدائی میں ہی کیوں نہ ہو۔''

''میں شادی کروں گی معد ضرور کروں گی مگر تمہارے علاوہ کسی سے بھی۔ پھر کبھی کبھار

تمہیں محسوس کر کے دل کو یہ باور کراؤں گی کہ تم جیسے سنگدل بے وفا سے میری محبت میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔''

''جانیہ پلیز۔''

''قصور تمہارا نہیں معد۔ تم مجھے شادی کے لیے مجبور کرتے رہے کہ میں جہاں والدین چاہتے ہیں شادی کر لوں لیکن میں ہی نہیں مانی، میں ہی بضد تھی کہ تمہارے علاوہ کسی کو قبول نہیں کر سکتی اور آج بھی حقیقت یہی ہے لیکن اب سب باتوں کو جھوٹ کر کے دکھاؤں گی تمہاری محبت دل سے کھرچ دوں گی۔ جیسے تم نے دوسری لڑکی کے وجود سے اپنی زندگی کے خلاء کو پر کر لیا ہے تو میں بھی کسی کے ساتھ چلنے کی خواہش کر سکتی ہوں اور میں اس میں حق بجانب ہوں۔'' وہ رونے لگی۔ پھر اس نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے۔

''چلے جاؤ معد، یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تمہارے خواب دیکھنے والی آنکھوں کو سزا دینا چاہتی ہوں۔ دیکھوں گی کیا ہوتا ہے اس صورتحال میں۔''

آنسوؤں کا پھندا حلق میں اٹک گیا تو تھوڑے وقفے بعد پھر گویا ہوئی۔ ''اگر سہہ نہ سکی تو پھر لوٹ کر نہیں آؤں گی۔ یہ میری انا کا سوال ہے۔ تم نے مجھے ٹھکرایا۔ کسی اور کا دامن تھام لیا۔ اور ٹھکرانے کا گناہ ہرگز قابل معافی نہیں۔''

وہ خاموش رہا۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔ سوائے جھوٹے لفظوں کے۔

وہ جانتا تھا وہ ایک لمحے کی دوری برداشت نہیں کر سکتے۔ کچھ بھی ہو جائے وہ خفا رہ ہی نہیں سکتے ایک دوسرے سے۔ وہ دکھ و کرب سے گزر رہی تھی اور جو اس نے کہا تھا ایک لفظ بھی جھوٹ نہ تھا مگر وہ بھی بے بس و مجبور تھا۔ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ جانیہ کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ نکلنے دیتا۔ مگر اس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے گھر والوں کو سمجھانا چاہا تو وہ نہیں مانے اور اس کو کچھ کہنا چاہا تو وہ کچھ سننے کو تیار نہ تھی۔ وہ کیا کرتا کہاں جاتا۔ اسی وجہ سے وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہو کر شدید بیمار ہو گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں وہ اپنی بات میں کتنی سچی اپنے قول کی کتنی پکی تھی۔ مگر معد کے

سامنے بھربھری دیوار کی طرح ڈھے جاتی۔

جو دل میں رہتے ہوں۔ انہیں اپنی انا اور خودداری کی بھینٹ نہیں چڑھایا جاتا۔ دنیا میں واحد انسان معد تھا جس کے آگے وہ اپنا آپ ہار گئی تھی۔ اپنی ساری انا اس کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ وہ اس کے دل میں سدا رہتا لیکن وہ محبتوں میں بے ایمانی کی قائل نہیں تھی۔

معد اپنی ذات کے آگے کس مجرم کی طرح کھڑا اعتراف کر رہا تھا کہ جانیہ کی محبت کا قاتل وہ ہی تھا۔ وہ طوفانوں میں گھر گیا اور پھر اسے اپنا بھی ہوش نہ رہا۔

''جانیہ جو تم چاہتی ہو میں وہ ہی کروں گا۔ بولو بتاؤ۔''

''صرف میں چاہتی ہوں تم نہیں چاہتے؟''اس کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ ابھری۔

''ہاں چاہتا ہوں۔تم سے شادی کرنا،تمہارے سنگ زندگی گزارنا اور بہت کچھ مگر جو دل میں رہ گیا......''

''دل کس نے دیکھا ہے معد!''

''جانیہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں آج اور ابھی۔ بولو تیار ہو کرو گی مجھ سے شادی؟''

''کیا......؟''

''مجھے تمہارا جواب چاہیے جانیہ۔ ہاں یا نہ......اس کے بعد تم مجھے دوش نہیں دے سکتیں۔''

''صرف دوشی ٹھہرائے جانے کے خوف سے شادی کر رہے ہو؟''

''اپنی محبت، اپنی جانیہ کو پانے، اپنی روٹھی خوشیوں کے منانے کے لیے۔ بولو کرو گی شادی؟ میں تمہیں ہر طرح کا تحفظ دینے کا وعدہ کرتا ہوں، میرا یقین کرو۔''

''مگر یہ سب کیسے ممکن ہے۔ کیسے کریں گے شادی تمہارے والدین؟''

''کورٹ میرج......؟''

''کیا......ہوش میں تو ہو تم؟'' جانیہ کے ہاتھوں میں ٹھنڈے پسینے اتر آئے۔

''چلو میرے ساتھ۔''اس نے جانیہ کا ہاتھ پکڑا۔

''نہیں معد نہیں۔ یہ نہیں کر سکتی میں۔ کبھی نہیں۔ اپنی خوشیاں حاصل کرنے کے لیے اپنے باپ بھائیوں کا سر نہیں جھکا سکتی میں۔ اگر تمہارے والدین شامل نہیں ہوتے تم سے شادی کرنا ناممکن ہے میرے لیے۔''

وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر رو پڑی۔ اور وہ بھی سسکنے لگا۔'''

''تو پھر میں کیا کروں۔ میرے بس میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانیہ۔''

''جدائی ہمارا مقدر بن چکی ہے معد۔ بس ایک دوسرے کو یاد ہی رکھ سکتے ہیں اب ہم۔''وہ رو دی۔

''تم ہمیشہ مجھے یاد رہو گی۔''اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ جبکہ جذبوں کی ڈیمانڈ کچھ اور تھی۔ پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ روتے بلکتے سسکتے۔

یاد۔

یاد تو ایک دکھ کا احساس ہے۔ دوری یاد بن جاتی ہے اور وہ ایک یاد بن کر اس دور ہو گیا تھا۔ جو انسان اس قدر متاثر کر گیا تھا۔ وہ اس سے دور چلا گیا۔ جانیہ سچ مچ اداس ہو گئی، گم سی ہو گئی۔ دل میں ایک خالی پن کا احساس جاگنے لگا۔ یوں اس طرح جیسے اس نے کچھ کھو دیا ہو۔

جانیہ کو علم تھا کہ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب اس کے والدین اسے کسی اور کو سونپنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

''وہ کون ہو گا......؟''اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔

لیکن اب دل کے تقاضے اسے معد کے قریب لے جا رہے تھے۔ جو ایک خلش ایک دکھ یاد اور تصور بن کر اس کے دل و دماغ میں سما چکا تھا۔

بڑی نادان تھی۔ دل لگایا بھی اس سے جو کچھ اظہار کرتے ہوئے بھی سو بار سوچتا تھا۔

بہت سارے دن گزرے بہت ساری مصروفیت کے باوجود وہ دل سے نہ نکلا۔ وہ خود

سے سوال کرتی۔

اس نے معد کو کیوں اپنی پسند بنا کر دل میں خوشبو کی طرح قید کر لیا ہے اور دل کی خوشبو وہ کسی اور تک پہنچانا چاہتی تھی۔

اللہ کی اس پہ مہربانی تھی کہ اس کا اب کسی غم سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ اسے ہمیشہ خوشیاں ملی تھیں۔ پاپا کے بے تحاشا پیار، امی کا پیار، وہ خوشیوں کا جھولا جھولتے محبت کی ٹھنڈی چھاؤں میں پروان چڑھی تھی۔

اس نے محبت کا یہ انجانا دکھ اپنے دل میں بسا لیا تھا۔ دکھ کے احساس سے اس کا دل بوجھل تھا۔ اس نے سوچا اگر اس نے معد کو نہ پایا تو پھر وہ وقت جلد آئے گا جب اس کے والدین کی خواہشات کا مرکز بن کر کوئی شہزادہ آئے گا۔ کوئی اعلیٰ افسر کوئی اونچا عہدیدار یا کوئی دولت مند باپ کا بیٹا اور وہ اس کے سنگ بیاہ دی جائے گی۔

لیکن کیا وہ اپنے دل کے اس انجانے احساس کو فراموش کر دے گی، نہیں وہ ایسا نہیں ہونے دے گی۔ کبھی نہیں ہرگز نہیں۔ دل نے کہا کس امید پر۔

محبت میں اپنے آپ کو ہمیشہ بادشاہ سمجھا
احساس تو جب ہوا کسی کو مانگا فقیروں کی طرح

معد نے اسے بہت سمجھایا کہ وہ شادی کرے لیکن اس کی نہ ہاں میں نہ بدلی۔

جانیہ کی ماں نے اسے بہت سمجھایا واسطے دیئے لیکن وہ راضی نہ ہوئی۔ وہ معد کی جگہ کسی کو دے ہی نہ سکی۔ وہ یہ منافقت نہ کر سکی۔ جس کو اس نے چاہا وہ ہی ملتا تو اچھا تھا۔ اب اس کے دل میں کسی کے لیے گنجائش ہی نہیں تھی۔ اگر وہ ان کی بات مان بھی لیتی تو بہت تھوڑے دنوں بعد ان کی علیحدگی ہو جاتی کیونکہ پاگلوں کی طرح وہ اسے ہر چہرے میں ڈھونڈتی۔

وہ اس کو بھولنا چاہتی ہی نہیں تھی اور نہ ہی بھول سکتی تھی۔ اس کے والدین نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ جب کچھ وقت گزرے گا تو مان لے گی۔ مگر یہ ان کی بھول تھی۔ وہ

جس بے نام منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ وہ اسے ملی تھی اور نہ ہی ملنی تھی۔ دونوں کے خواب ادھورے رہ گئے، تعلیم ادھوری رہ گئی اور دکھوں نے دل میں بسیرا کر لیا۔

اگر تلاش کروں تو مل ہی جائے گا
مگر کون تمہاری طرح مجھ کو چاہے گا
تمہیں ضرور کوئی چاہتوں سے دیکھے گا
مگر وہ آنکھیں ہماری کہاں سے لائے گا
تمہارے ساتھ یہ موسم گلابوں جیسا ہے
تمہارے بعد یہ موسم بہت رلائے گا



وہ ایک آخری کوشش کرنے ایک بار پھر اس کے پاس آیا تھا۔ اپنی زندگی کو منانے ...... مگر......

''ہمارے درمیان جو خلیج حائل ہو گئی ہے۔ تمہارے پاس اس کا کوئی اور حل نہیں ہے؟''

''کیا مطلب؟'' وہ چونک کر پوچھنے لگی۔

''میرا مطلب ہے کیا ہم اپنے اپنے راستے چھوڑ کر ایک نہیں ہو سکتے؟'' وہ بڑی آس سے دیکھنے لگا۔

''نہیں یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔''

''کیوں ممکن نہیں ہے۔ ہم سب بھلا کر ایک دوسرے پر جبر اور تنقید کے بغیر خوشگوار زندگی گزار سکتے ہیں......''

''پلیز تم جانتے ہو......جس شادی میں تمہارے والدین شامل نہ ہوں۔ وہ شادی میں کیسے کر سکتی ہوں۔ ایک لڑکی یہ قدم اٹھاتی ہے تو اس کا انجام کیا ہو گا......؟''

اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر جانے لگی تو اس نے رک کر کہا۔

''اس طرح مت جاؤ پلیز۔ کوئی اور راستہ سوچو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' اس

کے لہجے میں عاجزی تھی۔ پھر سوچ کر بولا۔

''اگر ایک ہونے کے لیے کوئی اور راستہ نہیں ہے تو ہم ٹاس کر لیتے ہیں۔''

''کیا......؟''

وہ تقریباً چیخ پڑی۔

''مجھے کہنے دو معد کمال رانا۔ جب تک تمہاری محبت میں کوئی غرض شامل نہیں تھی تم اچھے انسان تھے اور اب غرض نے تمہیں اندھا کر دیا ہے کہ زندگی تو زندگی.....عزت کو بھی جوئے کی طرز پر کھیلنا چاہتے ہو۔ ہو سکتا ہے تمہارے لیے یہ کوئی بات نہ ہو لیکن......''

''پلیز جانیہ......!''

وہ اپنی بات پر نادم ہو کر بولا۔

''ایک اور طریقہ ہے......''

''بس رہنے دو۔''

وہ کچھ روٹھی ہوئی بے زاری سے بولی۔

''نہیں سن لو۔''

پھر وہ ہی انداز کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنے اپنے مسائل کے بارے میں قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو بھی۔''

''نہیں......''

وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑی۔

''تم ایسی کوئی کوشش مت کرو۔ کیونکہ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم کس راستے پر چل رہے ہو اور میں تمہارے حصول کی خواہش رکھتی ہوں لیکن اس طرح نہیں کہ تمہاری فیملی کے بغیر تم سے شادی کے لیے راضی ہو جاؤں۔''

''یہ تو ہے۔'' وہ ہار مان کر بولا۔

''لیکن تم ایک کوشش ضرور کرو۔ اپنے والدین سے بات کرو۔ ہو سکتا ہے میری محبت تمہیں سوچنے پر مجبور کر دے۔''

''یہ محبت تمہیں مجبور نہیں کر سکتی......''

اس نے ذرا تلخی کے ساتھ کہا۔

''اپنی سی کوشش کر چکا ہوں لیکن وہ نہیں مانتے......میرے بس میں جو ہے وہ کر رہا ہوں۔ حاضر ہوں جیسے تم کہو۔''

فوری طور پر وہ اپنے آپ کو بہت مشکل میں محسوس کرنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ وہ کیا کرے۔ ایک شخص جو خود تو حاضر مگر فیملی کے بغیر......وہ اسے داؤ پر لگا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں یہی خیال آیا تھا یا پھر وہ جان چھڑانے کے لیے کہانی سنا رہا تھا۔

وہ اپنی سوچوں میں اس قدر محو تھی کہ اس کی پکار پر چونکی۔

''کیا میں نے تمہیں مشکل میں ڈال دیا ہے......؟''

''نہیں۔ اس لیے کہ میں اب بھی اپنے فیصلے پر اٹل ہوں۔''

''بس۔''

اس نے یوں کہا جیسے پوچھ رہا ہو تمہارے بات ختم ہوگئی۔

وہ قصداً خاموش رہی۔ کچھ دیر اس کے بولنے کا انتظار کیا لیکن وہ سر جھکائے پتہ نہیں کیا سوچ رہا تھا۔ تب وہ کہنے لگی۔

''میں نہیں جانتی۔ تم میری کسی بھی بات سے قائل ہوئے یا نہیں لیکن یہ ضرور جانتی ہوں کہ میری ساری باتیں تمہیں سوچنے پر مجبور کر دیں گے اور جب کسی نتیجے پر پہنچو تو مجھے مطلع ضرور کرتا۔''

وہ گہری سانس لے کر کھڑی ہوگئی۔ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس جا کر رکی۔ پھر پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اسی خاموشی سے سر اونچا کر کے اسے دیکھ رہا تھا۔ ہر بات سے قطع نظر وہ اچھا دوست بھی تو تھا۔ اپنے قول کا پکا کہ اس تمام عرصے میں

اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ جس سے اسے دکھ ہوتا یا اس کے لیے باعث ندامت۔ یا خود کے لیے ملامت ہوتی۔ وہ سرخرو تھی تو اس میں اس کا بھی اتنا ہی حصہ تھا جتنا خود اس کا۔ اس کی نیلگوں آنکھوں میں اس وقت بھی جوار بھاٹا اٹھ رہا تھا جو پہلی ملاقات میں اس نے دیکھا تھا۔

پھر جیسے اداسیوں کے سارے موسم اس کا تعاقب کرتے چلے آئے تھے۔

اب بھی وہ ان ہی موسموں کے حصار میں تھا۔ لمحہ بھر کو وہ ڈگمگائی پھر فوراً سنبھل کر بولی۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے دل میں تمہارے لیے محبت نہیں کسک ہے اور میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ ہاں اگر تم کسی نتیجے پر پہنچ کر مجھے نئے موسموں کی نوید دو گے تو میں کسک کو محبت میں بدلنے میں دیر نہیں کروں گی۔ دوسری صورت میں.....تمہارے لیے تمہاری راہ، میرے لیے میری راہ.....''اس کے ساتھ ہی وہ چلی آئی۔

اس کے لہجے میں نمی کا احساس تھا۔ آنسوؤں کو اس نے تمام تر توانائیوں کے ساتھ ضبط کر لیا تھا۔ صرف اس کے سامنے خود کو بہادر ظاہر کرنے کے لیے۔ مگر اندر سے وہ ٹوٹ گئی تھی۔ بکھر گئی تھی۔

وہ خزاؤں کی زد میں آ گئی تھی۔

بہاریں اس کی زندگی سے رخصت ہو گئی تھیں۔

وہ سوکھے پتوں پہ کھڑی تھی اور ان کی چرچراہٹ اس کے دل میں کرب پیدا کر رہی تھی۔

اسے لگا تھا۔ اس کے اندر ایک موسم ٹھہر گیا ہے۔

کرب کا موسم

اذیت کا موسم

خزاں کا موسم

ہجر کا موسم

بھول جانا تجھے

مشکل تو نہیں لیکن

کام آسان

اب ہم سے کہاں ہوتے ہیں



وقاص کو ان کی ملاقات کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے معد کو جانیہ سے بات کرتے سنا تھا۔ اس نے کئی بار سوچا کہ اپنی ممی اور بابا کو اب ان حالات سے بے خبر رکھنا مناسب نہیں ہے۔ انہیں بتا دینا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ معد کوئی فیصلہ کرے ممی پاپا کو کچھ نہ کچھ تو بتا ہی دینا چاہیے۔

انہیں مکمل طور پر نہ سہی تھوڑا سا ہی بتا دینا چاہیے کہ معد کے دماغ میں کیا چل رہا ہے اور وہ کیا کرنے والا ہے کہ طوفان آنے سے پہلے اس کی حفاظتی تدابیر کر لی جائیں اور بہت بڑے نقصان اور تباہی سے بچا جا سکے۔

معد نے اگرچہ گھر والوں سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن ادھر اس کے والدین معد کو الجھا الجھا سا دیکھ رہے تھے اور انہیں اس کی حرکتوں پر شبہ سا بھی ہو گیا تھا۔ کہ ان کے فیصلے سے ابھی بھی ناخوش ہے۔ وہ خاموش اس لیے تھے کہ اسے کچھ وقت دیں وہ ان کا فیصلہ نہ صرف دل سے قبول کرے بلکہ خوش بھی ہو۔

معد خاموش طبیعت کا مالک تھا......بہت ناپ تول کر بات کرنے والا۔ اپنے گھر والوں سے بھی بہت کم بات کرتا تھا۔ وہ سنجیدہ مزاج تھا۔ اسے ہنسی مذاق کی عادت نہیں تھی۔

اور اب ان حالات میں تو وہ بالکل ہی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ دل چاہتا تو بولتا ورنہ نہیں۔ بالکل ہی خاموش ہو کر رہ گیا تھا۔

کمال کے دل میں، دماغ میں بار بار یہ خدشہ سر اٹھاتا تھا کہ ضرور کچھ ہونے والا ہے۔

معد ضرور ان سے کچھ چھپا رہا ہے۔

اب حالات کا رخ بدلنے لگا۔ معد کی سرگرمیاں کچھ مشکوک سی لگنے لگیں تو وقاص نے سوچا کہ ممی بابا سے یہ سب کچھ چھپانا مناسب نہیں ہے جانے معد کیا فیصلہ کر بیٹھے۔ اسے سب کچھ بتا دینا چاہیے۔

اور پھر اسے اس خبر کی تصدیق ہو گئی کہ معد لاہور گیا ہے اور لاہور وہ صرف جانیہ سے ملنے جانا ہی اس کا کام تھا ورنہ اور کوئی کام نہ تھا اسے۔ اور وقاص نے چھپ کر معد کی فون کال بھی سن لی۔ جو اس نے جانیہ کو کی تھی۔

اس کے بعد وقاص کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے ممی بابا کو ان حالات سے باخبر کر دے۔ یہ کوئی ......اہم مسئلہ نہیں تھا کہ بڑے آرام، ہنستے مسکراتے ہوئے معد سے بات کی جا سکتی تھی۔ وقاص کو اس بات کا بھی اندازہ تھا کہ ماں باپ کو معد کا دوبارہ سے جانیہ سے رابطے کا علم ہو گا تو وہ ذہنی طور پر پریشان اور فکرمند ہوں گے۔

اور پھر اس نے ماں کو بتا دیا......

کہ معد جانیہ کو ملنے لاہور گیا ہے۔



شگفتہ کو جب سے معلوم ہوا تھا۔ ان کا دل دہل رہا تھا۔ وہ کمال صاحب کو بتانے کا حوصلہ نہیں کر پا رہی تھیں۔ وہ جانتی تھیں...... اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ انہوں نے پہلے خود سے بات کرنے کا سوچا لیکن پھر اس خیال کو دل سے نکال دیا۔

کمال صاحب کا بات کرنا ہی مناسب تھا معد سے۔ سو انہوں نے ان سے بات کرنے کا سوچا۔ شگفتہ سوچوں میں الجھی الجھی سی ان کے پاس چلی آئیں۔ وہ ان کے پاس بیٹھ گئیں اور اپنے آپ کو ان سے بات کرنے پر آمادہ کیا......

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی سب شام کی چائے پی چکے تھے۔ لیکن پھر بھی شگفتہ نے پوچھا۔

''اور چائے پئیں گے آپ؟''

''ہاں، نہیں، نہیں......چائے تو پی چکا ہوں یاد نہیں......؟''

وہ چونک گئیں اور کچھ گھبرائی گھبرائی سی نظروں سے شوہر کو دیکھا۔

''کمال مجھے آپ سے ایک مشورہ کرنا تھا۔''

''میرے مشورے کی اس گھر میں......وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر دھیرے سے مسکرائے......''

''ہاں کہو......کوئی نئی خبر......؟''

''آپ سرپرست ہیں اس گھر کے۔''

کمال صاحب ایک گہری سانس لے کر رہ گئے۔ شگفتہ نے ہمدردانہ انداز سے کہا۔

''جانتی ہوں آپ بہت پریشان اور فکرمند ہیں......میں بھی اسی کیفیت سے گزر رہی ہوں لیکن میں آپ سے کہوں گی کہ اپنے آپ کو سنبھالیں اپنی صحت کی طرف توجہ دیجیے۔''

''جب اولاد پریشانیاں دینے پر تلی ہو تو صحت کیسے ٹھیک رہ سکتی ہے۔''انہوں نے دکھی لہجے میں کہا۔

''پریشانیوں سے صحت گر جاتی ہے۔ اس کا بوجھ دل و دماغ کو کمزور کر دیتا ہے۔ یہ اپنی اولاد کو سمجھاؤ۔''

''اولاد کو سمجھا سکتی تو رونا کس بات کا تھا......؟ یہ سب زندگی کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے لیکن پریشان رہنا تو پریشانیوں کا حل نہیں ہے۔''

''شگفتہ تم جانتی ہو......زندگی میں اپنے آپ کو اس قدر بے اختیار اور اتنا مجبور میں نے کبھی محسوس نہیں کیا......میری اولاد......''انہوں نے ہونٹوں کو بھینچا......پھر بولے۔

''اگر ان کے سامنے خود کو کمزور ظاہر کر دوں تو گھر سے نکال باہر کھڑا کریں گے مجھے......لیکن میری زندگی میں ایسا ممکن نہیں۔ میں اولاد کو قربان کر سکتا ہوں مگر اپنی زبان، اپنے وعدے سے کبھی پھر نہیں سکتا......''

ان کا لہجہ انتہائی ٹھوس اور مضبوط تھا۔ ان کی کڑک آواز ان کے مضبوط اور پختہ ارادے کا پتہ دے رہی تھی۔

''ایک اور بات ہے دل کو مضبوط کر لیں......''

انہوں نے چونک کر شگفتہ کی طرف دیکھا شگفتہ کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ سوالیہ نظروں سے انہیں تکے جا رہے تھے۔

''معد......''

''کیا ہوا اب معد کو......؟''

''وہ پھر سے اس لڑکی مائرہ کے ساتھ......''

وہ رک کر ان کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگیں۔ ان کا پورا وجود سوال بن گیا تھا......

شگفتہ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''وہ نہ صرف رابطے میں ہے بلکہ اس سے مل کر بھی آیا ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کتنی ملاقاتیں کر چکا ہے۔''

''تمہیں یہ سب کس نے بتایا؟'' ان کا لہجہ ایک دم ہی مدھم ہو گیا تھا۔ انہیں اپنا وجود مٹی کا ہوتا دکھائی دیا۔

آنکھوں سے گہری سوچوں اور دکھ کی پرچھائیاں جھانک رہی تھیں۔

چہرے سے حزن و یاس ٹپکنے لگا۔

''میری اولاد، اپنے بیٹے کے ہاتھوں......ایک لڑکی کی زندگی برباد ہو رہی ہے اور میں خاموش تماشائی بنا ہوا ہوں، کچھ نہیں کر سکتا اتنا بے بس ہو گیا ہوں۔''

انہوں نے پلکیں موند لیں اور لمبے لمبے سانس لینے لگے۔

شگفتہ کی آنکھوں میں نمی سی تیر گئی۔ انہوں نے آنکھیں بند کر کے نمکین پانی کو اندر اتار لیا۔ تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہے......پھر انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ ان کی آنکھوں سے کسی اہم فیصلے کے ہو جانے کا فیصلہ ہو رہا تھا......

چند لمحے لگے تھے انہوں نے اپنے آپ کو مضبوط کیا اور پختہ لہجے میں بولے۔

''میرا فیصلہ آج بھی وہی ہے اور کل بھی وہ ہی رہے گا۔ اگر وہ چاہتا ہے باپ کو جھکا دے گا تو ممکن نہیں۔ اس گھر میں وہ ہی ہو گا جو میں چاہوں گا۔ آج بات ہو گی اس سے۔ یا تو وہ اپنا فیصلہ بدل دے گا یا پھر گھر کو......میں نے عارف کو زبان دی ہے۔ میں موت کو تو گلے لگا سکتا ہوں مگر اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ میری زندگی میں یہ ناممکن ہے۔ ہاں میری موت کے بعد جو اس کا دل چاہے کرے۔''

''آپ ایسی باتیں نہ کریں حوصلے اور تسلی سے بات کریں۔ جوان اولاد ہے، گرم خون ہے۔ بات بگڑ سکتی ہے۔ پہلے بھی وہ ایک بار موت کا منہ دیکھ چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ......''

''شگفتہ تم بیٹے کا ساتھ دے رہی ہو......؟''ان کی آواز بہت سخت اور گونج دار تھی۔

''اگر بیٹے کا ساتھ دینا ہوتا تو اس کو موت کے منہ میں جاتا نہ دیکھتی اسی وقت اس کے فیصلے کو مان لیتی۔ مجھے اولاد سے زیادہ آپ کی عزت اور زبان کا پاس ہے۔''

''ہوں۔''انہوں نے سر اثبات میں ہلایا۔

''ہاں، تم کچھ کہہ رہی تھیں۔ کسی مشورے کا ذکر کر رہی تھیں؟''

''جی میں کہہ رہی تھی اگر حالات بہتر نظر نہ آئیں تو......ان موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے......عارف سے بات کریں......''

''عارف سے......کیا......کیا کہو گی تم......جھکانا چاہتی ہو مجھے؟''

وہ ایک دم دھاڑے تھے۔ ان کی آواز سے گھر کے در و دیوار ہل گئے تھے گرجدار آواز تھی۔

''آپ غلط سمجھیں ہیں میں کہہ رہی ہوں۔ ہم انعم کی شادی کی بات کریں۔ جب بیوی زندگی میں آجائے گی تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن ساتھ ہی دل بھی ڈرتا ہے اس نے انعم کو اچھا نہ رکھا تو......کہیں بچی کی زندگی نہ تباہ ہو جائے......''

''کچھ بھی ہو۔ اسے میرا فیصلہ ماننا ہو گا اور انعم کو بھی خوش رکھنا ہو گا۔ کر لی اس نے بہت دل لگی۔ اس عمر میں لڑکے ایسی جذباتی حرکتیں کر جاتے ہیں لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب

نہیں کہ ان کی ہر بات مان لی جائے اور خواہش پوری کی جائے۔ اس سے دوٹوک بات ہو گی کے ختم کرے یہ کھیل۔ بہت ہو گیا..... پہلے اس سے بات کرلوں پھر عارف سے بات کرتا ہوں۔''

''دن رات دعا میں لگی رہتی ہوں۔ اللہ اس گھر کو نظر بد سے بچائے۔ کوئی تباہی، کسی طوفان کا گزر نہ ہو۔''

شگفتہ نے دل کی تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''ایک اور بات کہوں......؟''

''اب کیا رہ گیا ہے کہنے کو......کہو تم......''

وہ بیزار سے لہجے میں بولے۔

''اگر کل انعم کو اس نے اچھا نہ رکھا تو......''

''تم یہ کہنا چاہتی ہو مجھے اپنا فیصلہ بدل لینا چاہیے۔''

''نہیں......نہیں یہ نہیں......''وہ ایک دم سے بوکھلا گئیں اور فوراً بولیں۔

''تو پھر نظر ثانی کروں فیصلے پر......؟''

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے کمال اور نہ ہی میں ایسا چاہتی ہوں۔ آپ نے سوچا بھی کیسے......؟ میں یہ کہہ رہی تھی۔ کچھ وقت کے لیے ہم معد کی شادی لیٹ کر دیتے ہیں جب تک وہ ذہنی طور پر تیار ہو جائے گا......اور گزرتا وقت حالات میں بہتری پیدا کرے گا۔''

''یہ تمہاری بھول ہے۔ گزرتا وقت اسے انعم سے دور کرتا جائے گا اور وہ اس لڑکی کے شکنجے میں......اس کی گرفت میں قید ہو کر رہ جائے گا۔ ہمیں فوری فیصلہ کرنا ہو گا جو بھی۔''

''ٹھیک ہے لیکن اس بات کا خیال رکھیئے گا کوئی ایسی نوبت نہ آئے کہ راستے الگ ہو جائیں......''انہوں نے شوہر کو سمجھایا۔

''بس تم درمیان میں نہ بولنا۔ پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا......''

انہوں نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا تو وہ بس خاموش سی انہیں دیکھتی رہ گئیں۔ اور

اسی خاموشی سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی آئیں۔

کمال بھی شگفتہ کی کیفیت سے لطف اندوز ہوئے تھے۔



لیکن انتہائی خفیہ انداز سے کی جانے والی جانبیہ سے ملاقات کے بارے میں اس کے والدصاحب کو بھی معلوم ہو گیا......اس خبر کی تصدیق ہوتے ہی انہوں نے معد کو اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔

بغیر کسی تمہید کے انہوں نے معد سے پوچھا۔

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس لڑکی سے پھر ملنا جلنا شروع کر دیا ہے۔''

معد اس جملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ کچھ بول ہی نہ سکا۔

انہوں نے درشت لہجے میں پوچھا۔

''کب سے ہو رہی ہیں یہ ملاقاتیں......؟''

''اگر معلوم ہو گیا ہے تو یہ سچ ہے۔''اس نے سوال کا جواب دیا تو انہوں نے ایک اور سوال کر ڈالا۔

''انعم کے بارے میں کیا سوچا ہے؟''

معد خاموش رہا تو وہ بولے۔

''بولو جواب دو، کوئی قدم اٹھانے سے پہلے انسان آگے پیچھے کی بہت سی باتوں کے بارے میں سوچتا ہے۔ لیکن تم نے شاید آنکھیں بند کر کے پھر سے اس سفر پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے؟''

معد پھر بھی کچھ نہیں بولا تو......اونچی آواز میں بولے۔

''انعم کے ماں باپ کو کیا جواب دو گے؟ اور میں انہیں کیا منہ دکھاؤں گا؟''

وہ سر جھکائے سنتا رہا۔ بولا کچھ نہیں۔

''میں پوچھتا ہوں تمہیں کیا کمی نظر آتی ہے انعم میں جو تمہیں اس لڑکی سے ملے بغیر تمہیں

چین نہیں آتا۔''

''معاف کیجیے گا بابا۔ آپ سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ انعم سے میرا رشتہ میری مرضی کے خلاف کیا گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں مانتا ہوں۔ بہرحال......ہم نے تمہارے لیے ایک بہترین لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔ تم اس کے ساتھ خوش انداز سے زندگی گزار سکتے ہو۔ لیکن تم نے کبھی اس کے لیے وہ سوچا ہی نہیں جو ایک ساتھی، ہمسفر کے لیے سوچا جاتا ہے۔ تم نے دل میں اسے وہ جگہ ہی نہیں دی۔ قبول ہی نہیں کیا دل سے اسے۔''

''دلوں کے سودے زبردستی کے نہیں ہوتے۔ میرے دل میں کبھی اس کے لیے جگہ پیدا نہیں ہوسکی۔ اس میں میرا قصور نہیں۔''

''تم نے کبھی کوشش ہی نہیں کی کہ اسے محسوس کرو۔ دل میں جگہ دو۔ وہ کتنی اچھی ہے تم کیا جانو......تمہیں تو اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنا چاہیے کہ تمہارے لیے انعم جیسی لڑکی کا انتخاب کیا گیا ہے۔''

''جی ہاں، بہت خوش قسمت سمجھنا چاہیے۔''

معد کے لہجے میں طنز تھا۔

وہ غصے سے بولے۔

''کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ اس جیسی اطاعت گزار، نیک سیرت، خوش شکل لڑکی سے شادی ہونا خوش قسمتی ہے۔ وہ صبر و تحمل والی لڑکی ہے اور ان حالات میں وہ ہی لڑکی تمہارے ساتھ گزارا کرسکتی ہے۔ اس کی مثال شاید ہی تمہیں ملے۔ کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے گی۔ نہ ہمارے سامنے نہ اپنے گھر والوں کے سامنے۔''

''گستاخی معاف بابا۔ ان تمام باتوں کے لیے میں قصوروار نہیں ہوں۔ زیادتی تو میرے ساتھ بھی ہوئی ہے۔''

''زیادتی تو اس بچی کے ساتھ ہوئی ہے جس کی زندگی تم تباہ کرنے پر تلے ہو۔ میں

پوچھتا ہوں کیا مستقبل ہوگا اس کا......؟''

''تو یہ آپ کو سوچنا چاہیے۔ جب کوئی مستقبل نہیں ہے اس کا تو کیوں اسے میری زندگی میں شریک کرنا چاہتے ہیں......اور یہ بھی جانتے ہیں سب کہ میں راضی نہیں تھا اور نہ ہی ہوں۔ یہ کہ زیادتی تو اس لڑکی کے ساتھ ہوئی ہے......زیادتی ہم دونوں کے ساتھ ہوئی ہے۔ تیسرے فرد کو تو آپ گھسیٹ کر لائے ہیں درمیان میں......''

''میں اس بات کو دہرانا نہیں چاہتا۔ تمہیں سب معلوم ہے۔ مختصر یہ کہ تم انعم کے بارے میں سوچو۔''

''خود میری زندگی الجھنوں کا شکار ہے۔ میں کسی دوسرے کے مستقبل کے بارے میں کیا سوچوں؟''

''کیوں......؟ تمہاری زندگی کا فیصلہ تمہاری زندگی کے مطابق ہوا ہے۔''

''مرضی کے نہیں......زبردستی۔ میری رضا کے بغیر۔''

معد نے ان کا طنز سمجھتے ہوئے فوراً کہا۔

''بس کچھ رکاوٹیں ہیں......کچھ محبتیں ہیں جن کی وجہ سے میری زندگی......میں نے خاموشی اختیار کی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا......''

''رکاوٹیں؟ وہ رکاوٹیں......خاندانی مجبوریاں ہو سکتی ہیں۔ یا پھر اس لڑکی نے......؟''

کمال صاحب نے طنز اور غصے سے بھرپور لہجے میں کہا اور پھر فیصلہ کن لہجے میں بولے۔

''بہرحال یہ سمجھ لو وہ لڑکی اس گھر کے کسی بھی فرد کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا آپ لوگوں کو مائرہ سے اس قدر بیر کیوں ہے؟ آخر کیا برائی اس میں؟'' معد نے چڑ کر کہا۔

کمال صاحب نے اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

''سوال اس کا نہیں کہ مائرہ میں کیا برائی ہے؟ ہمیں نہ اس کی اچھائیوں کے بارے میں کوئی علم ہے نہ برائیوں کے بارے میں۔ لیکن......''

کمال صاحب اپنی بات ادھوری چھوڑ کر ایک لمحے کے لیے رکے اور بولے۔

''ہمارے لیے قابل اعتراض بات یہ ہے کہ ایک لڑکی کو تمہاری زندگی کا ساتھی بنا دیا گیا ہے اور لڑکی بھی ایسی جس میں کوئی کمی نہیں ہے، لیکن تم ہو کہ مسلسل اس کے خلاف محاذ بنائے کھڑے ہو۔''

''اس کے ذمے دار آپ ہیں۔ آپ سب لوگ۔ میرے دل و دماغ نے تو کبھی قبول ہی نہیں کیا اسے......؟''

''لیکن اس گھر میں تمہاری بیوی کی حیثیت سے کوئی لڑکی آئے گی تو وہ صرف انعم ہو گی۔ مائرہ یا کوئی دوسری لڑکی ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہوسکتی۔''

''ٹھیک ہے، مائرہ اس گھر کے لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے تو پھر مجھے اپنے بارے میں سوچنا پڑے گا۔''

''تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے......؟''

کمال صاحب ایک دم گرج پڑے۔

''صاف ظاہر ہے۔ مزید کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں۔''

''تو پھر بندھن کیوں باندھا تھا......؟''

''مجبور تھا۔ لیکن میں سمجھوتہ نہیں کر سکتا انعم کے ساتھ۔ کسی طور زندگی نہیں گزار سکتا اس کے ساتھ......ابھی کچھ نہیں بگڑا......اس کے لیے بھی راستہ صاف ہے مگر کل کو......کچھ نہیں ہو پائے گا۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے میں نے بتا دیا ہے۔''

معد اب مزید برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا دل مانتا ہی نہ تھا انعم کے لیے۔ اس نے بہت کوشش کی تھی سمجھوتہ کر لوں۔ وہ جب بھی انعم کا سوچتا تو جانیہ اس کے تصور میں آ جاتی اور وہ......جانیہ کی طرف پلٹنے لگتا......اس کا دل جانیہ کے لیے ہمکنے لگتا اور وہ خود کو بے بس محسوس کرنے لگتا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو صاف کہو......؟''

''مجھے سوچنا پڑے گا میں بھی اس گھر میں رہوں یا اپنا ٹھکانہ کہیں اور کرلوں۔''

''بہت خوب! اس سے بہتر توقع تم سے کی بھی نہیں جاسکتی۔''

کمال صاحب نے طنز سے کہا اور اپنے کرتے کی آستین چڑھاتے ہوئے کمرے کی طرف چلے گئے۔ غصے سے ان کا برا حال تھا۔ بہت برا حال۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کیا کر ڈالیں۔ خود پر کنٹرول کرتے ہوئے وہ فی الوقت وہاں سے چلے گئے تھے۔ مصلحت اسی میں تھی۔

کمال صاحب نے بڑی خاموشی سے اسے اپنے کمرے میں طلب کیا لیکن پھر بھی گھر کے باقی افراد سے یہ بات چھپی نہ رہ سکی۔ تحریم اور اُس کی بہن نے کمرے کے باہر کی اوٹ میں چھپ کر اپنے بابا اور معد کی گفتگو سنی۔ سعدیہ جو بابا سے دوائی کا پوچھنے ان کے کمرے کی طرف آئی تھی۔ ان دونوں کو چوروں کی طرح کمرے کے باہر چھپے دیکھ کر حیران ہوئی۔ اس نے دونوں سے وہاں کھڑے ہونے کا سبب پوچھا۔ لیکن وہ دونوں کیا جواب دیتیں۔ انہوں نے سر جھکا لیا۔ اس وقت تک سعدیہ کے کانوں میں اندر ہونے والی گفتگو کے کچھ الفاظ پڑ چکے تھے۔

اس کے بعد نہ کچھ پوچھنے کی ضرورت تھی اور نہ اندر جانا مناسب تھا۔ سعدیہ چپ چاپ کچن میں آگئی۔

انہوں نے پژمردہ چہروں کے ساتھ بھائیوں کو یہ خبر سنائی۔ اور ان کو کس قدر حیرت ہوئی جب وقاص نے کہا اسے بہت پہلے سے اس بات کی خبر تھی۔

بہن بھائی چپکے چپکے اس اہم واقعے پر خیال آرائی کر رہے تھے۔ اپنے بھائی کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ ان کی ساری ہمدردیاں اور محبتیں انعم کے ساتھ تھیں۔ وہ اس کے اور انعم کے بارے میں فکرمند بھی تھے۔ ان دونوں کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے......

اس نے گھر چھوڑنے کا فیصلہ بدلتے ہوئے فارن جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور اس نے عمار سے بات کی تھی۔ وہ اس کو بلانے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا اور امید دلائی تھی جلد ہی

چلا جائے گا۔

اس نے گھر میں کسی سے ذکر نہیں کیا اور اندرون خانہ اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا۔ بس ایک بات کا خیال رکھا کہ جانے سے پہلے اس کے گھر میں کسی کو بھنک نہ پڑے کہ کوئی اس کے راستے کی دیوار بن جائے۔ اگر ایسا ہوتا تب بھی وہ ہر دیوار گرا کر چلا جاتا۔ یہی فرار تھا اس کے نزدیک یہاں سے۔



اس کی بہن تحریم کی شادی ہو رہی تھی۔ خواہش کے باوجود وہ اس کو شادی کے لیے راضی نہیں کر پائے تھے۔ اس نے صاف کہہ دیا تھا اگر وہ زبردستی کریں گے تو وہ خودکشی کر لے گا۔ یہاں آ کر اس کی فیملی مجبور ہو گئی تھی۔ اور عارف بھی ابھی شادی کے لیے راضی نہ تھے۔

شادی کا گھر تھا رونق اپنے عروج پر تھی۔ سب مہمان آ چکے تھے۔ مگر معد بہت اداس، خاموش اور بجھا بجھا سا تھا۔ اسے جانیہ کے ساتھ گزرے دن یاد آ رہے تھے۔

بیتے دن بھی کیا دن تھے؟
ہر لمحہ پرخلوص چاہتوں سے بھرپور
محبت کے رنگ
پھولوں کی خوشبو کی طرح
دل میں بسیرا کر گئے تھے۔
اور ان کی بھینی بھینی خوشبو
سانسوں میں مہکتی رہتی تھی
زندگی کتنی حسین اور خوبصورت ہو گئی تھی
لگتا تھا کوئی دکھ، مسئلہ ہے نہیں
چاروں اور محبت کی مہک مدہوش کیے رکھتی

جانیہ کی محبت اتنی لطیف

اتنی حساس

دل کو چھو لینے والی تھی

اور اب اس کے بنا اسے اپنا وجود

خالی خالی سا لگتا

وہ خود کو اس کے بغیر ادھورا محسوس کرتا

زندگی وہ ہی تھی جو لمحے جانیہ کی رفاقت میں گزرے تھے۔ وہ خود ان لمحوں کی یاد سے خود کو بہلانے کی کوشش کرتا۔

مگر جانیہ کی محبت کے رنگ اتنے پھیکے نہ تھے

کہ آنسو یا بارش کی ایک بوند انہیں دھو ڈالتی

اس کی ہنسی، باتیں اور کبھی کبھی کی شرارت

اس کی جلترنگ ہنسی

جیسے کسی مندر میں گھنٹیاں بج اٹھی ہوں

معد کی سماعتوں میں سرگوشیاں کرنے لگتیں

اس لمحے وہ بے اختیار ہو جاتا اور خود سے بھی بیگانہ ہو جاتا۔

وہ اس کی یادوں میں اس طرح کھو جاتا کہ اردگرد کا ہوش نہ رہتا۔

''کتنی چاہتی تھی وہ مجھے......؟''

اس نے لبوں کو کاٹتے ہوئے سوچا۔ اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔ جسے اس نے پونچھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

''کیا ایسی محبتیں صرف چند خوش نصیب لوگوں کے حصے میں آتی ہیں؟

محبت داموں سے خریدی جاتی۔

اس پہ مول نہیں لگتا۔

پھر بھی بعض لوگ اس سے محروم کیوں رہ جاتے ہیں؟

جیسے......جیسے کہ میں......

''کیا کبھی کوئی میرے اندر جھانک پائے گا؟''

''کیا وہ میرے بنا رہ پائے گی؟''

اس پل اس نے جانیہ کے لیے سوچنا شروع کیا تو لگا ساری کائنات اس کی مٹھی میں آ گئی ہو؟

مگر ایک وہ تھی جو اس کے پاس نہ تھی۔ اس سے کوسوں دور اس کے حال سے بے خبر، لیکن پھر بھی وہ اس کے دل میں براجمان تھی۔

کتنی محبت سے انہوں نے آرزوؤں کے پھول چنے تھے۔

مگر کتنی جلدی مرجھا گئے تھے وہ

کیا ان کے دل میں کبھی وہ پھول کھلیں گے......؟

کچھ حساس لمحے اپنے ساتھ بہت کچھ لے آتے ہیں اور ان کی رو میں بہتے بہتے انسان کہاں سے کہاں جا پہنچتا ہے۔

اسے جانیہ کی یادیں، اس کی محبت بری طرح ستا رہی تھی۔

یہ شام کتنی اداس ہے

میرے اردگرد کتنا اندھیرا، کتنا سناٹا ہے؟

یہ کیسا حبس ہے کہ دم گھٹا جا رہا ہے۔

یہ کیسی زنجیریں ہیں جو میرے وجود سے لپٹی مجھے کاٹتی رہتی ہیں۔

مگر بعض سوال اتنے گونگے ہوتے ہیں۔ اندر سے اٹھ کر اندر ہی کہیں پاتال میں دفن ہو جاتے ہیں۔

لیکن یہ ان کہے سوال بڑے ظالم ہوتے ہیں۔

دل کے کسی کونے میں پڑے چپ چاپ کراہتے رہتے ہیں۔

ہر وقت ٹیسیں دیتے ہیں۔

اور جو کبھی باغی ہو اٹھیں تو اندر کا شور اتنا بڑھ جاتا ہے کہ انسان کی اپنی ہستی اس مہیب شور میں ڈولتی پھرتی ہے

آج معد پر اتنا کڑا وقت آیا ہوا تھا۔ ان حالات نے ہی اسے اتنا حساس بنا دیا تھا کہ اس کی ذات ہمہ وقت سوچوں کے الاؤ میں سلگتی رہتی۔

زندگی میں کیے جانے والے بعض فیصلے بہت مہنگے پڑتے ہیں۔ ان کے اثرات بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

اس کی زندگی کا بھی کیے جانے والا فیصلہ اس کے بابا اور فیملی کا تھا۔ اور اس فیصلے کی لپیٹ میں فی الوقت وہ ہی آیا تھا۔ اس بری طرح گرداب میں پھنسا تھا کہ جانیہ سے الگ ہونے کے باوجود دل سے نہیں نکال پایا تھا اور اس کی زندگی میں شامل ہونے والی لڑکی کو دل میں جگہ نہیں دے پایا۔ اس کے حوالے سے ایک سوچ ذہن میں نہ ابھری۔

جب فیملی اس کا ذکر کرتی تو دھم سے اس کے خیالوں میں بچھڑی محبت آن دھمکتی۔ اور وہ اردگرد سے بے نیاز سا اسے سوچے جاتا۔

''وہ کیسی ہوگی میرے بنا؟

مجھے یاد کرتی ہوگی یا بھول گئی ہوگی؟

اداس رہتی ہوگی؟

روتی ہوگی؟

نہیں معلوم کسی کو اپنی زندگی میں شامل بھی کیا ہوگا یا نہیں؟

کیا وہ ایسا کر پائے گی؟''

ایسی سوچیں اسے مضطرب کر دیتیں۔ وہ سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ جاتا۔

اس پل دل کرتا سب چھوڑ چھاڑ کر اپنی جانیہ کے پاس چلا جائے اور اس کا ہاتھ اتنے پیار سے تھامے کہ کوئی چھڑوا نہ سکے۔ خدا کی زمین اتنی بڑی ہے کہ اسے کہیں دور بہت دور

لے جائے۔ جہاں وہ ہو، جانیہ اور اس کی محبت اور ان کی محبت کا کوئی چھوٹا سا جنت کا ٹکڑا۔

جہاں کوئی انہیں ڈسٹرب نہ کرے۔

لیکن یہ سوچیں صرف سوچیں ہی رہ گئیں۔ سپنے تعبیر نہ پا سکے۔

خدا کی زمین اس کے لیے بہت چھوٹی ہو گئی۔

اور جنت کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے اسے دوسری جنت سے نکلنا پڑتا۔ جو ماں کے قدموں تلے تھی۔

وہ اتنا بے بس مجبور اور لاچار تھا کہ چاہنے کے باوجود کچھ نہ کر سکا۔

یا پھر وہ کم ہمت اور بزدل نکلا......کمزور پڑ گیا۔

اسے شدت سے جانیہ کی طلب ہوئی۔

چاہنے والے انسان کی بیساکھیاں بھی بن جایا کرتے ہیں۔

اس کا جی چاہا وہ ایک لمحے میں اس کے پاس پہنچ جائے جس کے پاس اس کے دل کا سکون گروی رکھا تھا۔

اسے سکون کے وہ لمحے بہت ساری باتیں آنے لگیں۔

سب ہی اپنے لوگ موجود تھے گھر میں.....لیکن وہ نہیں تھی۔ تعجب کی بات یہ تھی جس ہستی کو اس سے چھین لیا گیا.....کون سا ایسا لمحہ تھا جب وہ اس کو یاد نہیں کرتا تھا۔

انعم بھی تحریم کی شادی میں شرکت کے لیے آئی تھی۔ اور اس پل اس کی کمی ان حالات میں گھر کی در و دیوار کے بیچ اتنی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

اس کی محبت

اس کی منتیں، سماجتیں، کوششیں

معد کی بے رونق اور پھیکی زندگی میں رنگ بھرنے والی ہستی زندگی کی تلخیوں میں ساتھ دینے والی۔



پھوپھو نے اس کو معد کے ڈریسز دے کر بھیجا تھا کہ اُس کی وارڈ روب میں ہنگیر کر لے۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن ان کے اصرار پر چلی آئی۔ وہ آج شام ہی تو آئی تھی صرف اس نے معد کو ایک نظر دیکھا تھا پھر اس کے بعد وہ اسے نظر نہیں آیا تھا......اور اب اس کے کمرے میں جاتے ہوئے وہ جھجک رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پتا نہیں پھوپھو نے اس کام کے لیے مجھے ہی کیوں چنا ورنہ تحریم یا کوئی اور بھی تو آ سکتا تھا۔ وہ سوچتی ہوئی آئی تھی۔ اس نے دو تین بار دستک دی مگر جواب نہ پا کر دروازے کا ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ شاید لاک نہیں تھا۔ اس نے دیکھا ٹیبل لیمپ کی روشنی میں بیٹھا تھا۔

کمرے میں زرد سی ہلکی سی روشنی پھیلی تھی اور وہ بیڈ سے ٹیک لگائے سامنے دیوار کو گھورے جا رہا تھا۔

اسے عجیب سا لگا وہ بے خبر اپنے خیالوں میں کھویا رہا۔ وہ کھڑی اسے دیکھتی رہی لیکن نہ وہ چونکا نہ اس کا ارتکاز ٹوٹا۔

اس نے آہستگی سے وارڈ روب کا پٹ کھولا اور ہینگر لٹکا دیئے۔

اور دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔



انعم نے جو کچھ سنا تھا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا لیکن وہ دل بھر کر روئی تھی۔ جس کے ساتھ اسے منسوب کیا گیا تھا وہ اس کا کبھی نہیں ہو سکتا تھا کبھی نہیں......اس کے دل میں تو کوئی اور بسی ہوئی تھی۔

اس کے دل کی مکیں کوئی اور ہستی تھی۔

جسے وہ اتنی شدتوں سے چاہتا تھا کہ خود کو بھی بھول گیا تھا۔ اور وہ اس کے خیالوں، تصور میں اتنا کھو چکا تھا کہ وہ اپنے سامنے کھڑی انعم کو بھی نہ دیکھ پایا......

وہ اسے جانیہ تصور کر رہا تھا۔

اسے لگا تھا جانیہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی ہے۔

اگر وہ وہاں سے فرار حاصل نہ کرتی تو یقیناً کوئی غلط حرکت سرزد ہو جاتی اس سے۔
اس کے نزدیک یہ منافقت تھی کہ وہ جسمانی طور پر اس کا ہو اور روحانی طور پر جانیہ کا......

اسے ایسے شخص کا ساتھ نہیں چاہیے تھا جو پور پور کسی اور کی محبت میں ڈوبا ہو......
وہ اسے کیا دے پاتا سوائے
کرب و اذیت کے

وہ جان گئی تھی کہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہے ورنہ جس کیفیت میں وہ اسے دیکھ کر آئی تھی وہ صرف مجبوری میں ہی کسی کا ساتھ قبول کر سکتا ہے ورنہ دل اور اپنی خوشی سے نہیں۔
اس نے اس بندھن کو توڑنے کا سوچ لیا تھا۔ اس نے خود سے عہد کیا تھا خواہ کیسی بھی مجبوری اس کے سامنے کیوں نہ رکھی جائے وہ اس رشتے کو قائم نہیں رکھے گی۔
اگر اس کے درمیان سے نکل جانے سے اسے اپنی محبت مل سکتی ہے تو وہ کیوں ان کے بیچ قیدو بنے......

اس وقت اس کے دل سے ان دونوں کے لیے دعا نکلی تھی۔
''اے اللہ ان دو دلوں کو ملا دے۔ ان کے راستے کی ساری دشواریاں دور کر دے اور ان کی منزل کو آسان کر دے۔ اے مالک کائنات میری دعا قبول فرما۔ تو جو بہتر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرنے والا ہے۔ تو میری دعا کو کیسے رد کر سکتا ہے۔ دو دلوں کو کیسے توڑ سکتا ہے۔ مجھے تجھ پر پورا بھروسہ میری دعا کبھی رائیگاں نہیں جائے گی۔ اے دلوں کے بھید جاننے والے رب اپنے محبوب کے صدقے جس کی محبت میں تو نے یہ کائنات بنائی۔ اس دعا کو قبول فرما آمین۔''
کوئی لمحہ قبولیت کا تھا کہ اس کی دعا سات آسمان کا سینہ چیرتی ہوئی اب کائنات کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔



تحریم کی بارات والی شام کو ہی ان کی واپسی ہو گئی تھی اور گھر جانے کے کافی روز بعد اس نے پاپا سے بات کی تھی اور معد کا نام لیے بغیر اس نے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے پوچھا بھی تو اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔

''پاپا مجھ سے اس بابت کچھ مت پوچھیے ......شاید میں نہ بتا سکوں اور ایسا کر کے میں نافرمان نہیں بن سکتی۔ اس لیے جو میں نے کہا ہے اسی کو حرف آخر سمجھ لیں۔ اور میں آپ سے معافی چاہتی ہوں کہ سب کلیئر نہیں کر سکتی۔''

انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا اور کچھ ایسا تھا کہ وہ انکار کر رہی تھی۔ انہوں نے سر اثبات میں ہلا کر اس کے سر سے بوجھ اتار دیا تھا۔ انہوں نے کمال صاحب سے بہت عاجزی کے ساتھ رشتے سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے بہت پوچھا۔ تو عارف نے کہہ دیا۔ وہ انعم کی شادی اپنے دوست کے بیٹے سے کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ان سے بہت شرمندہ ہیں کہ اس رشتے کو قائم نہیں رکھ سکے۔ کمال صاحب کیا بولتے سوائے خاموشی کے۔ وہ تو بیٹے کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔



معد کے باہر جانے کی ساری تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ جس روز اس کی فلائیٹ تھی اس نے گھر میں بتایا تو سب حیران رہ گئے۔ اور ان کے نزدیک بم بلاسٹ ہوا تھا۔ کمال صاحب نے اسے روکا کہ وہ نہ جائے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ اس کا اتنا پیسہ خرچ ہو چکا تھا اور قسمت اسے یہاں سے فرار کا ایک موقع دے رہی تھی تو وہ کیوں نہ جاتا۔ وہ خود کو اپنی قسمت کو آزمانا چاہتا تھا۔

''تمہیں عارف ماموں کو مل کر جانا چاہیے تھا؟'' کمال صاحب نے ذرا سختی سے کہا۔

''ضروری نہیں۔ ہر کام ان سے پوچھ کر یا مل کر کیا جائے۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں اور اپنا کام اپنی خواہش کے مطابق کرنا چاہتا ہوں کسی کی مداخلت مجھے قبول نہیں۔''

اس نے بیزاری سے جواب دیا۔ اس موقع پر بھی ان کا ذکر......اسے تاؤ دلا گیا تھا۔

''وہ کیا سوچے گا۔ پہلے بتا دیتے تو میں ہی اطلاع کر دیتا مگر تم نے اس قابل سمجھا کب ہے......''ان کا لہجہ انتہائی سخت اور تلخ تھا۔

''کچھ دیر بعد نکلنا ہے مجھے۔ اور جانے سے پہلے اپنی غلطیوں کی معافی چاہتا ہوں۔ زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔''

''معد بیٹا ایسی باتیں مت کرو۔ دیس سے باہر اور گھر سے دور......''ماں تھیں آخر لہجہ بھیگ گیا۔

''اچھا اب میں نکلتا ہوں۔''اس نے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''ایئر پورٹ کس کے ساتھ جاؤ گے۔''ماں نے پوچھا۔

''اکیلا......کیونکہ جس وقت میں پہنچوں گا فوراً اندر انٹر ہو جاؤں گا پھر کسی کو لے جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

وہ خدا حافظ کہتا ہوا ماں کے سامنے جھکا اور باپ سے مصافحہ کیا اور بہن بھائیوں سے مل کر خدا حافظ کرتا ہوا نکل آیا۔

کمال صاحب کو بہت دکھ اوز افسوس ہوا۔ وہ تاسف سے بیگم کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔ انہوں نے سوچ لیا تھا وہ آج شام عارف کو اس کے جانے کی اطلاع کر دیں گے اس سے پہلے کہ کسی اور سے سنے۔ مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ شام کو عارف کا فون خود ہی آ گیا وہ تو ٹھٹھک گئے۔ یقیناً کسی نے اطلاع کر دی ہو گی۔ وہ بہانہ سوچنے لگے۔

خیر خیریت کے بعد عارف نے انعم کے رشتے سے انکار کر دیا۔ کمال صاحب کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ عارف نے کیسا دھماکہ کیا تھا آج کی تاریخ میں دو اہم واقعات ہوئے تھے اور دونوں ہی ان ہونے۔

انہوں نے پوچھا بھی کس وجہ سے انکار کر رہے ہو تو عارف نے کہہ دیا وہ خود انکار کر رہے ہیں وجہ خاص نہیں......شاید قدرت کو یہ ہی منظور ہے۔ کمال صاحب نے معد کا پوچھا کہ اس نے تو کچھ نہیں کہا ان کو تو وہ صاف گوئی سے بولے۔''نہیں''

''تم جانتے ہو میری بہن سدرہ جو مجھ سے خفا تھی پورے بیس سال بعد صلح ہوئی ہے۔ وہ انعم کا رشتہ مانگ رہی ہے۔ میں نے اسے کہا بھی کہ میں معد سے رشتہ طے کر چکا ہوں اور اب بات ختم نہیں کر سکتا لیکن وہ مانتی نہیں۔ اسے ہاں تو نہیں کی میں نے مصلحت اسی میں ہے کہ معد سے بھی رشتہ ختم کر دوں......''

''مگر یہ تو غلط ہے عارف......تمہیں پہلے ذکر کرنا چاہیے تھا مجھ سے۔''

''میں بہت الجھا ہوا ہوں اور تم سے شرمندہ بھی ہوں۔''

''پھر کیا ارادہ ہے تمہارا......؟''

''نہیں میں سدرہ کو انعم کا ہاتھ کبھی نہیں دوں گا۔ اس کے اور میرے گھر کے ماحول میں بہت فرق ہے۔''

''تو پھر تمہیں یہ رشتہ ختم نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب سدرہ کو بھی انکار کر دیا ہے تو......؟''

''صرف بہن کا دل رکھنے کی خاطر اس کا کہنا ہے میں بہن پر تمہیں ترجیح دے رہا ہوں۔ یہ رشتے کتنے نازک ہوتے ہیں تم جانتے ہو۔''

''اس طرح تو انعم کی زندگی پر فرق پڑے گا۔ جانتے ہو ہمارا معاشرہ......''

''خدا سب دیکھ رہا ہے اور اس کا بھروسہ ہے مجھے۔ میرا ایک دوست ہے بچپن کا دوست اس نے دست سوال کیا ہے انعم کے لیے تو میں اب تیسری جگہ رشتہ فائنل کروں گا جس پہ کسی کو اعتراض نہ ہو۔ میں جلد ہی فائنل کر دوں گا اور ایک دو ماہ میں ہی شادی۔''

''اللہ انعم کو خوش رکھے ہمیشہ۔ میرے نصیب میں نہیں تھی اتنی اچھی بیٹی۔''

کمال صاحب نے اسے دعا دی تو عارف نے ''آمین'' کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

عارف کی بہن سے صلح ضرور ہوئی تھی مگر اس نے رشتہ نہیں مانگا تھا انعم کا۔ یہ تو عارف نے خود ہی من گھڑت کہانی سنائی تھی۔ انعم کے کہنے پر انہوں نے یہ بندھن توڑا تھا۔ ورنہ وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ ذاتی طور پر انہیں معد بہت پسند تھا۔

دوست کا خیال تو انہیں خود ہی آیا تھا۔ کیونکہ ایک بار اس نے انعم کے لیے اپنا دامن

پھیلایا تھا۔ یہ بھی اچھا ہو گیا تھا کہ انہوں نے انعم کے اور معد کے رشتے کا ذکر ان سے نہیں کیا تھا۔

انہوں نے باتوں ہی باتوں میں ان کے بیٹے کا پوچھا تھا تو انہوں نے وہی سوال دہرایا تھا۔

عارف صاحب کو موقع بہترین لگا اور انہوں نے کہہ دیا جب چاہیں آ جائیں ان کا اپنا گھر ہے۔

کمال صاحب کا ذہن بہت منتشر تھا۔ ایک انعم کا رشتہ ختم ہو جانا اور دوسرا معد کا فارن جانا۔

انہیں تو یہ بھی علم نہیں تھا وہ کب واپس آئے گا اور آئے گا بھی کہ نہیں۔ اور وہاں جا کر ان سے رابطہ رکھے گا کہ نہیں۔

''کاش یہ خبر عارف نے معد کے جانے سے پہلے دے دی ہوتی تو وہ بیٹے کو روک لیتے۔ وہ ان سے دور تو نہ ہوتا۔''

پھر وہ ایسا گیا کہ پلٹ کر کبھی خبر نہ لی۔ میں ایک دو ماہ بعد بھاری رقم ان کے اکاونٹ میں بھیج دیتا۔ ایک بار اس نے فون کر کے اس بات کا بتایا تھا کہ وہ اپنا اکاونٹ چیک کرتے رہا کریں وہ ان کو پیسے بھیجتا رہے گا۔ انہوں نے واپسی اس نمبر پر کال کی تھی لیکن اس کا نمبر آف تھا۔ اور وہ بے چارگی سے گھر کے در و دیوار کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔

انعم کی شادی دو ماہ بعد ہو گئی تھی کمال صاحب کی پوری فیملی دکھ کے ساتھ اس کی شادی میں شامل ہوئی تھی اور بہت سی دعاؤں کے ساتھ اسے رخصت کیا تھا۔

بس اب ایک ہی ارمان تھا۔ معد لوٹ آئے۔ وہ اس کی واپسی کی دعائیں مانگتے تھے۔ اس کے جانے سے وہ اندر سے ٹوٹ گئے تھے۔ زبانی اسے کچھ بھی کہا وقتی طور پر ناراض بھی رہے لیکن اصل احساس اس کی برسوں کی دوری سے ہوا تھا کہ وہ ان کے لیے کیا تھا انہوں نے سوچ لیا تھا وہ آ جائے تو وہ اس کی خواہش پوری کر دیں گے۔



تاریکی دھیرے دھیرے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ زندگی کی سب سے طویل

سردرات اس کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی۔

اس رات معد بہت سے آزمائشوں سے گزرا تھا۔

زندگی کے کئی تلخ حقائق اس سے آنکھیں ملا گئے تھے۔

اس رات اسے عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق پتا چلا تھا۔

جانیہ آج بھی اسی آب و تاب کے ساتھ اپنے اندر دھڑکن محسوس ہو رہی تھی۔ آس پاس اس کی خوشبو بکھری ہوئی تھی۔ کاش وہ جانیہ کو سمجھا سکتا۔

محبت کی ایک منزل یہ بھی ہوتی ہے جب قربت دوری بے معنی ہو جاتی ہے جب فاصلے سمٹ جاتے ہیں جب من و تو کا فرق مٹ جاتا ہے۔ لیکن جانیہ جذباتی لڑکی تھی۔ وہ پگلی سی لڑکی کچھ بھی سمجھنے کو تیار نہ تھی۔ اس کی ضد تھی وہ معد کو حاصل کر لے گی۔ اگر وہ سوچتی تو اسے پتا چلتا وہ معد کو پا چکی ہے۔ معد تو صرف اس کا تھا صرف اس کا۔ اب جب وہ اس سے جدا ہو چکی تھی معد کو محسوس ہو رہا تھا وہ ہمیشہ اس کا رہے گا۔

فاصلے بڑھ بھی جائیں تو دلوں کے بندھن کمزور نہیں پڑتے۔ دل میں محبت ہو تو دوری کا احساس کبھی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کی متاع حیات جانیہ کی محبت کے دو لفظ تھے جن پر اس کی باقی کی زندگی محیط ہو گئی تھی۔

وہ جانیہ کی محبت کے چراغ کو بجھنے نہیں دیتا وہ اس میں اپنی محبت کی یادوں کا تیل ڈالتا۔ جدائی کی بے پہر ہواؤں سے محبت کے چراغ کو بجھنے نہیں دیتا تھا۔

وقت گزر رہا تھا، دھیرے دھیرے اور وہ جانیہ کی محبتوں کی شدتوں کی لو تھرتھرانے نہیں دے گا کبھی نہیں۔

اس کے تھرتھراتے لبوں نے اپنی بچھڑی محبت کو پکارا اور ایک اداس سی مسکان لبوں کے دریچے میں خزاں رسیدہ موسم کی طرح ٹھہر گئی۔

''جانیہ تم تو میرے اندر بہت اندر تک ہو۔ تمہاری محبت کا احساس مجھے خود سے الگ

ہونے نہیں دیتا۔ میرے دل کی کھڑکی میں تم ہر لمحہ ہنستی مسکراتی ملتی ہو۔''

''جانیہ بہت خفا ہونا مجھ سے۔''اس نے اپنے سامنے جانیہ کو دیکھا۔

''تم......''وہ بے اختیار دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔

''کیوں چھوڑ گئے تھے۔؟''

''میں تو تمہیں چھوڑ کر کہیں گیا ہی نہیں۔ یہیں تمہارے پاس ہوں صدیوں سے۔''

''جھوٹ معد جھوٹ۔''

''جانیہ......جانیہ......جانیہ......''

انعم کا دل شیشے کی طرح فرش پر گرا اور چکنا چور ہو گیا۔ وہ کسی جانیہ لڑکی کی محبت میں گرفتار تھا۔ ادھوری محبت کی کہانی دہرا رہا تھا۔

''معد......''وہ اس کے قریب کھڑی تھی۔

''جانیہ......میں جانتا تھا تم مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گی کہیں نہیں۔ آؤ جانیہ میرے قریب آؤ۔''

معد نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا اور اپنے لب اس کی پیشانی پر رکھنے چاہے تو ......وہ اس کے ہاتھوں سے اپنا وجود چھڑا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اور وہ بے خود سا بولے جا رہا تھا۔

''میں سمجھتا تھا برسوں پہلے تمہیں کھو دیا ہے لیکن یہ میری بھول تھی تم تو آج بھی روز اول کی طرح میرے دل میں ہو۔ میں نے تمہیں کھو کر پایا ہے اور دل کے نہاں خانوں میں چھپا لیا ہے۔ تمہارا احساس ہر لمحہ مجھے اپنے حصار میں گھیرے رکھتا ہے جانیہ.....تو میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ تم میری زندگی، میری روح ہو جانیہ، آئی لو یو.....آئی لو یو......''

اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ.....قطرے گرے جو اس نے چننے کی کوشش نہیں کی۔ وہ آج بھی جانیہ کا معد تھا۔ جانیہ کا معد......



اس کے محسوسات معد کے کہیں آس پاس ہونے کا احساس دلا رہے تھے۔ اس کے لمس کی خوشبوئیں، اس کی دھڑکنیں منتشر ہو رہی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس کے شہر میں ہے آج۔ اور ایسا نہ ہوا تو......وہ بے یقینی کے جھولے میں ڈولنے لگی۔

وہ گاڑی لے کر نکل کھڑی ہوئی۔

وہ بھی اسے بھولا نہیں تھا۔ انعم کو اپنے ساتھ منسوب ہونے پر جانیہ کے ساتھ بے ایمانی خیال کرتا تھا۔

اسے خود سے نفرت محسوس ہونے لگتی۔

اسے جانیہ سے محبت تھی۔ وہ اس کی زندگی کا حاصل تھی۔

تب وہ جدا ہو گئے۔ حالات و واقعات تقدیر۔ سب نے اس کے مقدر میں ہار لکھ دی۔

پانچ سال گزر گئے تھے۔ یہ پانچ سال پانچ صدیاں بن کر گزرے تھے۔ دن تو کٹ جاتے تھے لیکن راتوں کی طوالت کو احاطۂ تصور میں لانا بھی مشکل تھا۔

سائنس نے بہت ترقی کی۔ مگر دلوں کی خوشیوں اور اداسیوں کا پیمانہ بھی نہ بن سکی تھی۔ کاش کوئی ایسا آلہ ہوتا۔ دل کی تنہائیاں خوشیوں کی انجمن میں بدل جاتیں۔

مگر کہاں......؟

تب اچانک ایک گاڑی اس کے سامنے آ گئی۔ سفید گاڑی آگے جا کر رک گئی۔ گاڑی کے شیشوں کے پار اس نے دیکھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جانیہ بیٹھی تھی۔

سال جو درمیان میں دیوار بنے کھڑے تھے کہیں پیچھے چلے گئے۔ بس وہ چہرہ سامنے رہا۔ وہ جانیہ تھی۔ شاید وہ جاگتی آنکھوں خواب دیکھ رہا تھا۔ مگر نہیں وہ جانیہ ہی تھی۔ اس نے اُسے پکارنا چاہا لیکن آواز اندر کہیں قید ہو کر رہ گئی تھی وہ اسے پکار نہ سکا۔

اگر وہ اسے دیکھ لیتی تو وہ پاگل ہو جاتی۔ دیوانوں کی طرح اس کے قدموں سے لپٹ جاتی۔ جس کی تلاش میں وہ نکلی تھی وہ سامنے تھا۔



یہ اس کی محبت تھی کہ وہ آج بھی اس کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھی۔ یہ بھی اس کی محبت ہی تھی۔ جو اسے معد سے ازل سے ابد کے فاصلے پر لے گئی۔ زمانے بدل گئے مگر اس کی فطرت نہ بدلی۔ آج بھی معد کی محبت اس کے دل میں روز اول کی طرح جاگزیں تھی۔

موسم بے حد حسین ہے، کالی گھٹائیں جو امڈ امڈ کر آ رہی ہیں۔ آسمان کی نیلگوں وسعتوں پر چھا چکی ہیں۔ ٹھنڈی ہوا کے نم جھونکے روح سے اٹھکھیلیاں کر رہے ہیں۔

اس کے دل میں ہوک اٹھنے لگتی۔ معد کی یادیں ڈسنے لگتیں۔ آنسو آنکھوں سے ٹپ ٹپ بہنے لگتے مگر وہ ستم گر نہ ملتا۔ وہ لاہور کا کونا کونا چھان مارتی۔ روزانہ نجانے کتنا سفر طے کرتی کہیں وہ اسے نظر آ جائے۔ اس کے دل کو کشش محسوس ہوتی کہ وہ یہاں ہی کہیں آس پاس ہے۔ مگر ناکامی اس کا مقدر بن رہی تھی۔ کوئی دربار، درگاہ، یونیورسٹی شہر کی کون سی جگہ نہیں تھی جہاں وہ نہ گئی ہو۔ لیکن وہ اسے ملنا تھا اور نہ ہی ملا۔ آج اس کا دل شدت سے معد کے لیے تڑپ رہا تھا۔ پتا نہیں لیکن پھر بھی نظروں سے اوجھل تھا۔

آٹھ سال بعد وہ ابھی دو چار دن پہلے ہی تو پاکستان لوٹا تھا۔ اور وہ دشمن جاں نظر آ گئی۔

وہ اسے ایک نظر میں پہچان گیا۔ اس نے بہت گہری نظروں سے دیکھا پھر رخ پھیر لیا۔ اسی پل جانیہ نے اسے دیکھا تھا۔ اگر وہ رخ پھیر کر اوٹ میں نہ ہو جاتا تو آج ان کی ملاقات یقینی تھی۔

گاڑی کتنی دیر وہیں کھڑی رہی۔ اس کا دل اس گاڑی کی طرف جانے کو اکساتا رہا اور دماغ روکنے میں کوشاں رہا۔ جانے کیسے اس نے اپنے قدم روکے۔

گاڑی نکل گئی اور ساتھ ہی اس کا دل بھی۔



یہ سب کیا تھا۔ ایسی کیفیت تو ان پانچ سالوں میں بار بار بھی محسوس کی تھی اس نے۔

کرب کی شدتوں میں ایک دم ہی اضافہ ہوا تھا۔ آنکھوں سے گرم گرم پانی پلکوں کی باڑھ پہ بہہ آیا تھا جسے اس نے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا۔ نجی چینل پر غزل آ رہی تھی۔

آواز بہت پراثر پردرد تھی۔ کچھ اس کی کیفیت ایسی تھی اس کے درد میں اضافہ کر رہی تھی۔

انجمن انجمن شناسائی
پھر بھی دل کا نصیب تنہائی
خشک آنکھوں سے عمر بھر روئے
ہو نہ جائے کسی کی رسوائی
جب کبھی تم کو بھولنا چاہا
انتقاماً تمہاری یاد آئی
روبرو جب وہ آئینے کے ہوئے
روشنی روشنی سے ٹکرائی
ہم بھی گزرے تھے اس گلی سے طفیل
شہر کا شہر تھا تماشائی

گرم پانی پھر اس کے رخساروں کو جلانے لگا۔ یاد بھی ایک خاموش انتقام ہوتی ہے۔ شاعر نے اس کے جذبات کی خوب ترجمانی کی تھی اور ایک بار اس نے کہا تھا۔

''معد جدائی اتنی آسان نہیں ہوتی جتنی تم سمجھ رہے ہو۔ یادیں ہر قدم پر ہمارا دامن تھام کر ننھے ضدی بچوں کی طرح مچلا کریں گی اور انہیں بہلانے کو ہمارے پاس کچھ بھی نہ ہو گا۔ مان جاؤ معد۔ مان جاؤ پلیز۔ میں تم بن جی نہیں پاؤں گی۔ مر جاؤں گی معد۔ کچھ کرو۔ اپنے لیے نہیں تو میرے لیے۔ میں تمہارے قدموں کی دھول بن جاؤں گی۔ ہمیشہ کنیز بن کر رہوں گی۔ میرے دل کے پیالے میں اپنی محبت کے، رفاقت کے سکے ڈال دو۔ مجھے اپنی زندگی

میں شامل کرنے کی جرأت کر لو۔ مجھے خود سے جدا مت کرو معد پلیز۔''

''جانیہ مجھے سمجھ نہیں آتا ایسا کیا کروں کہ ہم جدا نہ ہوں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ سوچ سوچ کر پاگل ہو جاؤں گا میں۔''

''بس اللہ پر چھوڑ دو۔ اگر نصیب میں ہوا تو مل جائیں گے ورنہ.....ثابت و سالم رہ گیا تو تم تک آ پہنچوں گا۔''

''یہ زندگی ہے معد۔ شہر کی کوئی گزرگاہ نہیں کہ ضد کے ہاتھوں مجبور علیحدہ علیحدہ راستوں پر چلتے کسی موڑ پر اچانک مل جائیں گے۔ زندگی کے رنگ ڈھنگ نرالے اور انوکھے ہوتے ہیں۔ بچھڑے بڑی مشکل سے ملتے ہیں اور وہ بھی کبھی کبھی۔ ورنہ تو......''

''آہ جانیہ.....کیوں آ گئی تھیں میری زندگی میں اور آ ہی گئی تھیں تو بچھڑ کیوں گئیں......''اس نے آنکھیں صاف کیں۔ اور درد پہلو میں پھیل گیا۔

''معد تم غلط کہہ رہے ہو۔ اس نے تمہیں نہیں کھویا، بلکہ تم نے اپنی محبت کو، جانیہ کی محبت کو کھویا ہے۔ برباد وہ ہوئی ہے۔ وہ تم سے بچھڑ کر زندہ پتا نہیں کیسے ہو گی۔ آج دیکھا تھا تم نے وہ پہلے جیسی جانیہ تھی......؟''

''اگر تم اسٹینڈ لیتے تو آج ہنسی مسکراتی زندگی گزار رہے ہوتے۔ آج تمہارے آنگن میں ننھے منے بچوں کی قلقاریاں چہک رہی ہوتیں۔ تم نے اس لڑکی کو جیتے جی مار دیا معد......''

اس کے اندر سے آواز آئی تو وہ اور بے چین ہو گیا۔ اس کی کیفیت اس کے جذبوں کی عکاسی کر رہی تھی۔

وہ رات بھر روتا رہا۔

اپنی زندگی کے بارے میں سوچتا رہا۔ جذبوں کے بارے میں سوچتا رہا۔ ماضی کی ان راہوں پر صرف وہ ہی بے چین ہو کر نہ پھرا تھا۔ بے تاب وہ بھی تھی۔ اس کا چہرہ اس کی حالت کی کیفیت عیاں کر رہا تھا۔ وہ کسی اجڑے ہوئے گلشن کی خزاں کی تصویر دکھائی دے

رہی تھی۔ اس کے دل کو اذیتوں نے اپنے حصار میں لے لیا۔

کاش وہ اس سے مل لیتا۔

اگر اب وہ مجھے مل جائے تو......

مگر کب......؟

جب وہ کسی اور کی ہو چکی ہو گی؟

اگر وہ ابھی کسی کی ہو چکی ہو تو......؟

نہیں وہ کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اس کی دھڑکنوں نے الارم دیا کہ وہ معد کی علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی کبھی نہیں۔

اتنے عرصے بعد بھی وہ اسے ایک نظر میں پہچان گیا تھا۔

اس کی ایک ایک بات، ایک ایک ادا ازبر تھی۔

وہ کرب کے دوہرے عذاب سے گزر رہا تھا۔ اس نے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھاما اور گرنے کے انداز میں لیٹ گیا۔

اس کا سر درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا۔ اور آنکھیں گرم گرم پانیوں سے بھر گئی تھیں۔ اسے دیکھ انبساطی خوشی کے ساتھ دکھ کا گہرا احساس، دل و دماغ پر چھا گیا تھا۔



دن بہت اداس، بے رنگ اور پھیکا تھا۔ درختوں کی ٹنڈ منڈ شاخیں سلاخوں کی مانند دکھائی دے رہی تھیں۔

جانیہ کی زندگی کی کتاب میں معد ایک نظم لکھ گیا تھا اور عنوان کی جگہ ایک سوکھا گلاب رکھا تھا۔ جانیہ نے اس سوکھے پھول کو ہاتھ میں اٹھا لیا پھول ریزہ ریزہ ہو کر اس کے قدموں میں بکھر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو انگلیوں پر پتیوں کا رنگ ٹھہر گیا تھا۔

معد کی یاد درد بن کر رگ و پے میں بکھر گئی تھی۔

ٹپ ......ٹپ ......ٹپ......آنکھوں کا سمندر دل کے صحرا میں بوندوں کی مانند گر رہا تھا۔
آبلہ پائی کا ناتمام سفر ابھی بھی اس کا منتظر تھا۔ معد کی جدائی کے ایک بار پھر سائے پھیلے اور
اسے اپنے اندر سمٹ لیا۔

وہ رو رہی تھی مگر یہ آنسو اس کے اندر کی پیاس بجھانے میں ناکام رہے تھے آج تک۔

ادھورے احساس کے ساتھ زندگی گزارنا بے حد تکلیف دہ احساس ہوتا ہے۔

ادھوری محبتیں، ادھوری رفاقتیں، ہی اس کی زندگی کا حاصل تھے۔ معد اس کی بیساکھی
تھا۔ جب اس کی بیساکھی چھین لی گئی تو وہ لڑکھڑاتی اذیت کے سفر پر چل رہی تھی۔

اس کی محبت کا خوبصورت چہرہ مرجھا گیا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا۔ اب وہ
خوابوں، خیالوں میں پکارتا......سوکھے زرد پتوں کی راکھ اڑنے لگتی۔ وہ اس زرد پتے پر اس کا
نام لکھ کر ہوا کے سپرد کر دیتی......وہ اس سے لڑتی جھگڑتی۔ اپنی گمشدہ محبت کا پتا پوچھتی زندگی
کی کتاب کے صفحے ایک ایک کر کے اکھڑ گئے تھے۔ آخری صفحہ وہ تھامے کھڑی تھی جس پر لمبی
جدائی کی تحریر تھی۔

تیز ہوا کے جھونکے زرد پتوں کو اڑا رہے تھے اور ٹنڈ منڈ درخت اس پر جھکے اس کے
ساتھ نوحہ کناں تھے۔

اس نے گہری سانس لیتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ اس کی انگلیوں کے لمس پتوں کے
ذرات ان کی محبت کا عنوان تھے۔

خزاں رسیدہ موسم اور ہوا میں رچی جدائیوں کی لمبی داستان کی خوشبو رچ بس گئی تھی۔

اس کے اندر بہت اندر تک معد کی محبت، جدائی کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ جو اسے دن
بدن اندر ہی اندر نگل رہے تھے۔ اس کی آنکھیں اس مہیب تاریکی کی اس قدر عادی ہو گئی
تھیں کہ اب روشنی دیکھتے ہی اس کی آنکھیں چندھا جاتیں۔ اماوس کی رات میں چمکتے جگنوؤں
نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

اسے اپنے ہاتھ پر معد کے لبوں کی تپش محسوس ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ

ٹوٹ کر گرنے لگے۔

اس کی آنکھوں کے آئینے میں معد کی تصویر آج بھی اسی طرح عیاں تھی۔ اس نے اس تصویر کو دھندلانے نہیں دیا تھا۔

''میں تمہاری یادوں سے کبھی فرار حاصل نہیں کرسکی۔ معد کبھی نہیں اور ایسا چاہوں گی بھی نہیں۔''

آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔ اس کے دل کے دریچے میں ایک ہی موسم ٹھہر گیا تھا۔ وہ موسم تھا

جدائی کا

ہجر کا

جب یہ سرگوشیاں کرتے تو وہ تڑپ جاتی۔ بلک پڑتی

وہ معد کی محبت کے صحرا میں تنہا تھی۔ اذیتوں سے بھرپور پل صراط کا سفر طے کر رہی تھی لہولہو ہوتا دل لمحے لمحے کا حساب لیتا تھا۔

''معد......معد۔ کاش تم مجھ سے نہ بچھڑتے......''

دھند میں لپٹے دسمبر کے آخری ایام محبت کرنے والوں کے دلوں میں برف جما گئے تھے۔ سرد جذبات، خزاں کا موسم اور ٹنڈ منڈ درخت۔

ایک بارش آسمان سے برس رہی تھی۔

ایک بارش کی آنکھوں سے

اور ایک بارش درختوں، پیڑوں، پودوں کی برہنہ شاخوں سے لپٹی۔

ٹپ......ٹپ......ٹپ......قطرہ قطرہ بوندوں کی طرح گزرنے لگی۔

دھند کے بگولے غباروں کی طرح ادھر سے ادھر اڑ رہے تھے۔ بچھڑتا دسمبر ان بگولوں کی طرح کسی کے دامن میں خوشیاں ڈال گیا تھا اور کسی کے نصیب سے سب چھین لے گیا تھا......

اور جاتا دسمبر جانیہ کے ہاتھ میں خزاں کا پھول تھما گیا تھا۔

اس کے دل کی دہلیز اور ذہن کے دریچے میں بس ایک ہی موسم ٹھہر گیا

خزاں کا موسم

ہجر کا موسم

اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے

وہ سلسلے وہ شوق وہ قربتیں نہیں رہیں
پھر یوں ہوا کہ درد میں شدتیں نہیں رہیں
اپنی زندگی میں ہو گئے وہ مصروف بہت
ہم سے بات کرنے کی فرصت نہیں رہی
وہ پہلے جیسا پیار، وہ الفت نہیں رہی
اب دوستوں میں رسمِ محبت نہیں رہی
برسوں سے میری یاد سے غافل ہیں میرے دوست
شاید اب ان کو میری ضرورت نہیں رہی



ڈیلی گیشن آیا ہوا تھا۔ ان کے ساتھ ہی صبح سے شام ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کچھ فائلز تھیں چیک کرنے اور سائن کے لیے جو اس نے چند ایک دیکھیں۔ باقی اٹھا کر رکھ دیں۔

وہ اس وقت بے حد تھکی ہوئی تھی۔ اور چاہتی تو یہی تھی کہ سیدھی گھر چلی جائے۔ لیکن آج ڈرائیور چھٹی پر تھا۔ اور وہ فوراً گاڑی ڈرائیو کرنے کی ہمت خود میں نہیں پا رہی تھی۔ اس لیے وہ کچھ دیر ستانے کی غرض سے اپنے کمرے میں آ بیٹھی اور لڑکے نے چائے لاکر اس کے سامنے رکھ دی تو وہ اسے جانے کا کہہ کر فوراً چائے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ پھر گھونٹ گھونٹ چائے پیتے ہوئے اس کے تنے ہوئے اعصاب قدرے پرسکون ہونے لگے۔ کپ خالی کر کے اس نے ٹیبل پر رکھا۔ پھر بیک سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

اچانک گزرے دنوں یا شاید ڈھیر سارے ماہ و سال کی تھکن پورے وجود میں اترنے لگی

تھی۔ جبھی تو اس نے سوچا تھا۔

کتنا بہت سارا وقت گزر گیا اور ایک پل میں اس کی نگاہوں میں کیا کچھ نہ آن سمایا۔ رضا صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے مکمل آرام کا کہا تھا۔ جب سے وہ بیمار رہنے لگے تھے۔ اور آفس مائرہ نے سنبھال لیا تھا۔

می پاپا جب بھی اسے شادی کا کہتے اور وہ بے پناہ مصروفیت کا بہانا کر کے اب تک شادی سے انکار کرتی آ رہی تھی۔ وہ بھی جانتے تھے کہ وہ معد کمال رانا کو دل سے ابھی تک نکال نہیں پائی تھی۔ اور حقیقت یہ تھی کہ وہ جس شخص کے لیے اپنے دل میں کسک رکھتی تھی وہ اسے کسی پل چین نہیں لینے دیتی تھی۔ آخری بار ملاقات کے بعد اس نے اس سے کوئی رابطہ بھی نہیں رکھا تھا۔

آٹھ سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا لیکن وہ روز اول کی طرح اس کے دل میں آج بھی قبضہ کیے ہوئے تھا۔

اس کے ہاتھوں میں آس کی وہ ڈور نہیں تھی اب صرف محبت اور کرب و اذیت کی ڈور تھی جو اس کی محبت کو مرنے نہیں دیتی تھی۔

''تمہارے ہاتھوں میں آس کی کیسی ڈور ہے جو اس تمام عرصے میں ٹوٹی نہیں، پھسلی نہیں۔''

اس نے شدت سے اسے روتے ہوئے کہا تھا۔

''یہ ڈور تو میری سانسوں کے ساتھ بندھی ہے۔ ٹوٹ جاتی تو باقی کیا رہ جاتا۔''

وہ آزردہ لہجے میں بولا تھا۔

''میڈم صاحبہ۔''

چوکیدار نے تیسری دفعہ پکارا تب اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں تو وہ ایک کارڈ اس کی طرف بڑھا کر بولا۔

''یہ صاحب آپ کا پوچھتے ہیں۔'' اس نے کارڈ لے کر دیکھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



کارڈ پر کوئی نام نہیں لکھا تھا۔ صرف پیغام تھا وہ بھی کمپوز کیا ہوا۔

''میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔''

زیر لب پڑھتے ہوئے وہ سوچنے لگی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو چوکیدار کو یوں دیکھنے لگی جسے وہ جانتا ہو۔

''نام پوچھا تھا؟''

''جی۔ وہ نہیں بتاتے۔''

''کیا کہوں ان سے؟''

''بھیج دو۔''

وہ گہری سانس کے درمیان بولی۔ پھر سامنے رکھے خالی کپ پر نظر پڑی تو جلدی سے اسے اٹھایا۔ پھر اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے لیے اسے خود اٹھنا پڑا۔ اور جب وہ کپ رکھ کر پلٹی تو وہ دروازے میں داخل ہو رہا تھا۔ پھر ایک دو پل نہیں کتنے پل بیت گئے، دونوں اپنی اپنی جگہ ساکن۔

''معد۔''

کتنی دیر بعد جیسے اسے ہوش آیا۔ دھیرے سے پکارا تو وہ بھی چونکا اور جو قدم رک گیا تھا آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

''کیسی ہو......؟''

''تم بیٹھو تو۔''

وہ کہنا چاہتی تھی میں ابھی ابھی تمہیں یاد کر رہی تھی لیکن کہہ نہیں سکی۔

''کیسے ہو؟''

وہ بیٹھ گیا تو اسی کی بات دہرائی۔

''میں تمہارے ساتھ سامنے ہوں۔''

اس کی ہلکی سی مسکراہٹ میں وہی دلکشی تھی۔

''پہلے میں تمہارے لیے چائے لے آؤں۔''

وہ اٹھنے لگی اس نے روک دیا۔

''چائے میں ضرور پیوں گا لیکن ایک بات جاننے کے لیے یہاں تک آیا ہوں۔''

وہ فوراً بول پڑا۔

''تو میں جھوٹ نہیں بولوں گی معد، یہ کسک مجھے چین نہیں لینے دیتی۔ اس کی پلکیں بھیگیں اور لہجہ بھی تو......وہ سر جھکا کر ہونٹ کاٹنے لگی۔ تھنکیس گارڈ۔''اس نے ذرا سا سر اونچا کر کے اطمینان بھرا سانس لیا۔ پھر ٹیبل پر دونوں بازو رکھ کر اس کی طرف جھک کر بولا۔

''تم رو رہی ہو۔ جبکہ میں تمہارے لیے نئے موسموں کی نوید لایا ہوں۔''

اس نے فوراً سر اونچا کیا تو وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

''پہلے چائے۔ اس کے بعد کوئی اور بات ہو گی۔''

''میں ابھی لاتی ہوں۔ کچھ کھانے کو منگواؤں؟''

''نہیں بس چائے۔''

وہ جلدی سے کمرے سے نکل آئی۔ چوکیدار کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا اسے دیکھ کر فوراً اٹھ بیٹھا تو وہ اسے آرام کرنے کا اشارا کرتی ہوئی خود ہی کچن میں چلی گئی۔ پھر چائے بنانے کے دوران وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچتی رہی اور یہ بھی کہ اس نے کسی نتیجے پر پہنچے میں اتنی دیر کیوں کی؟ وہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ بہت سارے سوال تھے اور جب دوبارہ آ کر سامنے بیٹھی تو وہ خود ہی کہنے لگا۔

''میری زندگی میں سب سے پہلی اور اہم عورت میری ماں ہے۔ تم میری زندگی میں آنے والی دوسری اہم عورت تھی.....اور جب تم نے میری بات نہیں مانی اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ اس رات میں تو بہت رویا۔ اور جو تم نے کہا تھا کہ خدا کی محبت اتنی زور آور ہوتی ہے کہ اس کے سامنے سارے جذبے اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔ تو میں یہی دعا کرتا رہا کہ میرے دل میں بھی وہ محبت سما جائے تا کہ میں تمہیں بھول جاؤں۔ شاید قبولیت کی گھڑی

تھی اور پھر یہ بھی تو ہے کہ تم ایک قدم بڑھو، میں دس قدم بڑھ کر تمہیں تھام لوں گا۔ تو میرے ساتھ یقیناً ایسا ہی ہوا کہ اس رات کی سحر جب ہوئی تو اوپر والا مجھے تھام چکا تھا۔ جب اس سے لو لگائی تو سارے جذبے ماند پڑ گئے۔''

وہ متحیر سی بیٹھی تھی وہ لمحہ بھر کو رکا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ذرا سے مسکرایا۔ پھر کہنے لگا۔

''تم پوچھو گی، میں نے اس وقت مطلع کیوں نہیں کیا تھا۔ بقول تمہارے فوراً نئے موسموں کی نوید کیوں نہیں دی تھی۔ اس وقت میں نے بھی سوچا تھا۔ تمہیں فوری مطلع کروں۔ لیکن پھر خیال آیا پہلے خود کو مزید آزماؤں۔ اور اس نئے راستے پر اتنی مضبوطی سے قدم گاڑھ لوں تاکہ جب تمہارے پاس آؤں تو پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کہہ سکوں کہ میں نے اپنی جان کے لیے......اپنے لیے......منزل آسان کر لی ہے۔''

پھر پوچھنے لگا۔

''اب تو کوئی شکوہ نہیں ہے نا......اور اب تو بزدلی کے طعنے نہیں دو گی نا مجھے......؟''

''نہیں۔'' کی صورت اس کے سینے میں دبی سانس ہونٹوں کی قید سے آزاد ہوئی اور پھر جن نظروں سے وہ دیکھ رہا تھا ان کا مفہوم سمجھ کر پلکیں جھکا لیں تو وہ ہنس پڑا......اس کی ہنسی آج بھی ویسی ہی دل فریب تھی۔ جیسے وہ کبھی کبھار ہنستا تھا۔

''اب بتاؤ۔ کسک کو محبت میں بدلنے میں کتنی دیر لگے گی؟''

''کوئی دیر نہیں......چلو میں تمہیں اپنے ممی ڈیڈی سے ملواؤں۔''

وہ اب اسے ایک پل کے لیے بھی مایوس نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے ساتھ باہر نکلی۔ سب سے پہلے ڈھلتی سہ پہر کے سورج کی نارنجی شعاعیں ان کی راہوں میں مبارک بادیوں کے پھول نچھاور کرنے چلی آئی تھیں۔

چھ جنوری 2013ء کا دن وہ کبھی نہیں بھلا سکتی تھی جس نے اس کی زندگی میں رنگ بھر دیئے تھے۔ جگنو کی محبت کا اظہار اور اس کی واپسی زندگی کی ساری خزائیں سمیٹ کر لے گئی

تھی۔

بہاریں چاروں طرف رقص کرنے لگی تھیں

خزاں اس کے دل و آنگن سے رخصت ہوگئی تھی

اور سرخ گلابوں کے موسم آنگن میں کھڑے مسکرا رہے تھے۔ اس نے جھک کر کارنر ٹیبل کے گلدستے سے سرخ گلاب کی ادھ کھلی کلی توڑی اور اس کی طرف بڑھا دی۔ جانیہ کو لگا سرخ گلابوں کا موسم اس کے آنگن میں ہی نہیں دل میں بھی آٹھہرا ہے۔ جانیہ نے اپنے جگنو کو پا لیا تھا۔



ادارے کے بہترین ناول











